حضرت موسیٰ کلیم اللہ

آر۔ بخت

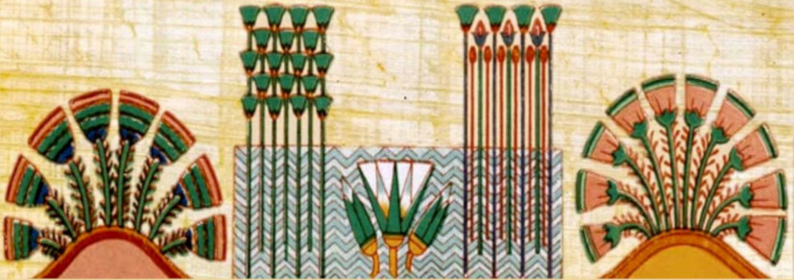

حضرت موسیٰ

کلیم اللہ

آر۔ بخت

hazrat mūsā. kalīmullāh

Hazrat Moses. Kaleemullah

by R. Becht

(Urdu—Persian script)

© 2021 MIK

published and printed by

Good Word Communication Services Pvt. Ltd.

New Delhi, INDIA

Bible quotations are from UGV.

for enquiries or to request more copies:

askandanswer786@gmail.com

تعارف

ہماری نظر سے شاذو نادر ہی کوئی ایسی کتاب گزرتی ہے جس کا مصنف تاریخ کے خشک اور غیر دلچسپ واقعات میں زندگی پھونکنے اور ہمارے لئے زندہ اور جیتی جاگتی تصویر پیش کرنے میں کام یاب ہوا ہو۔ تو بھی یہ کتاب اِسی قِسم کی ایک کام یاب اور قابلِ تعریف تصنیف ہے۔

اِس کتاب میں مصنف نے طرزِ بیان کی چاشنی اور خیالات کی روانی کی بدولت حضرت موسیٰ کلیم اللہ کی حیاتِ طیبہ کے متعلق حقائق و واقعات کو نہایت خوب صورتی سے الفاظ کی لڑی میں پرو دیا ہے۔

صحیح کردار نگاری اگرچہ ایک مشکل فن ہے لیکن مصنف نے اِس کے ساتھ پورا پورا انصاف کیا ہے اور حضرت موسیٰ کی شخصیت کو روزمرہ زندگی اور عام واقعات کے تانے بانے میں اِس طرح سمویا ہے کہ وہ اجنبی اور غیر مانوس شخص نہیں لگتے۔

اگرچہ مصنف نے تخیل سے بہت کام لیا ہے تو بھی مندرجات کی بنیاد کتابِ مقدس ہی ہے۔ اُس میں حضرت موسیٰ کی 120 سالہ زندگی کے قریباً تمام پہلوؤں کا احاطہ کیا گیا ہے۔ مثلاً شیرخوارگی کی عمر میں دریائے نیل کی نذر ہونا، فرعون کے محل میں پرورش، اپنے مظلوم بھائیوں کے لئے محبت اور ہمدردی، سینا پہاڑ پر اللہ سے ہم کلام ہونا، اسرائیلیوں کو مصر کی غلامی سے نکالنا، بیابانی اور ازدواجی زندگی، شریعت کا ملنا اور بالآخر انتقال۔ اُن کی مبارک زندگی حلیمی، پاکیزگی، خودانکاری اور فرض شناسی کا ایک خوب صورت اور عمدہ نمونہ ہے۔

اُمید ہے کہ اِس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ خواہش کریں گے کہ خود اِن تمام واقعات کو توریت سے پڑھیں۔ اقتباسات فٹ نوٹس میں

دی گئی ہیں۔ آپ دیکھیں گے کہ یہ کتاب ایک دلچسپ کہانی ہی نہیں بلکہ توریت کی ایک خوب صورت اور پُرمغز تفسیر بھی ہے۔

ناشرین

دریائے نیل کا تحفہ

نئے دن کی آمد آمد تھی۔ سورج طلوع ہوا چاہتا تھا۔ دار الحکومت رعمسیس سے ایک شاہانہ جلوس دریا کے کنارے کنارے آہستہ آہستہ بڑھا چلا جا رہا تھا۔ فرعون سورج کو سات آسمانوں پر سے نکال لانے کو تھا۔ سورج دیوتا "را" کا جلیل القدر سپوت اپنے سنہرے تخت پر جلوہ افروز تھا جسے محافظوں نے اپنے کندھوں پر اُٹھا رکھا تھا۔ اِس انسانی دیوتا کا جلوہ آنکھوں کو چکاچوندھ کیئے دیتا تھا۔ اُس کے سر پر مصر کا دُہرا تاج آراستہ تھا جبکہ اُس کی گردن میں پڑی ہوئی سونے کی لڑیاں اور جواہرات جگمگا رہے تھے۔ نقارچی بادشاہ کی آمد کا اعلان کرتا جا رہا تھا۔

ساتھ ساتھ مُنڈے ہوئے سروں والے پجاری جلوس کی قیادت کر رہے تھے۔ وہ بخور جلاتے جاتے اور اُس کے راستے میں گلاب کے پھول بکھیر رہے تھے۔ تخت کے عین پیچھے سرکاری افسران کا ایک ریلا چلا آ رہا تھا۔ اُن کے ہاتھوں میں گلاب کے پھولوں کے گل دستے تھے۔

لوگوں کا ہجوم "را" یعنی "سورج" دیوتا کے سپوت کے جاہ و جلال کو دیکھنے کے لئے شہر سے باہر اُمڈ آیا تھا۔ وہ منہ کے بل گر کر اور ہاتھ پھیلا پھیلا کر اپنے دیوتا سے دُعا مانگ رہے تھے۔ اُن کے دلوں سے خدشات اُبھرنے لگے۔ کیا سورج دیوتا "را" آسمان پر ظاہر ہو گا ؟ کیا وہ آج اُن کو اندھیروں ہی میں چھوڑ دے گا ؟ لوگ بڑے پُراُمید ہو کر پروہتوں کو منتر پڑھتے ہوئے سُن رہے تھے۔

"اے را دیوتا، آ۔ باپ بھی اور بیٹا بھی، دونوں اپنے فرزندوں کی سر زمین کو اپنی کرنوں سے مُنوّر کر دو۔"

آہا۔ سورج اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ طلوع ہونے لگا۔ لوگ خوشی سے جھوم اُٹھے۔

فرعون کو بھی ہر لحاظ سے خوش ہونا چاہیئے تھا۔ اُس کا ملک خوش حال تھا اور تمام دنیا کی نظر میں وہ امتیازی حیثیت کا حامل تھا۔ لیکن آج بادشاہ واپس گھر جاتے ہوئے بہت پریشان لگ رہا تھا۔ اُس کا ذہن اسرائیلیوں کے اُس قبیلے میں اُلجھا ہوا تھا جو جُشن کے ضلع میں رہتا تھا۔ کوئی 400 برس قبل اُن کا یوسف نامی ایک بزرگ تھا۔ وہ مصر کا حاکمِ اعلیٰ بھی رہا تھا۔ اُس کا گھرانا مصر میں آ کر بس گیا۔ تب سے وہ اِسی ملک میں زندگی بسر کر رہا تھا۔ فرعون نے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔ "قسم سے کیا مَیں نے اُن میں سے اکثر کو ہنستے بستے گھروں سے اُٹھا کر رعمسیس اور پتوم کے قریب پھر سے نہیں بسا دیا ہے؟" وہ زیرِلب بڑبڑا اُٹھا۔

رعمسیس اور پتوم دو شہر تھے جنہیں اسرائیلی تعمیر کر رہے تھے۔ لیکن اُن لوگوں میں ایک بات فرعون کی نظر میں اچھی نہیں تھی۔ اُن کی تعداد خطرناک حد تک بڑھتی جا رہی تھی۔ آخر کار اُس نے اسرائیلی دائیوں کو حکم دے دیا تھا کہ وہ تمام نومولود لڑکوں کو مار ڈالا کریں۔ بدقسمتی سے وہ خواتین اِس پر عمل نہیں کر رہی تھیں۔ جب وہ اُن کے کام کی تفتیش کرتا

تو اُن کے پاس اپنے بچاؤ کے لئے بہت سے جواز پہلے سے تیار ہوتے تھے۔ وہ اُس کی گرفت میں نہیں آ سکی تھیں۔

فرعون غُرایا، "مجھے اسرائیلیوں کے بیٹوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے زیادہ شدید اقدامات کرنا ہوں گے۔" اور کچھ سوچ کر اُس نے پتوم شہر کی تعمیر کے منتظمِ اعلیٰ کو بلا بھیجا۔ بادشاہ کا مزاج بُری طرح سے بگڑا ہوا تھا۔ "سنو!" وہ غرایا، "تم اِن اسرائیلیوں سے اِتنی زیادہ مشقت لو کہ اُن میں بچے پیدا کرنے کی طاقت ہی ختم ہو جائے۔ چونکہ اسرائیلی دائیاں ہم سے تعاون نہیں کر رہیں اِس لئے اُن کے نومولود لڑکوں کو ختم کر دینے کی ذمے داری تم پر ہے۔ اسرائیلی نسل پر اپنی آنکھیں کھلی رکھو۔ جہاں کہیں تمہیں اسرائیلیوں کا کوئی نومولود لڑکا نظر آئے اُسے فوراً مار ڈالو۔"

"عجیب لوگ ہیں یہ بھی۔ اِس ملک میں 400 برس سے رہنے کے باوجود یہ ہم مصریوں میں بالکل گھلے ملے نہیں۔ ابھی تک اُن کی اپنی ایک سوچ ہے۔ اپنا ایک طریقۂ کار ہے۔ اُن کے اُوپر اُن کی نسل کی مہر لگی ہوئی ہے۔ مجھے اُن سے نفرت ہے۔" بادشاہ کی سیاہ آنکھوں میں

شیطانی چمک تھی۔ "اُن کے حوصلے اِس حد تک پست کرتے رہو کہ وہ ہمارے رنگ میں رنگ جائیں۔ آخر اِن غلاموں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے خدا کا دعویٰ کریں اور پھر اُس کی پرستش بھی کریں!" فرعون اپنے گھٹنوں پر زور سے ہاتھ مارتے ہوئے کہنے لگا۔ "ایک غلام کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔ کسی بھی اَور دیوتا کو پوجنے کا اُسے کوئی حق نہیں ہے۔"

اُدھر اسرائیلیوں کی بستی میں بارہ سالہ مریم اور اُس کا تین سالہ بھائی ہارون اپنی جھونپڑی کے پاس دھوپ سینک رہے تھے۔ آہ! وہ شروع سے اِس گھناؤنی بستی میں نہیں رہ رہے تھے بلکہ اُن کا ایک خوب صورت سا گاؤں تھا۔ کافی عرصہ پہلے مریم اور اُس کے والدین اُس گاؤں میں اپنے پُرانے رشتے داروں سے ملنے گئے تھے۔ باتوں باتوں میں گزرے دنوں میں گزاری ہوئی اچھی زندگی کا ذکر چل نکلا تھا۔ اُن کے قریب ہی ایک بکری گھاس چر رہی تھی۔ اور اُس کا میمنا بے فکری سے اُچھل کود کر رہا تھا۔ ایک جوشیلا مرغا زمین کریدتی ہوئی

مرغیوں کے پاس بڑے فخر سے ٹہل رہا تھا۔ معمول کے مطابق گزرنے والی زندگی کے یہ مناظر افسوس اب فریب لگتے تھے۔

مریم کو اپنے باپ کا خیال آیا جب آج صبح ہی اُس نے دیگر آدمیوں کے ہمراہ کام پر جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ ستاروں کی چھاؤں میں غلاموں کا ایک ٹولا بستی سے روانہ ہو رہا تھا۔ ٹاٹ کے کُھردرے کپڑے اُن کے ننگے پن کو ڈھانپنے کے لئے ناکافی تھے۔ کچھ تو نہایت خوف زدہ سے لڑکھڑاتے ہوئے جا رہے تھے کہ نہ جانے آج کا دن کیسا گزرے گا۔ دیگر آدمیوں کے چہروں سے بھی اِس ظلم کے باعث مایوسی اور نااُمیدی ٹپک رہی تھی۔ اُن میں سے کوئی بھی وثوق سے نہیں کہہ سکتا تھا کہ شام کو گھر لوٹ آنا نصیب ہو گا کہ نہیں۔

اپنے باپ کے الوداعی منظر کو یاد کرکے مریم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔ اُس نے پلٹ کر ماں کو تسلی دیتے ہوئے کہا تھا، "اللّٰہ تم پر رحم کرے اور تمہاری حفاظت کرے۔"

مریم جانتی تھی کہ اُس کا باپ اُس بچے کے بارے میں بہت زیادہ فکرمند ہے جو کسی وقت بھی پیدا ہو سکتا تھا۔ اور اگر وہ لڑکا ہوا تو؟

جب کبھی وہ آنے والے بچے کے بارے میں سوچ کر خوف زدہ ہو جاتی تو اُس کی ماں اُسے تسلی دیا کرتی تھی، "مریم، فرعون اللہ تو نہیں ہے۔ ابراہیم کا خدا زندہ خدا ہے۔ اُس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اُس نے اپنے آپ کو بزرگ ابراہیم، اسحاق اور یعقوب پر ظاہر کیا ہے۔ اُس نے بزرگ ابراہیم کو ہماری غلامی کے بارے میں پہلے ہی بتا دیا تھا۔ اُس نے یہ بھی بتایا کہ وہ 400 سال بعد اُس کی اولاد کو غلامی کے ملک سے نکال لے گا۔ بیٹی! اب ہماری غلامی کا دَور تقریباً ختم ہو گیا ہے۔ آؤ، اللہ پر بھروسا کریں جو شفیق اور مہربان ہے۔ وہی ہمارا محافظ ہے اور آنے والے بچے کا بھی۔"

"ہارون۔"

"ہوں۔"

"شکر ہے کہ فرعون میرا باپ نہیں ہے۔ مجھے تو اُس کے بیٹے پر بھی ترس آتا ہے جو ایک دن اُس کے تخت پر بیٹھے گا۔ ایسا ظالم اور بے رحم باپ کتنا خوف ناک لگتا ہے۔ ہارون! وہ کوئی خدا نہیں ہے۔ اُس کا یقین مت کرنا۔ وہ سورج کو بھی طلوع نہیں کرسکتا بلکہ ہمارا خدا جو زندہ

ہے وہی ہر روز سورج نکالتا ہے جو صرف مصر کے لئے نہیں بلکہ دُنیا بھر کے لوگوں کے لئے چمکتا ہے۔"

"مریم، تمہاری آنکھ تو آج بہت جلدی کھل گئی تھی نا ؟" ننھے ہارون نے سوالیہ نظروں سے بہن کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ایک جھٹکے کے ساتھ مریم نے اپنا سر اُوپر اُٹھایا اور اُس کی آنکھیں فخر سے چمک اُٹھیں۔ "مَیں اپنی ماں کی بڑی بیٹی ہوں نا اِس لئے مجھے اُن کا خیال رکھنا ہوتا ہے، خاص طور پر اُس وقت جبکہ ننھا مہمان آنے والا ہے۔ دوپہر کو مجھے خاص کام نپٹانے ہوتے ہیں۔ اور ابا کے لئے کھانا لے کر جانا ہوتا ہے۔ ماں کے لئے وہاں جانا خطرے سے خالی نہیں ہے۔"

ہارون نے پریشانی سے اپنی بہن کو دیکھتے ہوئے کہا، "اُنہوں نے خالہ ربقہ کے بیٹے کو بھی مار ڈالا ہے۔" ننھے ہارون نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا اور رونے لگا۔

بڑی بہن نے فوراً اپنی زبان کٹکٹاتے ہوئے کہا، "ہائے! ہائے! بڑے بھیا ایسا کبھی نہیں ہو گا۔ اِدھر آؤ، مَیں تمہارے آنسو پونچھ دوں۔ بھول گئے کیا؟ ہمارا رب ہماری رکھوالی کر رہا ہے۔"

تین عورتیں سروں پر گھڑے اٹھائے دریائے نیل سے پانی بھر کر لوٹ رہی تھیں۔ پست قد عورت کی طرف اُنگلی سے اشارہ کرتے ہوئے گول مٹول ہارون کہنے لگا، "وہ راخل خالہ ہیں۔ اُن کے پیچھے دراز قد بلہا ماسو ہیں اور سب سے پیچھے دبورہ بی بی ہیں۔ ذرا دیکھو تو سر پر دو دو گھڑے اُٹھائے وہ کتنی شان سے چلی آ رہی ہیں۔"

جب بچے اُن کو اپنے قریب آتے ہوئے دیکھ رہے تھے تو اُنہیں احساس ہونے لگا کہ دُکھ بھری دنیا میں ہم اکیلے نہیں ہیں۔ اِن عورتوں کو دیکھ کر اُنہیں محبت کا وہ بندھن یاد آ گیا جس نے اُنہیں اپنے قبیلے کے ساتھ باندھ رکھا تھا۔ اِن عورتوں نے اُن کے پاس سے گزرتے ہوئے سلام دُعا لی اور اُن کی ماں کا حال پوچھنے لگیں۔ بچے جانتے تھے کہ جب تک وہ خود اُن کی ماں یوکبد سے مل کر اُس کی ڈھارس نہیں بندھائیں گی تب تک اُن کی تسلی نہیں ہو گی۔

دوپہر کے وقت جیسے ہی مریم جائے تعمیر پر باپ کو روٹی دینے کے لئے روانہ ہوئی یوکبد کو اچانک دردِ زہ شروع ہو گیا۔ اچھا ہوا کہ عین اُسی وقت اُن کی پڑوسن ربقہ آ گئی۔

ربقہ جو ابھی تک اپنے بیٹے کی موت کا ماتم کر رہی تھی جانو اُس کے کلیجے میں جیسے کسی نے خنجر گھونپ دیا ہو تو کیا اُسے اب پھر ایک اَور معصوم بچے کو ذبح ہوتے دیکھنا ہو گا؟ تو بھی ایک پُرخلوص دُعا نے سارے خوف کو یکسر دُور کر دیا۔ اُسے یوں لگا جیسے اپنی ہم سائی کی مدد کرنے کے لئے اُس میں نئی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ اُس نے آہستہ آہستہ اپنا بازو یوکبد کے کندھوں کے گرد حمائل کرتے ہوئے کہا، ”بہن فکر نہ کرو، مَیں اور ہارون جا کر ابھی دایہ فوعہ کو لے آتے ہیں۔ اللہ تمہاری اور بچے کی حفاظت کرے۔ کاش وہ تمہیں بیٹی دے!“

فوعہ بی بی بہار کے موسم کا اُمید افزا جھونکا بن کر آئی۔ بچے کی پیدائش تک وہ یوکبد کی ہمت بندھاتی رہی۔ ”بادشاہ سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اگر تمہارے ہاں بیٹا ہو بھی گیا تو ہم اُسے مرنے نہیں دیں گے۔“ یوکبد جانتی تھی کہ وہ بہادر عورت بچے کی جان بچانے

کی ممکنہ حد تک کوشش کرے گی۔ فوعہ یوکبد کی دُکھتی کمر مَلتے ہوئے باتیں کرتی جاتی تھی، "ہر بچہ اللہ کی طرف سے رحمت ہوتا ہے۔ فرعون اپنے آپ کو سمجھتا کیا ہے جو اُس نے ہمیں اپنے بیٹوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا ہے۔ جیسے جیسے اُس بوڑھے بادشاہ کی عمر بڑھتی جا رہی ہے اُس کی شیطانیت میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اُسے تو عمارتیں بنانے کا جنون ہو گیا ہے۔ بادشاہ بنتے ہی اُس نے نیا دار الحکومت رعمسیس تعمیر کروانا شروع کر دیا ہے۔ اِس میں شک نہیں کہ وہ اپنے نام کی شہرت چاہتا ہے۔ لگتا ہے اسرائیلی جتنے زیادہ مرتے ہیں وہ اُتنا ہی زیادہ خوش ہوتا ہے۔ نومولود بیٹوں کو جان سے نہ مار دینے کے جرم میں وہ مجھ اور صفرہ پر کتنا چلّایا تھا۔ لیکن ہم نے اُسے جواب دیا کہ ہماری عورتیں بچہ جننے میں اِتنی جلدی کرتی ہیں کہ ہمارے پہنچنے تک وہ فارغ ہو چکی ہوتی ہیں۔" فوعہ سنجیدہ دکھائی دے رہی تھی۔ "بادشاہ کی مخالفت کا انجام موت بھی ہو سکتا ہے لیکن رب زندہ خدا ہے۔ وہ ہماری رکھوالی کرتا ہے۔" مادرانہ شفقت سے معمور اُس خاتون کا چہرہ خوشی سے دمک اُٹھا، "رب نے مجھے اور صفرہ کو ایک بڑے گھرانے سے نوازا ہے۔"

ہارون کی آنکھیں سڑک پر جمی ہوئی تھیں۔ جیسے ہی گلی میں اُسے اپنی بہن کی جھلک نظر آئی وہ اُس سے ملنے کے لئے بھاگے کھڑا ہوا۔ "مریم" اُس نے پھولے ہوئے سانس سے سرگوشی کی۔ "وہ آ گیا ہے لیکن کسی کو بتانا نہیں۔" اُس نے جلدی جلدی بات بڑھائی۔ "بڑی خطرناک بات ہے۔"

"کون آ گیا ہے؟" مریم نے پوچھا اور پھر جیسے ہی اُس پر حقیقت ظاہر ہوئی اُس کی آنکھیں خوف سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اُس کے قدم جہاں تھے وہیں جم کر رہ گئے اور پھر وہ گھر کی طرف بھاگ کھڑی ہوئی جہاں اُس کا نومولود بھائی ماں کے پاس لیٹا ہوا تھا۔ "اوہ" اُس کا سانس پھولا ہوا تھا۔ اُس ننھے بچے کے لئے مریم کو لفظ نہیں مل رہے تھے۔ وہ کتنا پیارا بچہ تھا۔ اللہ نے جیسے اپنے ایک فرشتے کو سیدھا اُن کی جھونپڑی میں اُتار دیا ہو۔

ہارون نے مُنّے کو چومتے ہوئے مریم سے کہا، "دیکھو، میرا بھیا۔" خوف سے اُس کا دل دھک سے رہ گیا۔ اُن کے ننھے سے بھائی پر موت کی مہر لگ چکی تھی۔ پریشانی کے عالم میں اُس نے اپنے دائیں

ہاتھ سے اپنا منہ زور سے بھینچ لیا۔ لیکن یوکبد اور فوعہ کا ایمان بڑا مضبوط تھا۔ اُنہیں دیکھ کر بارہ سالہ مریم کو بھی یقین ہونے لگا کہ اُس کے پیارے سے مُنے بھیا کو قادرِ مطلق بچا لے گا۔ جب دونوں خواتین اُس خاص لڑکے کو دیکھ رہی تھیں تو اُن کے دلوں میں یہ اُمید جاگ اُٹھی کہ ہوسکتا ہے یہی لڑکا اسرائیل کو غلامی سے چھڑانے والا بن جائے۔

جب مریم ذرا دُور تھی تو فوعہ گہری آہ کھینچ کر کہنے لگی، ”کتنے دُکھ کی بات ہے کہ اپنے راہنما ہی ہمارے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیں جانتے ہیں اور کسی کام کے لئے ہم میں سے ہی لوگوں کو چن لیتے ہیں۔ صِلے میں وہ اُن کو نگران مقرر کر دیتے ہیں جو اپنے ہی بھائیوں پر حکم چلاتے ہیں، یہاں تک کہ اُنہیں کوڑے مارنے کے لئے بھی اُن ہی کا ہاتھ اُٹھتا ہے۔“ فوعہ نے بڑی حقارت سے اپنا ہاتھ ہلاتے ہوئے بات جاری رکھی، ”اِس کے بدلے میں اُن کو ملتا بھی تو کیا ؟ کام سے تھوڑی سی چھٹی جس میں وہ اپنے تھوڑے سے کھیتوں کی دیکھ بھال کرتے ہیں۔“ فوعہ بڑے ڈرامائی انداز میں اپنا دایاں ہاتھ آسمان کی طرف اُٹھا کر کہنے لگی، ”پیاری بہن۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔“

اُس رات جب عمرام نے اپنے نومولود بیٹے کو دیکھا تو اُس کا دل ایک عجیب قِسم کی خوشی اور تسکین سے معمور ہو گیا۔ دونوں میاں بیوی نے بادشاہ کے حکم کو نہ ماننے کے ارادے سے اپنے دلوں کو مضبوط کر لیا۔ اگرچہ اُن کے دوستوں نے یہ کہہ کر اُن کو خبردار کر دیا تھا، "اِتنے بہادر نہ بنو۔ اگر تمہارے گھر سے بچہ برآمد ہوا تو بادشاہ تم دونوں کو مروا ڈالے گا۔" لیکن ماں باپ اپنے لختِ جگر کی خاطر ہر مصیبت کو گلے لگانے کے لئے تیار تھے۔

یوکبد اور عمرام نے اپنے بچے کی زندگی کے لئے اپنے خدا پر ہی بھروسا کیا۔ وہ اپنے ذہن سے اِس خیال کو جھٹک نہیں سکتے تھے کہ اللہ اِس بچے سے خاص کام لینا چاہتا ہے۔ چونکہ ہارون نے اُسے چاند کہہ کر پکارا تھا لہٰذا اُسی وقت سے پیار کا یہ نام اُس کے ساتھ چمٹ کر رہ گیا۔ بڑی بہن مریم سائے کی طرح اُس پر منڈلاتی رہتی تھی۔ وہ چاند کو ہر قِسم کے خطرے سے محفوظ رکھنے کے لئے ہر وقت چوکنی رہتی تھی۔ ساتھ ساتھ ہارون مریم کو ہر ممکن خطرے سے خبردار کرنے کے لئے دوڑا آتا تھا تاکہ وہ لاڈلے کو چھپا سکے جو روز بہ روز پُھرتیلا ہوتا جا رہا تھا۔ جب وہ تین

مہینے کا ہوگیا تو اُس کی ماں پریشانی میں ہاتھ مَلنے لگی۔ اب وہ اپنے لاڈلے کو مزید چھپا کر نہیں رکھ سکتی تھی۔ یہ ذہین اور صحت مند بچہ کھلی فضا میں جانے کے لئے مچلتا رہتا تھا۔ اُس کی پُر احتجاج بلند آواز باہر گلی تک سنائی دیتی تھی۔

ایک خوف ناک رات کو تیز آندھی چل رہی تھی۔ یوکبد نے دیکھا کہ عمرام بستر پر لیٹا اپنی پریشانیوں میں اُلجھا ہوا کروٹ پہ کروٹ بدل رہا ہے۔ نہیں۔ چاند کا باپ اُس کی مزید مدد نہیں کر سکے گا۔ یوکبد راہنمائی کے لئے اللہ سے دعا مانگنے لگی۔ ایک تیز جھکڑ نے اُن کی جھونپڑی کو ہلا کر رکھ دیا۔ اچانک اُس کا خیال اُن ٹوکریوں کی طرف پلٹ گیا جو مصری نیل دیوتا کے لئے تحفوں سے بھر کر دریا میں چھوڑ دیتے تھے تاکہ کوئی اُن کو ڈھونڈ نکالے۔ ٹوکری نکالنے والے کو نیل دیوتا کی طرف سے یہ شرف حاصل ہوتا تھا کہ وہ اُس میں موجود سب کچھ لے لے۔ سوچتے سوچتے یوکبد کو ایک ترکیب سوجھی۔ کیوں نہ مَیں بھی ایک ایسی ہی ٹوکری بنا کر اُس میں چاند کو ڈال کر دریا میں رکھ دوں۔

پہلے تو یوکبد کا دل اِس خیال سے سہم گیا کہ وہ اپنے دل کے ٹکڑے کو کسی اَور کے پاس جانے کے لئے یوں چھوڑ دے۔ اور پھر اگر چاند نے خود ہی اُس کشتی کو اُلٹ دیا تو یہ اَور بھی بُرا ہو گا۔ اور؟ تو بھی یوکبد اِس کے بارے میں جتنا سوچتی اُتنا ہی اُسے اِس بات کا یقین ہوتا جاتا کہ ایسا ہی کرنا چاہئے۔ اُسے یوں محسوس ہوتا تھا کہ بات رب کی طرف سے ہے۔

اُس کے خاوند عمرام نے بھی اُس کی تجویز کو مان لیا۔ اُنہیں اپنے بیٹے کو رب کی حفاظت میں سونپنا ہی پڑا۔ اللّٰہ ہی اُن کی واحد اُمید تھا۔ وہ یقیناً چاند کی رکھوالی کر کے صحیح شخص کو بھیجے گا جو اُسے اپنے گھر لے جائے گا۔ آہ! ننھے بیٹے سے جدائی کا غم کتنا شدید تھا! جب عمرام اپنے کام پر جانے لگا تو اُس نے جلدی سے اپنے بیٹے کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ آنسو اُس کی آنکھوں میں اُمڈے چلے آ رہے تھے۔ وہ لاکھ اُنہیں چھپاتا لیکن وہ نہ چھپنے والے تھے۔

اور پھر جدائی کا وہ اذیت ناک لمحہ بھی آ پہنچا۔ ربقہ ہارون کی دیکھ بھال کر رہی تھی تاکہ اُس کی طرف سے اُن کے کام کو کوئی خطرہ نہ ہو۔

مریم کو اِس مشن میں ماں کا ہاتھ بٹانا پڑا۔ چاند کو آخری بار دودھ پیتے ہوئے دیکھتے دیکھتے بچے کی پیاری پیاری آنکھیں بند ہوگئیں، ننھی سی مُٹھی اپنی ماں کی چھاتی سے سرک کر نیچے ڈھلک گئی اور چاند کے دودھ بھرے منہ پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ تب اُن کے دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔ اُس مُنے سے ملائم جسم کی قسمت میں ماں کی قربت بس اب چند لمحوں تک کے لئے تھی۔

جب چاند گہری نیند سو گیا تو ماں نے اپنے منصوبے پر عمل کرنے کے لئے اپنے دل کو مضبوط کیا۔ کانپتے ہاتھوں سے اُس نے اپنے سوئے ہوئے لاڈلے کو ٹوکری میں رکھا، اُسے ڈھکنے سے ڈھانپا اور دونوں ماں بیٹی جلدی جلدی بستی سے روانہ ہوگئیں۔ جذبات کی شدت سے اُن کے حلق میں کانٹے چبھ رہے تھے۔ وہ مصریوں سے بچتی بچاتی بڑھی چلی جا رہی تھیں۔ خدا کرکے وہ دریائے نیل پر جا پہنچیں۔ ایک گہری سانس بھر کر یوکبد نے اُس چھوٹی ٹوکری کو سرکنڈوں کے بیچ میں رکھ دیا۔ وہ لرزتے ہوئے سیدھی کھڑی ہوگئی۔ اُسے یہ جان کر حیرت ہو رہی تھی کہ میرا دل ابھی تک بند کیوں نہیں ہوا۔

"مریم بیٹی! بھائی کے پاس ہی یہاں کہیں سرکنڈوں میں چھپ جاؤ اور دیکھتی رہنا کہ اُس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ ڈرنا نہیں۔ رب تم دونوں کی رکھوالی کر رہا ہے۔" یہ کہہ کر یوکبد واپس اپنے گھر چل دی۔ لیکن جیسے جیسے وہ اپنے بیٹے سے دُور ہوتی جاتی تھی ہر قدم پر ممتا کی فطری پریشانیوں کا آسیب اُس پر طاری ہوتا جا رہا تھا۔ اپنی انتہائی پریشانی میں اُس نے رب سے لَو لگا لی، "اے قادرِ مطلق رب! تُو ہی میرے بیٹے کا سرپرست ہے۔ میرے بے بس بیٹے کی نگہبانی کر۔"

ربقہ ڈبڈبائی آنکھوں سے ہارون کے ساتھ کھڑی پہلے ہی سے منتظر تھی۔ ہارون نے جلد ہی بھانپ لیا کہ چاند ہمیشہ کے لئے چلا گیا ہے۔ "امّی جی! مجھے چاند چاہئے۔" وہ اپنی ماں سے چمٹ کر رونے لگا۔ دونوں عورتیں ابھی تک اُسے تسلی دینے کی کوشش کر رہی تھیں کہ اِتنے میں مریم طوفان باد و باراں کی طرح آ دھمکی۔ "امّی جی! جلدی کریں۔ شہزادی فرعون کی بیٹی آپ کو بُلا رہی ہے۔" وہ اِتنی بُری طرح سے ہانپ رہی تھی کہ سانس لینا بھی مشکل ہو رہا تھا۔ وہ اپنی ماں کو بازوؤں سے پکڑ کر

کھینچتی چلی جا رہی تھی۔ دونوں جتنی جلدی ہو سکے تیز تیز چلتی ہوئی واپس دریا تک آ گئیں۔

"امّی جی! آپ کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد شہزادی اپنی خادماؤں کے ساتھ وہاں چلی آئی تھی۔" مریم نے اپنا سانس سنبھالتے ہوئے کہا۔ "شہزادی کی سہیلیاں دریا کے ساتھ ساتھ ٹہل رہی تھیں کہ اچانک چاند نے رونا شروع کر دیا۔ پہلے تو آواز دھیمی تھی۔ لیکن پھر تو زور زور سے رونے لگا۔ امّی جی! کاش آپ چاند کی آواز سنتے وقت اُن کے چہرے دیکھتیں! وہ بھی پاگل ہوئی جا رہی تھیں کیونکہ وہ چاند کی مدد کرنا چاہتی تھیں لیکن اُس کو دیکھ نہیں سکتی تھیں۔ اور پھر شہزادی کی جان میں جان آئی اور وہ پکارنے لگی، 'یہ رہا۔' اُن میں سے ایک سہیلی جلدی سے ٹوکری اُٹھا لائی۔ امّی جی! شہزادی نے ٹوکری کو خود اپنے ہاتھوں سے کھولا اور جیسے ہی اُس کی نظر ہمارے چاند پر پڑی اُس کے دل میں رحم بھر آیا۔ 'یہ اسرائیلیوں کے بچوں میں سے ایک ہے،' وہ کہنے لگی اور پریشان ہو گئی کہ اِس بھوکے بچے کی کس طرح مدد کرے۔" مریم خوشی سے آنکھیں مٹکاتی ہوئی بولی، "امّی جی، مجھے

اُسی وقت پتہ چل گیا کہ اب میری باری ہے۔ مَیں دوڑ کر آگے بڑھی اور بچے کے لئے کوئی اسرائیلی دایہ لانے کے لئے پوچھا۔“

”شاباش! میری بیٹی بڑی ذہین ہے۔“ دُور سے یوکبد کو چاند کے رونے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ شہزادی اور اُس کی سہیلیاں اُس کے گرد جمع ہو کر اُسے چپ کرانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ یوکبد نہایت سادہ انداز سے آداب بجا لائی جس پر شہزادی نے بظاہر کوئی دھیان نہ دیا۔ اُسے چاند پر پیار آ رہا تھا۔

فرعون کی بیٹی نے یوکبد پر اُوپر سے نیچے تک نظر ڈالی۔ وہ خاصی مطمئن نظر آ رہی تھی۔ بچے کی چیخوں میں وہ یوکبد کو ہدایات دینے لگی، ”بچے کو لے جاؤ اور اُسے میرے لئے دودھ پلایا کرو۔ مَیں تمہیں اِس کا معاوضہ دوں گی۔“ چنانچہ بچے کی ماں نے اُسے دودھ پلانے کے لئے لے لیا۔[a]

غالباً پہلی بار کسی نے شہزادی فرعون کی بیٹی کو اِس بُری طرح پریشان کیا تھا، اور وہ بھی ایک چھوٹے سے بچے نے۔ یوکبد کو یقین

---

[a]خُروج 9:2

ہو گیا تھا کہ شہزادی کے دل میں ممتا ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔ مادرانہ شفقت کی آگ بچے کی تکلیف کو نہیں دیکھ سکتی تھی۔

جیسے ہی چاند نے ماں کی بانہوں میں سمٹ کر رونا بند کیا شہزادی اور اُس کی سہیلیوں کے چہروں پر اطمینان بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔

شام کو جب عمرام گھر واپس لوٹا تو اُس نے ساری باتیں بڑے شوق سے سُنیں۔ اُس نے سوچا یقیناً اِس بچے کے بارے میں اللہ کے خیالات بہت بلند ہیں۔ باپ نے اپنے لاڈلے بیٹے کو سینے سے لگا لیا اور اپنے کُھردرے ہاتھوں سے نرم و نازک بچے کو چمکارنے لگا۔ اُسے ایک بات بڑی اہم معلوم ہو رہی تھی۔ وہ یہ کہ جو تھوڑا سا وقت ملا ہے لازم ہے کہ ہم اُسے غنیمت جانتے ہوئے ننھے کو اللہ کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بتائیں۔

جُدائی

ہارون اور مریم کی طرح اب چار سالہ چاند بھی اپنے والدین کو امّی اور ابو کہہ کر پکارا کرتا تھا۔ تو بھی ایک روز اُنہیں ایک بار پھر یاد کروایا گیا کہ فرعون کی بیٹی نے اب اُسے اپنا بیٹا تسلیم کرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور جلد ہی چاند کو شہزادی کے ساتھ محل میں رہنا ہو گا۔ اُس صبح سولہ سالہ مریم معمول کے مطابق روٹیاں پکا رہی تھی اور معمول کے مطابق چاند اُس کی مدد کرنے پر ضد کر رہا تھا۔ جب اُسے اپنی روٹی خود گھڑنے کی اجازت مل گئی تو اُس کی آنکھیں خوشی سے چمک اُٹھیں۔

"دیکھئے دیکھئے امّی جی، اب میری روٹی پکنے کے لئے بالکل تیار ہے۔" چاند کو اپنے گھر کا محبت بھرا ماحول بہت پسند تھا۔ وہ اپنے آپ کو اپنے والدین کے پیار میں بڑا محفوظ سمجھتا تھا۔

ایک دن گلی میں جیسے ہی گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ یوکبد نے اُس آواز کو سمجھتے ہوئے کان لگا دیئے۔ کوئی بات ضرور تھی کیونکہ چاند ہانپتا کانپتا بھاگتا چلا آ رہا تھا۔ یوکبد کا دل دھک سے رہ گیا۔

"ام۔ م۔ می جی، م۔ م۔ مصری آ گئے ہیں۔' چاند ہکلاتے ہوئے کہنے لگا۔ ایسے جذباتی موقعوں پر اکثر اُس کی زبان ہکلا جایا کرتی تھی۔ یوکبد کے تو جانو کسی نے کلیجے میں چُھرا ہی گھونپ دیا۔ "تو کیا شہزادی نے چاند کو لے جانے کے لئے کسی کو بھیجا ہے؟" وہ تو واقعی شہزادی کے قاصد نکلے جو باقاعدگی سے اُس کا معاوضہ لے کر آیا کرتے تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تاکنے جھانکنے والے ہم سائے بگھی کے گرد جمع ہو گئے اور حاسدانہ انداز میں آپس میں باتیں کرنے لگے، "ذرا دیکھنا تو شہزادی اپنے لاڈلے کو کتنی ساری چیزیں بھیجتی رہتی ہے!"

افسوس اُن دنوں یوکبد کا گھر اُن کے گھروں سے بالکل کٹا ہوا تھا۔ فرعون کی بیٹی کی دایہ ہونے کی وجہ سے اُس کو بن سنور کر اور صاف ستھرا رہنا پڑتا تھا۔ خاص طور پر اِس لئے بھی کہ مصری صفائی کے بارے میں بہت زیادہ وہمی ہوتے تھے۔

ایک بھاری آواز سنائی دی۔ "اِس عمدہ ریشمی لباس میں تو چاند بالکل شہزادہ لگتا ہے۔" ربقہ نے بلند آواز میں عورتوں کو للکار کر کہا، "چاند تو چیتھڑوں میں بھی شہزادہ ہی لگے گا۔ وہ کوئی معمولی بچہ نہیں ہے۔" اُس کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ اُن عورتوں میں سب سے زیادہ حسد کرنے والی کو بھی ربقہ کی بات ماننا پڑتا تھا۔ وہ سب عمرام کے گھرانے کو اچھی طرح سے جانتی تھیں جو کہ شہزادی سے چاند کی دیکھ بھال کا اِتنا زیادہ معاوضہ ملنے کے باوجود اِتنا حلیم تھا۔ چاند کا باپ دیگر مردوں کی طرح اب بھی ٹاٹ کا لباس پہن کر کام پر جایا کرتا تھا۔

مصری نے بڑی مستعدی سے چاند کو سلامی دی اور تحفے پکڑا دیئے۔ پھر وہ بچے کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے اُس سے باتیں کرنے لگا تاکہ وہ شہزادی کو اُس کی خیر و عافیت اور نشو و نما کے بارے میں اطلاع دے

سکے۔ آج جب اُس نے چاند کے نرم و ملائم پیارے سے چہرے کو دیکھا اور اُس کے ذہانت سے بھرپور جواب سنے تو بہت متاثر ہوا۔
"بہت جلد آپ محل میں آ کر اپنی اماں حضور، عالی مرتبت شہزادی دُخترِ فرعون کے ساتھ رہیں گے۔ آپ کی اماں حضور بڑی بے چینی سے منتظر ہیں کہ آپ اُن کے ساتھ آ کر رہیں۔" پھر یوکبد سے مخاطب ہو کر اُس نے اطلاعاً کہا، "ایک مہینے تک مَیں تمہیں اور بچے کو لینے کے لئے آؤں گا۔ عالی مرتبت شہزادی دُخترِ فرعون چاہتی ہیں کہ تم خود آ کر بچہ اُن کے سپرد کرو۔ اگلے ماہ کے پہلے دن کو صبح تیار رہنا۔" یہ قاصد کبھی بھی بات کو طول نہیں دیتا تھا۔ ہمیشہ جتنی جلدی ہو سکتا اسرائیلیوں کی اُس بستی سے نکلنے کی کوشش کرتا تھا۔ اُس نے ایک بار پھر چاند کو سلامی دی اور چلتا بنا۔

ماں کا دل کانپ اُٹھا۔ جُدائی کا لمحہ اُس کی آنکھوں میں سمایا رہتا تھا کہ اب اُس کا بیٹا اُن بے دین بُت پرستوں میں جا کر بسنے والا ہے۔
"امّی جی! یہ آدمی مجھے ہمیشہ را کا بیٹا کیوں کہتا ہے؟" چاند نے پوچھا۔

"کیونکہ شہزادی دُخترِ فرعون نے تمہیں اپنا بیٹا بنا لیا ہے اِس لئے جلد ہی تم فرعون کے نواسے بن جاؤ گے جو اپنے آپ کو 'را کا بیٹا' کہلواتا ہے۔ ڈرو نہیں میری جان، نیل دیوتا نے تمہیں شہزادی کو نہیں دیا بلکہ یہ کام زندہ خدا کا ہے۔ وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ تم صرف اِتنا کرنا کہ رب کو ہمیشہ یاد رکھنا جس نے تمہیں خلق کیا ہے۔ وہ تمہیں پیار کرتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ تم بھی اُسے پیار کرو۔"

"اماں،" یوکبد نے چاند کی بے چینی کو بھانپ لیا۔ وہ جانتی تھی کہ ایک چار سالہ بچے کے لئے ایک ایسی ماں کو قبول کرنا آسان نہیں ہے جس کو کہ وہ جانتا ہی نہیں۔ اُسے ہر وقت اُس دنیا میں جانے کے لئے تیار رہنا پڑ رہا تھا جو اُس کے لئے بالکل غیر مانوس تھی۔ تو بھی یوکبد کی جان میں جان آئی جب اُس نے دیکھا کہ اِتنا پریشان ہونے کے باوجود وہ اپنے آٹھ سالہ بھائی ہارون کے ساتھ بھاگا دوڑا پھر رہا ہے۔ اُس وقت سے وہ اکثر پوچھتا رہتا تھا کہ مریم کہاں چلی گئی ہے۔ اِس سے ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے پورے گھرانے کو اپنے آس پاس دیکھنا چاہتا تھا۔

"اب مریم بڑی ہوگئی ہے،" ماں نے سمجھایا۔ "وہ بستی میں ضرورت مندوں کی مدد کرنا چاہتی ہے۔ آج وہ نوجوان بیوہ دبورہ کا ہاتھ بٹا رہی ہے جس کے چھ بچے ہیں۔ اُس کا شوہر اینٹوں کے بھٹے سے لوٹ کر نہیں آیا۔"

یوکبد نے ٹھنڈی آہ بھری اور کمرے سے باہر نکل گئی۔ لیکن چاند حیرت سے اپنے بھائی ہارون سے پوچھنے لگا، "اُسے کیا ہوا؟" جب اُسے معلوم ہوا کہ اُس کے اِتنے کوڑے مارے گئے کہ وہ مر گیا تو وہ بہت پریشان نظر آنے لگا۔ اُس کے اپنے لوگوں کی تقدیر جنہیں وہ پیار کرتا تھا کتنی بھیانک تھی۔ جب اُس نے اپنی ماں سے پوچھا کہ "اللہ اسرائیلیوں کی مدد کیوں نہیں کرتا؟" تو اُس نے جواب میں کہا، "چاند! وہ بہتر جانتا ہے کہ کب اور کیسے ہماری مدد کرے۔ اُس کی محبت پر کبھی شک نہ کرنا۔"

اُس شام جب عمرام کام پر سے لوٹا تو چاند اذیت سے چلّا اُٹھا، "ابو جی! آپ کی پیٹھ پر تو خون لگا ہوا ہے۔ اُن۔ ن۔ ہوں نے آ۔ آ۔ آپ کو اِتنی بُری طرح سے کیوں پ۔ پ۔ پیٹا ہے؟ ام۔ می جی ذرا پانی لانا۔

م۔ م۔ مَیں خ۔ خون دھو دوں۔'' چاند کی نرمی نے باپ کے زخموں پر مرہم کا کام کیا۔ ایک دُکھ بھری آہ کے ساتھ وہ کھانا کھانے بیٹھ گیا۔

''جلد ہی ہارون بھی کام پر لگ جائے گا۔ خصوصی صلاحیتوں کے مالک لوگ کتنے خوش قسمت ہیں جنہوں نے سونے اور پتھروں کا کام کرنے کی تربیت حاصل کی ہوئی ہے اور وہ بھی جو خوب صورت نمونے بُننے کے ماہر ہیں۔ وہ کوڑوں کی مار سے تو بچے رہتے ہیں،'' عمرام نے بڑی مشکل سے نوالہ نگلتے ہوئے کہا۔ ''یوکبد، آج مجھے معلوم ہوا ہے کہ مِصر میں سوائے فرعون کے کوئی شخص بھی آزاد نہیں ہے۔ غلاموں کی ہر صف پر اسرائیلی محافظ معمور کئے گئے ہیں جو اپنے غلام بھائیوں سے کام کرواتے اور اُن کی نگرانی کے بھی ذمے دار ہیں۔ فرعون کے دربار کے اُمرا، سردار پجاری اور ناظمِ اعلیٰ کا ملکی اُمور کے نظام میں کچھ اِس طرح سے تانا بانا بنا ہوا ہے کہ وہ سب کے سب فرعون کے غلام ہو کر رہ گئے ہیں۔ مصر کی ساری دولت مویشیوں سے لے کر فصلوں اور دست کاروں کے تیار کردہ مال تک ریاست کی، فرعون کی یا پھر مندر کی ملکیت ہے۔ جیسا کہ تم جانتی ہو کہ دست کاروں اور مزدوروں کو

اُن کی پیداوار میں سے اُن کے درجے اور کام کی نوعیت کے مطابق اجرت ملتی ہے۔ ہنرمند اور بے ہنر شخص میں امتیاز بس اِتنا ہے کہ ہنر مند کارندوں کے نصیب میں ذرا بہتر خوراک اور کچھ زیادہ عزت ہوتی ہے۔"

چاند اپنے باپ کی گود میں سرک گیا اور اپنی نرم و نازک انگلیوں سے اُس کی داڑھی کو چھیڑنے لگا۔ "جو مصری آج یہاں آیا تھا اُس کی داڑھی تو نہیں تھی۔ اُس کے گالوں پر تو ایک بال بھی نہیں تھا۔" وہ مسلسل بولتا جا رہا تھا۔

"کون تھا وہ؟" عمرام سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ اور پھر جب اُس کو اُس کے بیٹے کی قسمت کا فیصلہ بتایا گیا تو اُس کا دل بوجھل ہو گیا۔ اپنے اِس قیمتی سرمائے سے جدائی کتنی مشکل ہو گی۔ چاند اُس کی گود سے چپکے سے کھسک کر نکل چکا تھا۔ وہ بڑی بے تابی سے اپنے تحفوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا، "وہ آدمی یہ سب چیزیں میرے لئے لایا ہے۔ یہ سب کچھ میرا ہے۔"

"یہ تو تمہاری اماں حضور شہزادی دُخترِ فرعون کی بڑی مہربانی ہے بیٹا، وہ تم سے بہت پیار کرتی ہیں۔ لیکن یہ کبھی نہ بھولنا کہ مِصر کی سب عمدہ چیزیں اللہ کی محبت کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہیں۔ وہ ہمارا خالق ہے، وہ چاہتا ہے کہ ہم بھی اُسے پیار کریں۔"

چاند نے بڑی سنجیدگی سے ہاں میں سر ہلا دیا۔ تو بھی وہ پورے دن کی رُوداد سناتے سناتے آخرکار اپنے بستر پر سمٹ کر سو گیا۔

عمرام ٹھنڈی آہ بھرتے ہوئے کہنے لگا، "اپنے بیٹے کو اُس بے دین ماحول میں بھیجنے کا خیال آتے ہی میرا دل سہم سا جاتا ہے۔" یوکبد کے چہرے پر دل میں اُٹھنے والے تلاطُم کے آثار نمایاں تھے۔ انجامِ کار اُس کا ایمان اُس کی کیفیت پر حاوی ہو گیا۔ اُس نے اپنی گہری سیاہ چمک دار آنکھوں سے جن کے پیچھے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈنے کو بے تاب تھا عمرام کو دیکھا اور دھیرے دھیرے لہجے میں اُس کی ڈھارس بندھاتے ہوئے کہنے لگی، "اللہ نے میرے بچے کی جان بچا لی جب مَیں نے اُسے دریا کے کنارے ڈال دیا تھا۔ بے شک وہ جس نے میرے چاند

کو مگرمچھوں اور دیگر تمام خطروں سے محفوظ رکھا اب بھی اُس ناپاک اور بے دین ماحول میں اُس کی حفاظت کرے گا۔"

عمرام نے اپنی ٹھوڑی کو اپنے کام سے تھکے ماندے ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے کہا، "مجھے اب یوں محسوس ہوتا ہے جیسے رب پوچھ رہا ہو، کیا تمہیں مجھ سے پیار ہے؟ کیا تمہیں سب چیزوں سے زیادہ مجھ سے پیار ہے؟ کیا اپنے بیٹے سے بھی زیادہ؟ مجھے بزرگ ابراہیم یاد آتے ہیں جنہیں اللہ نے اُن کے بڑھاپے میں اُن کے بیٹے اسحاق کی قربانی مانگ کر آزمایا تھا۔ ذرا تصور کرو، قربان کرنے کی جگہ تک پہنچنے کے لئے تین دن کے لمبے سفر کے دوران بزرگ ابراہیم نے کیسی اذیت برداشت کی ہو گی۔ ذرا سوچو، اُن کے ذہن میں کیسے کیسے خیال آئے ہوں گے جب اُن کا بیٹا باپ پر پورا اعتماد کرتے ہوئے خاموشی سے اُن کے ساتھ چل رہا تھا۔ جب باپ نے اپنے بیٹے کو باندھا، اُس کو قربان گاہ پر رکھ دیا اور اُسے ذبح کرنے کے لئے تیز چُھری اُٹھائی تو اُس وقت اُن کے دل پر کیا گزری ہو گی۔"

”ہاں، حضرت ابراہیم کو ...“ یوکبد کی آنکھیں بھیگ گئیں، ”رب کے فرشتے نے ایسا کرنے سے روک دیا تھا۔ بزرگ ابراہیم نے اللہ سے اپنے سچے دل سے محبت کو ثابت کر دیا تھا۔ عمرام، اللہ ہمیں بھی آزما رہا ہے۔ اِس مشکل کام میں ہر وقت میرا ساتھ دینے کے لئے آپ کا بہت بہت شکریہ۔ آپ ہی نے مجھے چاند کو چھپانے کا حوصلہ دیا تھا اگرچہ ایسا کرنے میں ہم دونوں موت کو دعوت دے رہے تھے۔ آپ ہی نے جھاڑیوں میں اِس ٹوکری کو چھپانے میں میری ہمت بندھائی تھی۔ اِس مشکل وقت میں ایک بار پھر ہم رب سے اپنے لئے مضبوط دل کے لئے دعا کریں گے۔“

اگرچہ چاند غنودگی کے عالَم میں اپنے بستر پر لیٹا ہوا تھا تو بھی اُس نے اُن دونوں کی باتیں سُن لی تھیں۔ خدا سے اُن کی گہری محبت اور اُن کی اِس سوچ نے کہ وہ اُن کی مدد کرے گا اُس کے دل پر اَن مٹ نقوش ثبت کر دیئے۔

جُشن کے علاقے میں واقع اُس گھر میں چاند کی یہ آخری شام تھی۔ اُس نے اپنا تمام تر قیمتی خزانہ اِکٹھا کیا۔ اُس کی ماں دوزانو ہو کر اُس کے پاس بیٹھ گئی۔ اُسے بات کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ آخر وہ کہنے لگی، ”چاند! یہ سب تو پرانی چیزیں ہیں، بہتر ہے کہ اُنہیں یہیں چھوڑ جاؤ۔ تمہاری اماں حضور شہزادی دُخترِ فرعون نے تو پہلے ہی سے تمہارے لئے بڑی اچھی چیزیں لے رکھی ہیں۔“

چاند کی آنکھیں خوف سے کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ ”تو کیا مجھے ہر ایک چیز چھوڑنی پڑے گی؟ مہربانی سے مجھے اپنا تکیہ تو ساتھ لے جانے دیں۔ اور مٹی کی ایک چھوٹی سی گائے بھی جو ہارون بھائی نے میرے لئے بنائی ہے۔ مَیں اِنہیں چھپا لوں گا۔“

چاند کو اپنا یہ قیمتی خزانہ مریم اور ہارون کے حوالے کرتے دیکھ کر یوکبد کا کلیجا کٹ کے رہ گیا۔ ”میرے پیچھے میرے بستر پر کوئی نہیں سوئے گا۔“ چاند نے باری باری سب کو دیکھتے ہوئے زور سے کہا۔ ”مَیں گھر آتا جاتا رہوں گا۔“ تو بھی یہ سمجھ دار اور حساس لڑکا بھانپ رہا تھا کہ یہ جُدائی ہمیشہ کے لئے ہے۔ اُس رات اپنی آنکھیں بند کرنے سے پہلے اُس

نے اپنی ماں کو پکارا۔ بچے کی معصوم آنکھوں میں گھٹائیں اُمڈ آئی تھیں۔ وہ اپنی ماں کے ممتا بھرے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا، ”امّی جی، جب آپ مجھے محل میں چھوڑ آئیں گی تو اُس وقت رب میرے ساتھ رہے گا نا؟“

اُس کی امّی نے بڑے پیار سے اُس کے پریشان ذہن کو مطمئن کرنے کے لئے سہلاتے ہوئے کہا، ”ہاں چاند! یقیناً ہمارا رب تمہارے ساتھ رہے گا۔“

اور پھر یوکبد نے اپنے آنسوؤں کو چھپانے کے لئے اپنا سر بیٹے کے سینے پر ٹکا دیا۔

شہزادے موسیٰ کا پختہ عزم

مصر کے دار الحکومت پر جنونی کیفیت طاری تھی۔ شہزادی دُخترِ فرعون کے بیٹے موسیٰ نے ابیسینیا کے دار الحکومت میں اپنی امتیازی حیثیت کا لوہا منوا لیا تھا۔ شہزادے موسیٰ کی قیادت میں لشکر پہلے ہی بہت سی فتوحات کر چکا تھا۔ اگلے روز رعمسیس میں لشکر سمیت فاتح کی آمد متوقع تھی۔ شہر کے دروازے سے لے کر شاہی محل تک استقبال کے لئے بڑے بڑے بَینر لگے ہوئے تھے۔ مصری جھنڈے اور جھنڈیاں کثرت سے لہرا رہی تھیں۔ شہزادے کی واپسی کی خوشی میں محل میں جشن کا سا سماں تھا۔ چونکہ شہزادی دخترِ فرعون اُس عظیم لمحے کے سواگت کی تیاری

کے لئے تازہ دم ہونے کی خاطر آرام فرما رہی تھی اِس لئے اُس کی تمام خادماؤں کو تھوڑی فراغت نصیب ہو گئی تھی۔ ایک جھروکے سے اُن کے سلیقے سے آراستہ سر آتے جاتے نظر آ رہے تھے۔ وہ محل کی سجاوٹ، جھنڈیوں اور تیوہاری سرگرمیوں اور تقریب کی تیاری میں ہونے والی چہل پہل کو تعریف کی نظر سے دیکھ رہی تھیں۔ اصل میں جب حضرت موسیٰ اُس محل میں رہنے کے لئے آئے تھے اُس وقت اُن میں سے کچھ خادمائیں شہزادی کے پاس موجود تھیں۔ جس طرح حضرت موسیٰ کی ماں اُن سے انتہائی محبت کرتی تھی اُسی طرح وہ بھی شیدائی تھیں۔ اُن میں سے ایک بڑے مادرانہ فخر سے پکار کر بولی، "دیکھا تم نے، لوگ کتنی خوشی سے شہزادے کی آمد کی تیاریاں کر رہے ہیں؟ یہاں تک کہ باورچی خانے میں بھی ضیافت کی تیاری کرتے ہوئے سُکھ کی فضا چھائی ہوئی ہے۔"

ایک اور نے ماضی کے جھروکے سے پرانی یاد تازہ کرتے ہوئے کہا، "مجھے تو یہ کل کی بات لگتی ہے جب شہزادہ اپنی اسرائیلی دایہ کے ساتھ اِس محل میں آیا۔ اور دیکھو، پورے 40 سال گزر گئے ہیں۔ یہ جگہ

حساس شہزادے کو کتنی اجنبی سی لگتی تھی۔ جب وہ اپنی دایہ کے ساتھ آیا تو کتنا شرمیلا سا تھا۔ لیکن جیسے ہی وہ اپنی اماں حضور شہزادی دُخترِ فرعون سے ملا بالکل اصلی شہزادہ لگنے لگا۔ اور پھر جب نوعمر شہزادہ شہزادی حضور کے ساتھ محل میں پھرا کرتا تھا تو وہ اِس طرح سے آداب کا جواب دیا کرتا تھا جیسے شروع سے محل میں ہی پلا بڑھا ہو۔ را دیوتا ہماری شہزادی حضور پر فضل کرے۔ وہ اُس بچے کی قابلِ تعریف ماں ثابت ہوئی ہیں۔ یقین جانو، وہ اُس کی خاطر شیرنی کی طرح لڑا کرتی تھیں۔ آج بھی جب وہ شہزادے کے ساتھ شاہی بگھی میں شہزادوں کے تمام تر لوازمات کے ساتھ جا رہی ہوتی ہیں تو گویا اُن کو اپنی تمام تر اذیتوں کا صِلہ مل جاتا ہے۔"

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، "جب پہلی بار شہزادہ حاضر ہوا تو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنا رہا۔ محل میں ہر زبان پر بس ننھے شہزادے ہی کا ذکر تھا۔ وہ بالکل دیوتاؤں جیسا لگتا تھا۔ باورچی خانے کے عملے سے لے کر محافظوں تک، وزیر اور پجاری سب ہی اُس پُرکشش بچے ہی کے نام

کی مالا جپتے رہتے تھے۔ کہیں ایسا تو نہیں تھا کہ دیوتا خود اُس بچے کو شہزادی دُخترِ فرعون کے لئے دریا کے کنارے چھوڑ گئے تھے؟"

شہزادی دُخترِ فرعون کی قریب ترین خادمہ نے یادداشت کو دہراتے ہوئے کہا، "جب شہزادہ محل میں آیا تو شہزادی صاحبہ نے اُسے نام دیا۔ وہ اُسے بڑے پیار سے اپنی باہوں میں لے کر کہنے لگیں، 'آج سے تمہارا نام موسیٰ ہے، جس کا مطلب ہے پانی سے نکالا ہوا۔ پتہ ہے مَیں نے تمہیں دریائے نیل سے باہر نکالا ہے۔ اُس وقت تم مُنّے سے بچے تھے۔' جواب میں اُس اجنبی بچے نے جو کہ ہکلا کر بولتا تھا اپنی نرم و گداز باہیں شہزادی کی گردن کے گرد حمائل کرتے ہوئے کہا، 'اللہ نے آپ کو دریائے نیل کے ساحل پر لا کر وہ ننھی کشتی دکھائی جس کے اندر مَیں پڑا تھا۔' شہزادی کا چہرہ مارے ممتا کے کس طرح تمتما اُٹھا۔"

ایک نگران خاتون ہنس کر بات جاری رکھتے ہوئے بولی، "یاد ہے وہ مٹی کی چھوٹی سی گائے جو کسی نے اُس سے لینا چاہی تھی؟ شہزادی حضور نے مادرانہ شفقت سے مجبور ہو کر اُس کے پاس ہی رہنے دی تھی۔

وہ گائے اُس کے پرانے گھر کی ایک چھوٹی سی یادگار تھی۔ محبت کے اِس معمولی سے اظہار سے شہزادی نے اُس کا دل جیت لیا تھا۔"

ایک دوسری خاتون ہاں میں ہاں ملا کر بولی، "اور یاد ہے وہ وقت جب اُسے گھر کی یاد اِتنی بُری طرح سے ستانے لگی کہ اُس نے محل سے بھاگ جانے کی کوشش کی؟ اُسے اِس بات کی خبر تک نہ تھی کہ ہر وقت اُس کی کڑی نگرانی کی جا رہی ہے؟ بے شک وہ زیادہ دُور تو نہیں جا سکا۔ اُس کو فوراً دوبارہ اُس کی ماں کے حوالے کر دیا گیا۔ تو بھی یہ جان کر وہ بہت اداس ہو گیا کہ وہ یہاں اپنی مرضی سے آزادانہ گھوم پھر نہیں سکتا۔ لیکن شہزادی حضور کو اُس کے اِس دکھ کا شدت سے احساس ہو گیا۔ لہٰذا وہ اُس کو پہلے سے بھی زیادہ پیار کرنے لگیں۔ اُنہیں یقین ہے کہ دیوتاؤں نے اُسے بڑے بڑے کارناموں کے لئے چن لیا ہے۔"

"یاد ہے وہ وقت جب شاہی تربیت گاہ میں زندگی اُس کے لئے مشکل ہو گئی۔ وہاں کا نظم و ضبط اِتنا سخت تھا کہ وہ چھڑی کے استعمال سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ دیکھ کر شہزادی اُس کے دکھ میں

برابر کی شریک رہی۔ میرا خیال ہے کہ جب شہزادے نے دینی پیشہ اپنانے کے بجائے عسکری تربیت کا انتخاب کیا تو اُس وقت ہماری شہزادی حضور کی کچھ دل شکنی بھی ہوئی۔"

دیوتاؤں سے حضرت موسیٰ کی شدید نفرت کا شروع ہی سے اظہار اُنہیں ابھی تک یاد تھا۔ اِس سبب سے پروہت اُس سے دشمنی رکھتے تھے۔ محل کے دیگر لوگ شہزادے کو اِس وجہ سے شک کی نگاہ سے دیکھتے تھے کہ اُس کی رگوں میں غیر مصری خون دوڑتا تھا۔ فرعون کے بارہ بیٹے فوت ہو چکے تھے۔ صرف ایک ہی بیٹا رہ گیا تھا جسے باپ کا جانشین بننا تھا۔ اِس لئے عین ممکن تھا کہ ایک نہ ایک دن شہزادہ موسیٰ ہی مصر کے تخت پر بیٹھے۔ ظاہر تھا کہ شہزادی دُخترِ فرعون کی یہی اُمید تھی۔

بادشاہ کے پہنچنے سے ایک دن پہلے لشکر نے آخری بار کھلے میدان میں رات گُزاری۔ شاہی خیمے میں حضرت موسیٰ کروٹیں بدل رہے تھے۔ یہ وہی فاتح مرد تھا جس نے اپنے ملک کے لئے ایک عظیم کارنامہ سر

انجام دیا تھا۔ اُس کا لشکر جہاں سے بھی گُزرتا عوام اُس کی بڑی عزت کر رہے تھے۔ تو بھی شہزادہ اپنے پیشے سے ناخوش تھا۔ بے گناہوں کا خون بہانا، لوگوں کو اُجاڑنا اور اُنہیں غلام بنا کر لے جانا، اِن سب باتوں سے اُسے بے چینی ہوتی تھی۔

حضرت موسیٰ کا دل عیش و عشرت کی زندگی سے خالی تھا۔ آخر وہ سوچنے لگے، میری زندگی کا مقصد کیا ہے؟ کیا مَیں نے تعلیم صرف اِس لئے حاصل کی ہے کہ لوگوں کو ہلاک کروں یا اُنہیں فرعون کے غلام بناؤں؟ کچھ لوگ کم ازکم کسی دیوتا کو تو پوجتے تھے۔ بے شک حضرت موسیٰ کو مصری دیوتاؤں کے بارے میں تعلیم دی گئی تھی۔ یہاں تک کہ جب وہ ابھی چھوٹے ہی تھے تو پجاری نے اُن کو خاصا متاثر کرلیا تھا۔ ”را سورج دیوتا ہے جس نے سب چیزیں بنائی ہیں۔ انسان اُس کی آنکھوں سے تخلیق ہوا ہے اور دیوتا اُس کے منہ کی تخلیق ہیں۔“ اُس ننھے سے بچے کو کئی بار دہرانا پڑتا تھا کہ را سورج دیوتا ہے جو مصر کا دیوتا ہے، اور فرعون را کی انسانی شکل ہے۔

ننھے بچے کو را کی شان میں عالی شان گیت گانے پڑتے تھے۔ آپ جان چکے تھے کہ را کے علاوہ اور بہت سے دیویاں اور دیوتا ہیں جو ایک دوسرے سے حسد کرتے، ایک دوسرے سے لڑتے رہتے اور زہر گھولتے رہتے تھے۔ حضرت موسیٰ طنزاً مسکرا دیا کرتے تھے۔ سورج کی شان و شوکت سے چکا چوندھ ہوتے ہوئے بھی مصری رات اور موت کے پجاری تھے۔ اوسیرس دیوتا جو ابدیت کا بادشاہ اور زمین کا حاکم سمجھا جاتا تھا۔ وہ را ہی کی طرح طاقت ور تھا۔ اعلیٰ افسر اور سردار پجاری ہر فرعون کے جیتے جی اُس کی موت کی تیاریوں میں لگے رہتے تھے۔ مصر کے شاہی مُردوں کے محلات اور اہرام کی تعمیر میں ہزاروں ہزاروں غلام ظالم کوڑوں کی مار کے خوف سے پسینہ پسینہ ہوئے جاتے تھے۔

دیگر لوگ وہ تمام چیزیں تیار کرنے میں مصروف رہتے تھے جو مرنے والے فرعون یا شہزادے اپنے ساتھ لے کر جاتے تھے۔ فرنیچر سے لے کر کھانے تک ہر چیز اُن کی قبروں یعنی عظیم الشان اہرام میں اُن کے ساتھ جاتی تھی۔

حضرت موسیٰ کو سورج کا دیوتا را اور اوسیرس دیوتا دونوں پسند نہیں تھے۔ اسرائیلیوں کا خدا اُن کو کتنا مختلف لگتا تھا جو روشنی، محبت اور شفقت کا خدا تھا۔

حضرت موسیٰ نے خیمے میں سے اپنا سر باہر نکالا۔ فوراً ہی ایک محافظ چست ہو گیا۔ شہزادے نے اُسے تسلی دی، "مجھے تھوڑی سی تازہ ہَوا کھانی ہے۔" اوپر ستارے بڑے سکون بخش انداز میں ٹمٹما رہے تھے۔ اُنہیں وہ بات یاد آئی جو خدا نے بزرگ ابراہیم سے کی تھی۔ "مَیں ... تیری اولاد کو آسمان کے ستاروں اور ساحل کی ریت کی طرح بے شمار ہونے دوں گا۔"[a] تو کیا اللہ تعالیٰ اسرائیلیوں کی اولاد کو کنعان کی سرزمین میں بسائے گا یا پھر یہ محض ایک سنہرا خواب تھا؟

اُن کے خیالات کا دھارا بزرگ حضرت یوسف کی طرف بہہ نکلا جو کسی وقت مصر کے اعلیٰ حاکم ہوتے تھے۔ ابھی تک اُن کی حنوط شدہ لاش اُس دن کے انتظار میں جُشن کے علاقے میں رکھی ہوئی تھی جب سب لوگ فلسطین میں لوٹیں گے۔ حضرت یوسف اپنے خدا کی راہوں

---

[a] پیدائش 17:22

پر چلتے تھے۔ حضرت موسیٰ سوچنے لگے کہ کیا مَیں خود اُن کی مانند نہیں ہوں؟ ایسا آدمی جو کبھی کسی بُت کے سامنے نہیں جھکا ہے؟ وہ کبھی بھی مصر کی دولت سے مطمئن نہیں ہوئے تھے۔ حضرت موسیٰ جیسے جیسے عمر میں بڑھتے جا رہے تھے وہ اِس بات کے قائل ہوتے جا رہے تھے کہ عبرانی جو اپنے آپ کو "اسرائیلی" کہلواتے ہیں اُن کا مستقبل روشن ہے۔ ایک نہ ایک دن اللہ اُنہیں آزاد کر کے فلسطین میں لے جائے گا۔ حضرت موسیٰ قدرے فکرمند تھے کہ کیا اگر مَیں اسرائیلیوں میں نہ ہوا تو وہ مجھے پیچھے چھوڑ جائیں گے؟ جنگ لڑتے وقت اُن کے دِل میں اِس سے کہیں ہولناک جنگ جاری تھی—غلام کی زندگی سے محل کی زندگی میں منتقل ہونے کی جنگ۔ اُن کی سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ وہ ایک ہی وقت میں دو روپ قائم نہیں رکھ سکتے تھے—عبرانیوں کے بیٹے کا روپ بھی اور دُخترِ فرعون کے بیٹے کا روپ بھی۔

یہ بہادر جرنیل اندر سے کسمسایا ہوا تھا۔ وہ اپنی سوتیلی ماں دُخترِ فرعون کو کیسے چھوڑ سکتے تھے جس سے وہ بے پناہ پیار کرتے تھے؟ دوسری طرف آپ کو اسرائیلیوں سے بھی محبت تھی۔ ایک دفعہ تو آپ اپنے

لاغر والدین اور اپنے بھائی ہارون اور بہن مریم سے ملنے میں کام یاب بھی ہوگئے تھے۔ حضرت موسیٰ پر کپکپی طاری ہوگئی تو وہ واپس اپنے خیمے میں کھسک گئے۔ دھیرے دھیرے اُن پر غنودگی غالب آ گئی۔ اگلے ہی روز اُنھیں اپنی مصری ماں سے ملنا تھا۔ اِس دنیا میں وہی اُن کا ایک محفوظ سائبان تھی۔ اُس کے پہلو میں اُن کو احساس ہوتا تھا کہ مجھے کوئی سمجھنے والا بھی ہے۔ اُن کو ایک لاڈلے بیٹے کا سا آرام اُسی کی قربت میں ملتا تھا۔ جب وہ جُدا ہوتے تو اُس کی یاد کتنی بُری طرح سے حضرت موسیٰ کو ستاتی تھی۔

اگلے روز جب حضرت موسیٰ اپنے لشکر کے ساتھ دار الحکومت میں داخل ہوئے تو سڑک کے دونوں طرف کھڑے لوگوں نے پُرزور نعروں کے ساتھ اُن کا پُرتپاک استقبال کیا۔ ”را کا فرزند موسیٰ زندہ باد“ کے نعرے گونج اُٹھے۔

عالی شان بینڈ کی جھنکار اور خوشی سے سرشار ہجوم کے ساتھ ساتھ میں وہ محل تک جا پہنچے۔ فرعون نے اپنے مورچھل بردار خادموں سمیت اُن کا پُرجوش خیر مقدم کیا۔

"ہم تم سے بہت خوش ہیں۔" فرعون نے اپنی کرخت سی آواز میں سنجیدگی سے کہا، "ہم تمہیں مورچھل بردار ہونے کے اعزاز سے نوازتے ہیں اور اپنی بیٹی تمہارے عقد میں دیتے ہیں۔" فاتح کا دل ڈوب گیا۔ مورچھل برداری میں اُنہیں مورچھل سمیت عین فرعون کے تخت کے پیچھے کھڑے ہونا پڑے گا۔ اُنہوں نے اچٹتی سی نظر سردار پجاری پر ڈالی جو اُن کو اپنی جذبات سے خالی بے رونق نظروں میں ناپسندی کے اظہار لئے دیکھ رہا تھا۔

رسمی انداز میں آداب بجا لاتے ہوئے حضرت موسیٰ نے فرعون کا شکریہ ادا کیا جبکہ دل ہی دل میں وہ اپنی سوتیلی ماں سے ملنے کے لئے انتہائی بے چین ہوئے جا رہے تھے۔ شہزادی دُخترِ فرعون نے اپنے بیٹے کے استقبال کے لئے فرطِ جذبات سے بانہیں پھیلا دیں۔ "بیٹے، تمہارا چہرہ دیکھنے کے لئے مَیں تو ترس گئی تھی! گھر آنا مبارک ہو۔ مجھے تم پر بہت فخر ہے۔" یہ دراز قد جرنیل اپنے عالی شان خود میں واقعی قابلِ دید نظر آ رہا تھا۔ لشکر کی کام یاب قیادت نے اُنہیں پُراعتماد بنا دیا تھا۔ شہزادی نے اُن کے پیارے سے چہرے کو اپنے

نازک ہاتھوں سے تھام لیا اور اُن کی شفاف آنکھوں میں مادرانہ شفقت سے متلاشی نظریں گاڑ دیں، پھر سُکھ کا سانس لیا۔ وہ اُس کی نظروں میں اب بھی وہی پُرانا، لاڈلا موسیٰ تھے۔ یہاں تک کہ مردانگی کے اِس مقام پر بھی اُنہوں نے اپنے آپ کو اپنے ارد گرد پھیلی ہوئی اخلاقی بے راہ روی سے پاک رکھا تھا۔

اگلے ہی لمحے وہ نرم و نازک شہزادی اپنے مضبوط بدن والے دراز قد بیٹے کی باہوں میں تھی۔ "امّی حضور! آپ کو یوں بخیر و عافیت دیکھ کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ مَیں بڑی بے چینی سے آپ سے دوبارہ ملنے کے لئے مچل رہا تھا۔"

عرصہ پہلے شہزادی دُخترِ فرعون ایک پُرشباب پھول تھی۔ ماہرانہ بناؤ سنگار کی بدولت اب بھی اُس کے چہرے پر لڑکیوں کی سی نزاکت جھلکتی تھی۔ اُس کی وِگ کے لچھے سنہری تاروں سے گندھے ہوئے تھے جس پر اُس نے ہیروں جڑا سرپوش پہن رکھا تھا۔ سرپوش کے عین سامنے عقاب کا سر لگا ہوا تھا۔ اُس کے ریشمی لباس کی تہیں اُس کے پیروں پر پڑی ہوئی تھیں۔ اُس نے موجود تمام ملازموں کو برخاست کر دیا۔

اب وہ دونوں ہی رہ گئے تھے۔ حضرت موسیٰ تمام واقعات کو دہرانے لگا۔ شہزادی دُخترِ فرعون اپنے بیٹے کی باتوں کو بڑے غور سے سُنتی گئی۔ فتح کے مبارک موقعے کے باوجود حضرت موسیٰ کا دل بڑا بوجھل اور بے چین سا ہو رہا تھا۔ شہزادی اُن کا اعتماد حاصل کرنا چاہتی تھی لیکن اُسے الفاظ نہیں مل رہے تھے۔ وہ دھیرے سے کہنے لگی، "بیٹا! مَیں نے ہمیشہ تمہیں سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ مَیں تمہارے دکھ سُکھ میں شریک ہونا چاہتی ہوں۔ کیا مَیں فرعون تک یہ بات پہنچا دوں کہ وہ اپنی بیٹی کے بارے میں اپنا فیصلہ واپس لے لے؟ کیا یہی تمہاری پریشانی ہے نا؟"

حضرت موسیٰ نے اُس کا ہاتھ تھامتے ہوئے کہا، "شکریہ امی حضور۔ یہ تو آپ کی بڑی مہربانی ہو گی۔" وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور جھک کر بولے، "آپ نے ماضی میں میرے لئے جو کچھ کیا ہے مَیں تو اُس کا بھی بجا طور پر شکریہ ادا نہیں کرسکتا۔ اور جو کچھ آج بھی آپ میرے لئے کرنے کو تیار ہیں اُس کا شکریہ کیوں کر ادا کروں!"

شہزادی دُخترِ فرعون نے بھانپ لیا کہ اُس کے بیٹے کے دل و دماغ میں ایک کشمکش جاری ہے۔ وہ چاہتی تھی کہ جو بات اُن کو اندر ہی اندر کھائے جا رہی ہے اِس کے بارے میں خود اُن کی زبانی سُنے۔ لیکن اپنا راز بتانے کے بجائے حضرت موسیٰ اپنے جنگی تجربات بیان کئے جا رہے تھے۔ وہ بھلا اُسے کیسے بتا سکتے تھے کہ "امی حضور! مَیں بہت دکھی ہوں۔ مَیں آپ لوگوں میں اجنبی ہی رہا ہوں۔ مجھے لگتا ہے میری ذات بٹ کر رہ گئی ہے۔ ایک طرف تو مَیں آپ کو چھوڑنا نہیں چاہتا اور دوسری طرف محبت بھری آواز مجھے میرے لوگوں کی طرف بلاتی ہے جو اِتنا دکھ اُٹھا رہے ہیں۔"

کئی بار کام کی غرض سے حضرت موسیٰ جُشن کے علاقے کے پاس سے گزرے تھے۔ خواہ وہ یہاں سے اپنی سنہری بگھی میں سوار ہو کر گزرتے یا کبھی فرعون کے ذاتی رتھ میں دریائے نیل کے کنارے گشت کر رہے ہوتے اپنے رشتے داروں کے لئے اُن کی فکر بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ یقیناً اُن میں سے بہتوں کے ذہن میں بزرگ ابراہیم کے خدا کی کوئی حقیقت نہیں رہی تھی۔ اُنہیں ایک مددگار کی سخت ضرورت

تھی۔ حضرت موسیٰ سوچنے لگے، "کیا مجھے بزرگ ابراہیم کی اولاد کا ساتھ دینے کے لئے بچایا نہیں گیا؟" اُن کے چہرے پر اعتماد کی جھلک اُبھری۔ "اگر کوئی اُن کی مدد کرسکتا ہے تو اللہ کے علاوہ مَیں ہی ہوں جس نے بہترین تربیت پائی ہے۔ مَیں اپنی اُمت کی ممکنہ حد تک مدد کرنے کے لئے تیار ہوں۔" اُن کے چہرے پر قدرے پریشانی کے آثار نظر آنے لگے۔ "مصر کے دیوتا تو میرے نزدیک اجنبی ہیں۔ کیا مَیں کبھی اپنی اُمت کے خدا سے مانوس ہو پاؤں گا؟ شاید اگر مَیں اپنے لوگوں کی قسمت بنانے میں اُن کا ساتھ دوں تو خدا مجھ پر اپنے آپ کو ظاہر کرکے میرے دل کو اطمینان عطا کر دے۔"

پریشان کُن واقعات

فرعون کو بڑے پرندوں کا شکار کرنے کا بڑا جنون تھا۔ اُس کی پسندیدہ شکارگاہ دریائے نیل کے نچلے ڈیلٹا کے قریب جُشن کے میدان تھے۔ ایسے میں اُس شکارگاہ کے کسی شاہی بنگلے میں حضرت موسیٰ کی چند دن آرام کرنے کی خواہش عین فطری تھی۔ جنگ کے تھکا دینے والے ایام کے بعد فرعون نے شہزادے کی درخواست خوشی سے قبول کر لی۔ بدقسمتی سے شہزادے کو ہر وقت اُس کے محافظ، غلام اور ہر قسم کے دیگر لوگ گھیرے رہتے تھے جن کی معرفت دشمن بڑی آسانی سے اُن کی زندگی کی ہر تفصیل پر کڑی نظر رکھ سکتے تھے۔

شکارگاہ کی طرف جانے کے لئے گھوڑے پر سوار ہونے سے پہلے شہزادے حضرت موسیٰ نے شاہی محل اور وہاں کی اپنی ہر پسندیدہ چیز کو خدا حافظ کہا۔ اُن میں اپنی سوتیلی ماں کو راز بتانے کی ہمت نہیں تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ دونوں ہی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خدا حافظ کہنے کی اذیت سے بچے رہیں۔ جب وہ شکارگاہ کے دلدلی علاقے میں پہنچے تو دل ہی دل میں مسکرا دیئے۔ اِس بار وہ پرندوں کا شکار نہیں کریں گے۔

اگلے روز کی صبح جب حضرت موسیٰ کی آنکھ کھلی تو بڑے ہشاش بشاش تھے۔ آج اُن کو اپنے گھرانے اور اسرائیلیوں سے ملاقات کا موقع ملے گا۔ اُن پر یہ ظاہر کرنا تھا کہ وہ اُنہیں کتنا عزیز رکھتے ہیں۔ اِتنا عزیز کہ اُن کی خاطر وہ اپنی ساری شان و شوکت کو خیر باد کہنے کو بھی تیار ہیں۔ جب اُن کا خدمت گار گھوڑے لے کر آیا تو ابھی پَو نہیں پھٹی تھی۔ بانس کے جُھنڈ اور لمبی جھاڑیوں کے ہیولے مشکل ہی سے نظر آرہے تھے۔ اُنہوں نے اپنی کاٹھی کے تھیلے میں کچھ رقم اور کپڑے ٹھونس لئے اور ایک بار پھر اُن میں مہم جوئی کے سالارِ اعظم کا جوش آیا۔ پھر بڑی سختی سے اپنے

خدمت گار سے کہا، ''مَیں چاہتا ہوں کہ تم اندھے اور بہرے بن جاؤ۔ آج تم نے نہ کچھ دیکھا اور نہ کچھ سنا ہے۔ سمجھے؟''

''جی حضور،'' خدمت گار نے کچھ زیادہ ہی جھکتے ہوئے جواب دیا۔ ''آپ کا حکم سر آنکھوں پر۔'' اُس قابلِ اعتماد آدمی نے پہلے ہی سے ممکنہ مخبری کے لئے اُس علاقے کی تلاشی لے رکھی تھی۔ اُسے خطرے کی گھنٹی سنائی دے رہی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی غیر معمولی بات ہونے والی ہے۔ ہم جُشن میں غلاموں کی بستی جانے کے لئے چپکے سے کھسکنے کو ہیں۔ آخر چھٹی منانے کے لئے وہاں پر ہی جانے کا کیا مطلب؟

اب وہ بڑھتے بڑھتے اسرائیلی غلاموں کی بستیوں تک پہنچ گئے کہ اُس کے آقا نے اُسے رُکنے کے لئے کہا۔ اُس حیرت زدہ خدمت گار کی مشکوک نظریں حضرت موسیٰ کی طرف اُٹھ گئیں۔ اُس کے آقا اپنا لباس اتار رہے تھے۔ وہ جلدی سے مدد کے لئے آگے بڑھا لیکن آقا نے اُسے جانے کا اشارہ کیا۔ آئندہ یہ سب کچھ اُن کو ملازم کے بغیر ہی

کرنا ہو گا۔ خدمت گار کو یہ دیکھ کر انتہائی مایوسی ہوئی جب اُس کے آقا نے غلاموں والا لنگوٹ باندھ لیا۔

"لیکن ... لیکن میرے آقا، مَیں آپ کی حفاظت کا ذمے دار ہوں۔ آپ کو اُن کے سامنے اِس طرح نہیں جانا چاہیئے۔ وہ آپ کو بھی مشقت کرنے پر مجبور کریں گے۔ وہ آپ کے بھی کوڑے ماریں گے، بلکہ ہو سکتا ہے کہ آپ کی جان بھی خطرے میں پڑ جائے۔"

حضرت موسیٰ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ "اُسے مجھ پر چھوڑ دو، یہ میری سردردی ہے۔ بس گھوڑا پکڑو اور جاؤ، عیش کرو۔" پھر آخری ضروری حکم دینے کے لئے پلٹے۔ "اِس سے پہلے کہ یہاں سے جاؤ میرے کپڑے عمرام اور یوکبد کے جھونپڑے میں چھوڑتے جانا۔ تمہیں گھر ڈھونڈنے میں مشکل پیش نہیں آئے گی۔ ایک دفعہ پہلے بھی تم وہاں میرے ساتھ جا چکے ہو۔ دیکھو بھولنا نہیں۔ ٹھیک تین دن کے بعد سورج کے غروب ہوتے وقت مجھے تم اُسی جگہ پر ملنا۔ اگر مَیں نہ آیا تو اکیلے ہی واپس محل میں لوٹ جانا۔"

حضرت موسیٰ تیز قدموں سے چلے گئے۔ خدمت گار اُن کی شکل دیکھتے دیکھتے کچھ مطمئن ہوا۔ سب سے کُند ذہن بندہ بھی اُن کو غلام نہیں سمجھے گا۔ جب وہ نظروں سے اوجھل ہو رہے تھے تو اُن میں وہی حاکمانہ روح نظر آتی تھی—جنرل موسیٰ جو اپنے اختیارات سے باخبر ہے۔ اُن کا حُلیہ ایک غُلام کے حُلیے سے بالکل فرق تھا۔ نہ تو اُن کے کندھے ڈھلکے تھے نہ قدم ہی لڑکھڑا رہے تھے اور نہ نظریں ڈری سہمی اور جھکی ہوئی تھیں۔ اُس کے آقا حضور ایک ایسے جنگ جو کی طرح آگے بڑھ رہے تھے جیسے میدانِ جنگ میں قدم رکھ رہے ہوں۔ وہ یہ سب کچھ فتح کے یقین کے ساتھ کر رہے تھے۔ حضرت موسیٰ کو بڑی اُمید تھی کہ اُن کے بھائی اُن کو اپنا نجات دہندہ قبول کر لیں گے۔ وہ اپنے بھائیوں کی غلامی اور اذیت میں شریک ہو کر اُنہیں اپنی محبت کا ثبوت دینے کو تھے۔

حضرت موسیٰ کی نظروں کے سامنے افق تک گارے سے بھرا ہوا میدان پھیلا ہوا تھا۔ لوگوں کی بے شمار قطاریں اپنے ماہر ہاتھوں سے بڑی بڑی اینٹیں ڈھال رہے تھے۔ جسموں کی یہ سب قطاریں نپی تُلی

تھاپ پر ایک ساتھ کام کرتی تھیں۔ نگران کا کوڑا اُس بے چارے غلام پر زور سے پڑتا جو کام میں پیچھے رہ جاتا۔ لیکن اُن سزا پانے والوں کے نہ تو چہرے نظر آتے اور نہ جسم ہی دکھائی دیتے تھے۔ کیونکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ بالکل جُڑے ہوئے تھے۔ اُن بے چہرے لوگوں کا منظر دیکھ کر جن کے اپنے کوئی حقوق ہی نہیں تھے شہزادہ بھونچکا رہ گیا۔ اُن لوگوں میں شہزادہ کس طرح شریک ہو سکے گا جو اپنی سزا کو پوچھے بغیر قبول کئے ہوئے ہیں! حضرت موسیٰ دل میں اپنی کام یابی پر شک کرنے لگے۔ وہ فرعون کے محل میں اُتنے اجنبی نہیں تھے جتنے اپنے لوگوں میں۔ پھر اُن کو یاد آیا کہ یہ سب حضرت ابراہیم کی اولاد ہیں۔ گو یہ لوگ غلامی کے عادی ہو چکے ہیں پھر بھی اللہ اُن کے لئے بڑے کام کرنے والا ہے۔ یہ سوچ کر اُن کا دل اپنے بھائیوں کے لئے محبت اور ہمدردی سے لبریز ہو گیا اور وہ پھر سے اپنے مشن کو جاری رکھنے پر تیار ہو گئے۔

پھر حضرت موسیٰ نے خشک دلدلی حصے سے غلاموں کی قطاریں دیکھیں جو آگے بڑھی چلی آ رہی تھیں۔ اُنھوں نے لکڑی کے بڑے سے

ڈنڈے کے دونوں طرف لٹکی ہوئی دو ٹوکریاں اُٹھا رکھی تھیں۔ اُن میں رکھا ہوا گارا کچلنے والوں تک پہنچایا جا رہا تھا۔ گارے میں بُھس ملایا جا رہا تھا۔ گارا کچلنے والے اُس گارے میں داخل ہو کر اُسے مزید کچلنے لگے۔

جب وہ اسرائیلی نگران کی تھاپ پر گارا کچل رہے تھے تو اُن کے جسم پسینے سے چمک رہے تھے۔ نگران کا کوڑا مسلسل غلاموں کے سروں پر لہرا رہا تھا۔ "تیز ... اور تیز ... ایک دو۔ ایک دو۔ دایاں نیچے۔ بایاں اوپر۔" حضرت موسیٰ نے اُن کے زرد چہروں کو دیکھا تو پریشان ہو گئے۔ وہ پھر بھی ڈر کے مارے کام کیے جا رہے تھے۔

ایک بوڑھے اسرائیلی کی طاقت جواب دے گئی۔ نہایت بے رحمی سے اُس بے یار و مددگار پر زور زور سے پے در پے کوڑے برسنے لگے۔ ایک، دو، تین۔ اور گارا کچلنے والوں کی نظروں کے سامنے بے چارہ مظلوم گارے میں دھنس گیا۔ "ہڈ حرام کہیں کا۔ چلو چُھٹی ہوئی،" غلاموں کا نگران بڑی سرد مہری سے بڑبڑایا۔ "اب اُس کی ہڈیوں سے اینٹیں اَور بھی مضبوط ہو جائیں گی۔"

حضرت موسیٰ اب اپنے غصے پر مزید قابو نہ رکھ سکے۔ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے وہ واردات کی جگہ پر پہنچے۔ مظلوم کو بچانے کے لئے آگے بڑھے اور کام لینے والے کو مکھی کی طرح ایک طرف دھکیل دیا لیکن بے سود۔ وہ بزرگ مر چکا تھا۔ حضرت موسیٰ غصے سے بپھر گئے، "تم لوگ کتنے وحشی ہو۔ کیا ایک بھائی دوسرے بھائی کی مدد نہیں کر سکتا ؟" وہ پھنکارے اور پھر خوف زدہ نگران کے ہاتھ سے کوڑا جھپٹ لیا۔

"تم تو اِس لائق بھی نہیں کہ تم پر ہاتھ اُٹھایا جائے،" حضرت موسیٰ دہاڑے۔ مصری نگران کام لینے والے پر چلّائے جا رہا تھا کہ کوڑا اُٹھا کر کام جاری رکھے۔ اُس کی غصے سے بھری نظریں دراز قد اجنبی پر پڑیں جو لاش کے پاس کھڑا تھا۔ تانبے سے مڑھی ہوئی چھڑی حضرت موسیٰ کو سبق سکھانے کے لئے ہَوا میں لہرائی، لیکن پھر مصری نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اُس کا ہاتھ نیچے ڈھلک گیا۔ یہ تو آزاد اور بااختیار مرد یقیناً مصری ہے، غالباً فرعون کا جاسوس۔

حضرت موسیٰ آگے بڑھ گئے۔ اُن کا دل اپنے برہنہ جسم، کچلے ہوئے بھائیوں کے لئے درد سے بھر گیا تھا جن کے بال چپڑے ہوئے اور جسم ڈھلک چکے تھے۔ دُور کہیں اُن کی نظر کسی متحرک چیز پر پڑی۔ یہ کیا چیز ہے؟ جب اُن کی آنکھیں سورج کی چندھیا دینے والی روشنی سے مانوس ہوئیں تو اُنہوں نے دیکھا کہ بہت سے غلاموں کو ایک بڑے سے پتھر کے ساتھ جوتا گیا ہے جس پر مصری نگران بیٹھا ہوا ہے۔ اُس کی چھڑی کی تھاپ پر غلاموں کے جسم جھک کر زور لگاتے ہوئے کھینچتے جا رہے تھے۔ اُن کے بازوؤں پر درد کی شدت سے نیل پڑ گئے تھے۔ اور جسم اپنی بچی کھچی قوت کے پورے زور پر آگے گرتے پڑتے تھے۔ حضرت موسیٰ کراہ اُٹھے۔ مَیں اُن کی مدد کیسے کروں؟

جب شام ہوئی تو حضرت موسیٰ اپنے والدین سے ملنے کے لئے تیار ہو گئے۔ قریب کا میدان لوگوں سے بالکل خالی ہو گیا تھا۔ اچانک ایک چیخ نے فضا کو چیرا۔ ایک بھائی کو مدد کی ضرورت تھی۔ حضرت موسیٰ آواز کی سمت چل پڑے۔ اب اُنہوں نے اُس مظلوم کو دیکھا۔ وہ ایک نوجوان تھا، بالکل لڑکا سا جو ڈرا ہوا ایک مصری نگران کے سامنے

کھڑا تھا۔ مصری کا تانبے سے مڑھا ہوا کوڑا اُسے مارنے کے لئے اُٹھا ہوا تھا۔

"اچھا توتم مجھے آج شام لڑکھڑا کرگرتے ہوئے دیکھ کر ہنسے تھے۔ ہاں مَیں نے تمہارے اِس غلیظ چہرے پر مسکراہٹ دیکھی تھی۔ جانتے ہو مَیں کون ہوں؟ فرعون کا مقرر کیا ہوا نگران۔ ذلیل غلام! مَیں تمہیں مزہ چکھاتا ہوں۔ یہ لو۔" وہ نوجوان اپنے بازوؤں سے اپنے سر کو بچا رہا تھا۔ ہڈیاں کڑکنے کی تکلیف دہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ اور پھر چیختا چلّاتا ہوا نوجوان لڑکھڑاتا ہوا زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ وہ خوف زدہ نظروں سے اگلے مہلک وار کا انتظار کرنے لگا۔

چونکہ اُس مصری کی پشت حضرت موسیٰ کی طرف تھی اِس لئے اُس وحشی کو اُن کی موجودگی کا علم نہ ہو سکا۔ حضرت موسیٰ نے جلدی جلدی اِدھر اُدھر نظر دوڑائی۔ کوئی بھی موجود نہ تھا۔ پھر کیا ہوا؟ اُنہوں نے بڑی مہارت سے اُن ظالم ہاتھوں سے کوڑا مروڑ کر کھینچا۔ "تم اپنا غصہ ٹھنڈا کرنے کے لئے اِس بے چارے کو جان سے مارو گے؟"

اب کانپنے اور رحم کی بھیک مانگنے کی باری اُس مصری کی تھی۔ لیکن حضرت موسیٰ کا دل غصے سے اِس قدر بھرا ہوا تھا کہ جب تک اُنھوں نے اُس آدمی کو موت کے گھاٹ اُتار نہ دیا تب تک اُنھیں تسلی نہ ہوئی۔ پھر اُنھوں نے جلدی جلدی اُس کی لاش کو ریت میں دبا دیا۔ اُن کے فارغ ہونے تک وہ لڑکا جا چکا تھا۔ حضرت موسیٰ کو قدرے سکون ملا۔ آخر وہ ایک بھائی کو یقینی موت کے منہ سے بچا سکے تھے۔ اُنھیں امید تھی کہ وہ نوجوان اپنی بھلائی کی خاطر ہی اپنا منہ بند رکھے گا۔

حضرت موسیٰ کے گھر میں رات بسر کرنے پر عمرام اور یوکبد کتنے خوش تھے! عمرام نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا، ”بیٹا، مَیں جانتا تھا کہ تم اِن دنوں کسی روز ضرور آؤ گے۔“

یوکبد نے اپنا جھریوں بھرا ہاتھ اپنے بیٹے کے کندھے پر رکھتے ہوئے شرما کر پوچھا، ”کیا تم اپنے بھائیوں کا بوجھ بانٹنے آئے ہو؟“

”جی ہاں“ اُس کے بیٹے نے فوراً جواب دیا۔ ”صرف بوجھ ہی نہیں بلکہ برکت بھی۔ جب اسرائیلی اُس ملک میں جائیں گے جس کو دینے کا خدا نے وعدہ کیا ہے تو مَیں بھی اُن کے ساتھ جاؤں گا۔“

مریم خاموشی سے اُن کے تھکے ہوئے جسم کو دبانے لگ گئی۔ اُدھر عمرام نے بڑی کم زوری سے بات کاٹتے ہوئے کہا، "ہمارے باپ دادا کا خدا ہمیں مصر سے نکال لے جانے کی قدرت رکھتا ہے۔ فرعون مانے یا نہ مانے وہ ہمیں اُس کے چُنگل سے نکال سکتا ہے۔" اور پھر اپنی دبلی پتلی انگلی اُٹھا کر بات پر زور دیتے ہوئے کہنے لگا، "وہ یہ کام اپنے منصوبے کے مطابق اپنے وقت پر ضرور کرے گا۔"

اُس شام حضرت موسیٰ نے اپنے بھائیوں کے بارے میں بہت سی معلومات حاصل کیں۔ اگرچہ اُن کا ایمان کمزور پڑ رہا تھا تو بھی ابھی تک اُن کے بزرگ موجود تھے جو اپنے ایمان اور رسومات کو برقرار رکھے ہوئے تھے۔ اُن میں جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے تھے وہ اپنے بھائیوں پر اپنی محبت کا اظہار کرتے رہتے تھے۔ اُس شام حضرت موسیٰ نے بڑے جوش اور ولولے کے ساتھ دُعا مانگی کہ اُن کے آبا کا خدا اپنے آپ کو اُن پر ظاہر کرے اور یہ بھی کہ وہ اُنہیں اسرائیل کی رہائی کے لئے استعمال کرے۔

اگلے روز تعمیر کی جگہ پر ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ جہاں کہیں حضرت موسیٰ مدد کے لئے اپنا ہاتھ بڑھاتے اسرائیلی اُن کی طرف پشت پھیر لیتے۔ اسرائیلی نگران اور فورمین بھی اُنہیں برابر نظر انداز کر رہے تھے۔ یوں لگتا تھا کہ اُن کے ساتھ اِس قِسم کا رویہ اختیار کرنے میں غلاموں اور نگرانوں نے ایکا کر رکھا ہے۔ کام کے بعد شام کو یہ راز کھل کر سامنے آ گیا۔ ایک گارا اُٹھانے والے نے اپنے ایک ساتھی پر حملہ کیا جس کے ساتھ وہ سارا دن کام کرتا رہا تھا۔ وہ اپنے کمزور شکار کو بڑی بے دردی سے مارنے اور ساتھ ساتھ غلیظ گالیاں بکنے لگا۔

حضرت موسیٰ جلدی اُسے بچانے کو آگے بڑھے، "لڑنا بند کرو!"

اُنہوں نے اپنے مضبوط بازوؤں سے اُن آدمیوں کو پکڑ کر ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ "تم اپنے بھائی کو کیوں مار رہے ہو؟"[a]

حضرت موسیٰ کی شعلہ بار آنکھیں حملہ آور پر گڑی رہیں۔

---

[a] خُروج 13:2

"کس نے آپ کو ہم پر حکمران اور قاضی مقرر کیا ہے؟" وہ بڑی گستاخی سے چلّا کر بولا۔ "کیا آپ مجھے بھی قتل کرنا چاہتے ہیں جس طرح مصری کو مار ڈالا تھا ؟"[a]

یہ سن کر حضرت موسیٰ ڈر گئے۔ بھید فاش ہو چکا تھا۔ اُن کی زندگی خطرے میں پڑ گئی تھی۔ جب اپنے ٹھکراتے ہیں تو کتنا دکھ ہوتا ہے۔ وہ اُن کی مدد کرنا چاہتے تھے خواہ اِس کے لئے اُن کو اپنا جاہ و جلال ہی کیوں نہ قربان کرنا پڑے۔ لیکن اُن کے اپنے لوگ اُنہیں اپنا دشمن سمجھنے لگے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب فرعون کی تلوار اُن کے سر پر لٹک رہی تھی جسے اُن کے اپنے لوگوں نے تیز کیا تھا۔ زندگی میں پہلی بار اُن کو ٹھکرائے جانے کی تلخی کا احساس ہوا۔ اُنہیں ہمیشہ ایک اہم شخصیت سمجھا جاتا رہا تھا۔ ایسی شخصیت جس کی بات سُنی جاتی تھی۔ اِس سے پہلے اُنہوں نے کبھی بھی ایسی کمینگی کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ نہیں۔ وہ اُن لوگوں کو نجات نہیں دلا سکیں گے۔

---

[a] خُروج 14:2

ایکا ایکی ایک عورت سائے کی طرح اُن کے پاس سے نمودار ہوئی۔ مریم تھی۔ اُس نے اپنے بازوؤں میں ایک گٹھڑی دبا رکھی تھی۔ ”بھائی! تمھیں بھاگ جانا چاہیئے۔ تم اپنے بھائیوں میں محفوظ نہیں ہو۔ یہ لو اپنا مصری لباس لے لو۔ پیٹی اور پیسے بھی۔ اور یہ بھی، یہ کھانا ہے۔ راستے میں کام آئے گا،“ اُس نے اصرار کرتے ہوئے کہا۔

مریم بڑے دکھ سے اپنے بھائی کو دیکھتی رہی جو خاموشی سے کپڑے پہننے لگے۔ اُن کی سب سے بڑی ضرورت کو فطری طور پر محسوس کرتے ہوئے اُس نے دھیرے سے کہا، ”ہم تمھارے گھرانے کے لوگ تجھے دل سے پیار کرتے ہیں۔ اماں، ابا اور ہارون چاہتے تھے کہ مَیں تمھیں یہ بات بتا دوں اور ہاں موسیٰ! ہمارا خدا اپنے آپ کو قادرِ مطلق کہتا ہے۔ وہ اب بھی ہمیں فرعون کے ہاتھ سے چھڑا سکتا ہے۔ اب جلدی کرو۔ ہمارے باپ دادا کا خدا تمھاری حفاظت کرے۔“ اُس نے اپنے بھائی کو اِس طرح زور سے بھینچ لیا جیسے اُسے جانے نہیں دے گی۔ اور پھر جس خاموشی سے وہ آئی تھی اُسی خاموشی سے وہ رات کی تاریکی میں غائب ہوگئی۔

اب حضرت موسیٰ کو اَور زیادہ سمجھانے کی ضرورت نہ رہی۔ وہ وہاں سے جلدی سے فرار ہو گئے۔ اُنہیں زندگی میں کبھی بھی اکیلے پن کا اِتنا شدید احساس نہیں ہوا تھا جتنا اُس رات ہوا۔ صرف ستارے اُن کے ساتھی تھے۔ افسوس اُن کے بھائی اُن کے لئے مصریوں سے بھی زیادہ اجنبی بن گئے تھے۔ وہ یہ بات تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اُن کے مصری گھر اور قبیلے کے دروازے دونوں ہی اُن پر بند ہیں۔ بے حال اور لڑکھڑاتے ہوئے اُن کو اپنے جدِ امجد حضرت یعقوب کا خیال آیا جن کو جوانی میں اپنے گھر سے بھاگنا پڑا تھا۔ جب حضرت یعقوب نے پہلی رات تن تنہا سڑک پر پڑاؤ ڈالا تھا تو اللہ اُن سے خواب میں ہم کلام ہوا تھا۔ اُس وقت اُس نے اُن کو یقین دلایا تھا کہ وہ اُن کے ساتھ چلے گا اور اُنہیں حفاظت سے گھر واپس لائے گا۔

حضرت موسیٰ نے آسمان پر نظر ڈالی جس پر دُور، بہت دُور اَن گنت ستارے ٹمٹما رہے تھے۔ اُنہوں نے گہری سانس بھری۔ اُنہیں یوں لگا جیسے اُن ستاروں کی طرح خدا تک بھی رسائی ناممکن ہے۔ اُن کے پاس وہ اطمینان نہیں تھا جو رب نے حضرت یعقوب کو عطا کیا تھا بلکہ

وہ اللہ اور اپنے بھائیوں سے اپنے آپ کو کٹا ہوا محسوس کر رہے تھے۔ جب اُنہوں نے اپنی تھکاوٹ کے باعث سرخ سرخ آنکھیں آسمان کی طرف اُٹھا کر دیکھا تو اُنہیں یوں لگا جیسے خدا مجھ سے ناراض ہے، کیونکہ مَیں نے اُس کو مایوس کیا ہے۔

بیابان میں بُلاہٹ

ایک شام ایک تھکاماندہ مسافر مدیان شہر کے باہر کنوئیں کے پاس بیٹھ گیا۔ یہ من موہن شہر ریگستان کے عین بیچ میں سرسبز جزیرے کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ اجنبی مسافر حضرت موسیٰ نے ڈھلتے سورج پر اپنی نظریں جما رکھیں جو آہستہ آہستہ نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا تھا۔ اُن کی آنکھیں ڈبڈبا آئیں اور ایک سرد آہ ہونٹوں پر بکھر گئی۔ اُن کی دو مائیں تھیں اور اب وہ دونوں ہی اُن سے بچھڑ چکی تھیں۔ کیا اُن پر اللہ کی پھٹکار تھی کہ وہ اپنے ہی پیاروں کی نظر میں اجنبی بنے رہیں؟

عین اُسی وقت ایک ماہر بنسری نواز چرواہے نے مدُھر سی تان چھیڑ دی جسے سن کر حضرت موسیٰ عالمِ محویت میں بھی مسکرا دیئے۔ بنسری کی دُھن میں لڑکیوں بالیوں کے چہچہوں اور خوش گپیوں کی آوازیں بھی گڈمڈ ہو رہی تھیں۔ سورج کی آخری کرنوں کی روشنی میں دُھول کے بادل میں گھری ہوئی سات لڑکیاں اپنے ریوڑ ہنکاتی، اُن کی طرف بڑھتی ہوئی دکھائی دیں۔ اُن میں سے جو بڑی لگ رہی تھی ریوڑ کے ساتھ ساتھ بنسری بجاتی ہوئی چلی جا رہی تھی۔ دوسری لڑکیاں سب سے چھوٹی پر ناراض ہو رہی تھیں جو کہ ریوڑ کو ہانک رہی تھی۔ ایکا ایکی بڑی لڑکی نے بنسری بجانا بند کر دیا اور اُس آفت کی پُڑیا کی طرف رُخ کرتے ہوئے بولی، ”اُسے چھوڑ دو۔ مَیں نے اُسے ریوڑ ہانکنے کو کہا ہے۔“ اُس کا لہجہ حاکمانہ تھا۔ ”اُس مشکل کام کے لئے تیار ہو جاؤ جس سے ہمیں اب نپٹنا ہے۔“

دو بہنیں پکاریں، ”ارے، ارے! وہ دیکھو کنوئیں کے پاس ایک مصری کھڑا ہے۔“ لڑکیاں چپ چاپ اپنے ریوڑ سمیت اجنبی کے پاس سے گزر گئیں اور پانی بھرنے لگ پڑیں۔

حضرت موسیٰ کو اُن کی متجسس نگاہیں محسوس ہو رہی تھیں۔ ساتھ ساتھ وہ حیران تھے کہ وہ اِتنی جلدی جلدی پانی کیوں بھر رہی ہیں۔ کیا وہ مجھ سے خوف زدہ ہیں؟ ابھی پیاسے ریوڑ نے پانی پینا شروع ہی کیا تھا کہ بے شمار دیگر چرواہے اپنے اپنے ریوڑ لئے آ پہنچے۔ ہر طرف عجب افراتفری پھیل گئی۔ دُور ہی سے اُنہوں نے بڑے وحشیانہ انداز میں اپنی لاٹھیاں ہلاتے ہوئے چلّا چلّا کر لڑکیوں کو دھمکانا شروع کر دیا۔ لڑکیاں دہشت زدہ ہوگئیں، مایوسی سے چیختی چلّاتی جلدی جلدی سے اپنا ریوڑ ہٹانے لگیں۔ وہ خانہ بدوش چرواہے اُن کے سر پر آ پہنچے اور بڑی بے دردی سے اُن کو ایک طرف دھکیلتے ہوئے دہاڑے، ”دفع ہو جاؤ، فضول عورتیں نہ ہوں تو۔ چلو پانی گندا نہ کرو۔ ناک کٹوانا چاہتی ہو؟“

ابھی لڑکیاں اپنے ریوڑ لئے ایک طرف کو ہونے ہی کو تھیں کہ اچانک اُس ہنگامہ آرائی کے شور پر اجنبی کی بھاری رُعب دار آواز حاوی ہوگئی، ”بزدلو! اُنہیں چھوڑ دو۔ پانی اُنہوں نے اپنے ریوڑ کے لئے نکالا ہے۔ چلے جاؤ یہاں سے۔“

اُٹھے ہوئے مضبوط بازو پر ایک نظر ڈالتے ہی وہ بزدل فوراً پیچھے ہٹ گئے۔ لڑکیوں کی حیران و ششدر نگاہیں ابھی تک اُن موذیوں کا تعاقب کر رہی تھیں کہ اجنبی نے اُنہیں واپس بلا لیا اور اُن کے ریوڑ کے لئے پانی نکالنے لگا۔ یہ دیکھ کر اُن کی زبان کھل گئی۔ اُن کا ریوڑ اپنی پیاس بجھاتا گیا اور وہ ایک بار پھر گپ شپ اور ہنسی مذاق میں لگ گئیں۔

بڑی لڑکی کہنے لگی، "اری بہنو! ذرا سوچو! پہلی دفعہ ہمارے اِن موذی دشمنوں نے پچھاڑ کھائی ہے۔ ہائے، ہائے! کل وہ اِس کا بدلہ لے کے چھوڑیں گے۔" لڑکیوں نے اپنے مددگار کا نام پوچھنا مناسب نہ سمجھا۔ نتیجے میں اُن کے تجسس کی تسکین نہ ہو پائی، اور اُنہوں نے بڑی گرم جوشی سے اُس اجنبی کا شکریہ ادا کیا اور اپنے راستے پر ہو لیں۔

حضرت موسیٰ کنوئیں پر بے چینی سے چکر کاٹنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے دُھندلکے کی سُرمئی چادر نے اُن کو لپیٹ لیا۔ اُنہیں پتہ نہ تھا کہ کس طرف مڑیں کہ اِتنے میں ایک بار پھر وہی آوازیں اُن کے کان میں کھنکنے لگیں۔ بڑی لڑکی اپنی بہنوں کے آگے آگے سر اُٹھائے چلی

آ رہی تھی۔ اُنھوں نے بڑے آداب سے جھک کر حضرت موسیٰ کو سلام کیا۔ بڑی لڑکی کی آواز ایک سُریلے نغمے کی طرح حضرت موسیٰ کے کان میں رس گھولنے لگی۔

"ہمارے باپ یترو آپ کو رات ہمارے غریب خانے میں بسر کرنے کے لئے بلا رہے ہیں۔"

حضرت موسیٰ نے بڑی خوشی سے اُن کی دعوت قبول کر لی۔ اُنھوں نے بڑے فخر کے ساتھ اپنے اِس اجنبی مددگار کو اپنے باپ سے ملوایا۔ حضرت موسیٰ نے فوراً پہچان لیا کہ لڑکیوں کا باپ امام ہے کیونکہ اُس کا سر، داڑھی مونچھیں اور بھنویں مُنڈی ہوئی تھیں۔

امام نے بڑی گرم جوشی سے حضرت موسیٰ کا استقبال کیا۔ "آپ نے ہماری چھت کے نیچے آ کر ہمیں عزت بخشی ہے۔ اُن بدمعاش چرواہوں سے میری بیٹیوں کو بچانے کا بہت بہت شکریہ اور پھر اِس سے بڑھ کر یہ کہ آپ نے اُن کے ریوڑ کو پانی پلایا۔ میرا گھر آپ ہی کا گھر ہے۔ ہمارے پاس جو کچھ ہے اُس میں آپ کو شریک کر کے ہمیں خوشی ہو گی۔" وہ بڑے خوش گوار انداز میں مسکرا دیا۔ اُس نے حضرت موسیٰ کو

بہت زیادہ جھک کر سلام کیا۔ حضرت موسیٰ اُن کی اِس پُرجوش مہمان نوازی سے بہت خوش ہوئے۔

اب اپنی رام کہانی سنانے کی باری حضرت موسیٰ کی تھی۔ یترو نے فوراً ہی اُن کو اُس الگ تھلگ جگہ میں تحفظ کا یقین دلایا۔ "یہاں مدیان میں ہر ایک ابراہیم اور اسرائیلیوں کے بارے میں جانتا ہے۔ اور آپ کے جدِ امجد یوسف کا ذکر بھی ہم آپس میں کرتے رہتے ہیں جو کبھی مصر کے حاکم تھے۔ ہمارے لوگ اسرائیلیوں کی بڑی عزت کرتے ہیں۔" وہ حضرت موسیٰ کی طرف جھکتے ہوئے کہنے لگا، "ایک بات بتاؤں۔ مجھے ایک چرواہے کی سخت ضرورت ہے۔ اگر آپ ہی میری بھیڑوں کی رکھوالی کرنے پر راضی ہو جائیں تو مَیں آپ کو خوشی سے اپنے گھرانے کا فرد بنا لوں گا۔ اِس سے آپ کا مسئلہ بھی حل ہو جائے گا۔ یہاں بڑا سکون اور خاموشی بھی ہے۔" حوباب جس کے ماتھے پر خاندانی نشان داغا ہوا تھا بھی رضامندی میں سر ہلانے لگا۔

حضرت موسیٰ نے چند لمحے سوچنے کے بعد جواب دیا، "مَیں خوشی سے آپ کی پیش کش قبول کرتا ہوں۔ میرے باپ دادا بھی چرواہے

تھے، مَیں بھی چرواہا بنوں گا۔" پس شہزادہ موسیٰ چرواہا بن گئے جن کا زیادہ تر وقت بیابان میں ریوڑ کے ساتھ گزرنے لگا۔ یترو کے لئے اُن کے دل میں عزت بہت زیادہ بڑھ گئی۔ اپنے لوگوں میں وہ صرف امام ہی نہیں تھا بلکہ معالج، منصف، ثالث اورمشیر بھی۔ بلاشبہ یترو دانش ورتھا جو لوگوں کی باتیں اورمسائل غور سے سنتا اور اُن کی مدد کرنے کا خواہش مند تھا۔ لیکن ایک بات پر اُن کا آپس میں اختلاف تھا۔ یترو غیرمعبودوں پر ایمان رکھتا تھا۔ اِس کے سوا حضرت موسیٰ اُن کے محبت بھرے خاندانی ماحول میں بہت خوش تھے۔

حضرت موسیٰ کو یترو کے گھر میں ٹھہرے جتنا زیادہ عرصہ ہوتا جا رہا تھا اُتنا ہی زیادہ یتروکو اُن پر ترس آنے لگا۔ اب وہ حضرت موسیٰ کو اپنے بیٹے کی طرح چاہنے لگا تھا۔ حضرت موسیٰ کے علاوہ سب لوگوں کا ایک دیوتا تھا جس کی طرف وہ ضرورت کے وقت رجوع کیا کرتے تھے۔ لیکن خود حضرت موسیٰ جو اپنے باپ دادا کے خدا پر ایمان رکھتے تھے اُن کا اپنے خدا کے ساتھ کوئی رابطہ نہ تھا۔ آخر یترو اِس نتیجے پر پہنچا کہ شادی حضرت موسیٰ کے مسئلے کو حل کر دے گی۔ ظاہر ہے صفورہ

کے دل میں بھی حضرت موسیٰ کے لئے جگہ تھی۔ کیونکہ وہ اِس بات کا ہر وقت خیال کرتی تھی کہ اُن کو کسی چیز کی کمی نہ ہو۔ جہاں تک حضرت موسیٰ کا تعلق تھا وہ بھی اُس کے حسن اور خبرگیری سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ لہٰذا یترو نے حضرت موسیٰ کو صفورہ سے شادی کی پیش کش کی جس کو اُنہوں نے بڑی خوشی سے قبول کر لیا۔

وہ شادی قابلِ احترام امام کی بیٹی کے شایانِ شان بڑی دھوم دھام سے انجام پائی۔ لوگوں نے دُولھا دُلھن کی جی بھر کر تعریف کی۔ کتنی خوب صورت جوڑی تھی۔ دُلھن اِتنی نازک اور پُروقار اور دُولھا اِتنا شکیل اور بڑا عالِم۔ صفورہ کی چھ بہنیں تو حضرت موسیٰ جیسا بہنوئی پا کر پھولے نہیں سماتی تھیں۔

لیکن افسوس، امام یترو کی اِس ترکیب سے بھی حضرت موسیٰ کا مسئلہ وہیں کا وہیں رہ گیا۔ اگرچہ جوڑے کے ازدواجی تعلقات بہت خوش گوار تھے تو بھی حضرت موسیٰ کی عظیم ترین خواہش ابھی پوری نہ ہوئی تھی۔ جب صفورہ امید سے ہوئی تو نئی آس بندھ گئی۔ یقیناً یہ نرم دل، چاہنے والا شوہر

بچے کی پیدائش پر خود ہی ٹک کر بیٹھ جائے گا۔ خاص طور پر اگر بیٹا پیدا ہوا تو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔

پھر بیٹا پیدا ہوا۔ اُن کو خوشی کا کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ حضرت موسیٰ بڑی بے تابی سے اپنے بیٹے اور صفورہ کو دیکھنے گئے۔ صفورہ کی سیاہ آنکھیں خوشی سے چمک رہی تھیں۔ اُس نے بچہ اُن کو پکڑاتے ہوئے کہا، "مُنّے کے ابا! اپنے پہلوٹھے کا نام آپ خود رکھیں۔"

"اِس کا نام جَیرسوم یعنی 'اجنبی ملک میں پردیسی' ہو،" حضرت موسیٰ نے کہا، "کیونکہ مَیں اجنبی ملک میں پردیسی ہوں۔"[a] پھر فوراً ہی اُنہوں نے صفورہ کو یقین دلایا کہ اِس میں اُس کا کوئی قصور نہیں ہے کہ اُن کو مدیان میں اجنبیت محسوس ہوتی ہے۔ وہی ایک عورت تھی جس سے وہ محبت کرتے تھے اور اب اُس سے اُن کا پیارا سا بیٹا بھی پیدا ہو چکا تھا جس کو وہ ٹوٹ کر چاہتے تھے۔ درحقیقت اُس پُرمحبت نئے ابو کو دیکھ کر صفورہ اور اُس کے سارے گھرانے کی بڑی ڈھارس بندھ جاتی تھی۔ جب کبھی ممکن ہوتا حضرت موسیٰ رات کو گھر لوٹ آیا کرتے۔

---

[a] خُروج 22:2

صفورہ اور جیرسوم اُن کی راہ دیکھتے رہتے۔ جیسے ہی بچے نے چلنا سیکھا وہ ڈگمگاتا ہوا اپنے باپ کے پھیلے ہوئے بازوؤں میں جا سماتا تھا۔ یہاں تک کہ جب ننھا جیرسوم ضِد کرتا اور من مانی کرنے کے لئے اَڑ جاتا تو ابو موسیٰ بڑے صبر سے اُس کی ہر بات برداشت کر لیا کرتے تھے۔

ایک رات سارا گھرانا بھڑکتی آگ کے گرد بیٹھا جیرسوم کو اپنے باپ کی گود میں بیٹھے دیکھ رہا تھا۔ صفورہ کا چہرہ خوشی سے تمتما اُٹھا۔ وہ کہنے لگی، "جیرسوم تو ابو کا مُنا سا بھیڑو ہے۔" سب ہاں میں سر ہلا کر مسکرا دیئے۔

لگتا تھا اُن دنوں حضرت موسیٰ بہت زیادہ خوش تھے۔ پھر بھی وہ روز بروز زیادہ خاموش رہنے لگے۔ جب اُن کا دوسرا بیٹا پیدا ہوا تو صفورہ کی آنکھوں میں خوشی کے آنسو بھر آئے کیونکہ حضرت موسیٰ نے بچے کا نام الی عزر رکھا جس کا مطلب ہے، "اللہ میرا مددگار ہے۔" اُسے یوں محسوس ہوا جیسے اُس کے خاوند کی پریشانی کے دن بیت چکے اور اپنے آبا و اجداد کے خدا کا ایمان دل میں لوٹ آیا ہے۔

ایک خوش گوار صبح کو حضرت موسیٰ ریوڑ لے کر روانہ ہوئے۔ اپنی بھیڑوں کو ہنکاتے بیابان کے مغرب کی طرف چلتے چلتے حورب پہاڑ تک جا پہنچے۔ زیادہ تر بھیڑیں گھاس چرنے لگ گئیں، کئیوں نے چٹانوں کے سائے میں آرام کرنے کو ترجیح دی جبکہ باقی چلچلاتی دھوپ میں ہانپ رہی تھیں۔ یہ دن بھی عام دنوں جیسا ہی تھا۔ حضرت موسیٰ اپنا عصا تھامے گہری سوچ میں غرق ہوئے۔ ”40 سال کے طویل عرصے سے مَیں بھیڑوں کی پاس بانی کر رہا ہوں۔ تو کیا مَیں مدیان میں چرواہے کی زندگی بسر کرتے ہوئے ہی عمر گزار دوں گا ؟ کیا میرے والدین کے ایمان کی دلیری اکارت جائے گی؟ آخر اُنہوں نے سنگین حالات میں میری جان بچائی۔“ اسرائیلیوں کے لئے ابھی بھی اُن کے دل میں شدید محبت ٹھاٹھیں مار رہی تھی۔ فرعون کی موت اور اُس کے بیٹے کی تخت نشینی کی خبر مدیان تک پہنچ چکی تھی۔ بد قسمتی سے نیا فرعون اپنے باپ سے بھی زیادہ ظالم ثابت ہوا۔ حضرت موسیٰ کی اپنے عصا پر گرفت اَور مضبوط ہوگئی۔ اُنہیں اپنی قوم کی اذیت خود اپنے جسم میں

محسوس ہو رہی تھی۔ اُن کی بدقسمتی ناقابلِ برداشت تھی۔ اب اُن پر کیا بیت رہی ہو گی؟

حضرت موسیٰ پہاڑ کے دامن کی گھمبیر خاموشی سے متاثر ہونے لگا۔ وہ منظر سے لطف اندوز ہونے کے لئے پلٹے تو ایک جھاڑی میں آگ لگی ہوئی دکھائی دی۔ یہ کوئی غیرمعمول بات نہیں تھی، کیونکہ گرمی کے موسم میں خشک جھاڑیوں کو بڑی آسانی سے آگ لگ جایا کرتی تھی۔

لیکن یہ جھاڑی مسلسل جل رہی تھی۔ وہ بھسم نہیں ہو رہی تھی۔ اِس عجیب منظر کو دیکھ کر حضرت موسیٰ کی دل چسپی بڑھ گئی۔ وہ اپنے ریوڑ کو ہنکاتے ہنکاتے اُس عجیب و غریب منظر کی طرف آہستہ آہستہ بڑھنے لگے۔ وہاں پہنچتے ہی آگ کے بیچ میں سے ایک آواز نکلی۔ "موسیٰ! موسیٰ!" حضرت موسیٰ اُسی جگہ جم کر بُت بن گئے۔ اُن کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اُنہوں نے کانپتے ہوئے جواب دیا، "جی، مَیں حاضر ہوں۔"[a] اُن کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کریں لہٰذا وہ تھوڑا سا آگے کھسک گئے۔

---

[a] خُروج 4:3

تب وہ آواز ایک بار پھر گونجی۔ "اِس سے زیادہ قریب نہ آنا۔ اپنی جوتیاں اُتار، کیونکہ تُو مُقدّس زمین پر کھڑا ہے۔"[a]

کانپتے ہوئے ہاتھوں سے حضرت موسیٰ اپنے جوتے اُتار سیدھے کھڑے ہو گئے اور سانس روک کر اُس جلالی آواز کو سننے لگے۔ "مَیں تیرے باپ کا خدا، ابراہیم کا خدا، اسحاق کا خدا اور یعقوب کا خدا ہوں۔"[b]

فوراً اپنا چہرہ ڈھانپ کر حضرت موسیٰ پر سخت دہشت طاری ہو گئی۔ کہیں میری گناہ گار آنکھیں اللہ کا یہ ظہور نہ دیکھ لیں۔ کیا عجب، اللہ نے مجھے نام سے پکارا ہے حالانکہ مَیں اسرائیلیوں کے ساتھ نہیں ہوں۔ ہاں، اللہ کی نظر میں میری اِتنی زیادہ اہمیت ہے کہ وہ خود مجھ سے ملنے آیا ہے۔ بزرگ ابراہیم کے ساتھ اُس کا وعدہ کوئی افسانہ نہیں ہے، کیونکہ اُس نے خود اُس کی تصدیق کی ہے۔ انتہائی خاموشی سے پُراُمید ہو کر حضرت موسیٰ اللہ کی آواز سننے لگے۔

---

[a] خُروج 3:5

[b] خُروج 3:6

"مَیں نے مصر میں اپنی قوم کی بُری حالت دیکھی اور غلامی میں اُن کی چیخیں سنی ہیں، اور مَیں اُن کے دُکھوں کو خوب جانتا ہوں۔ اب مَیں اُنہیں مصریوں کے قابو سے بچانے کے لئے اُتر آیا ہوں۔ مَیں اُنہیں مصر سے نکال کر ایک اچھے وسیع ملک میں لے جاؤں گا، ایک ایسے ملک میں جہاں دودھ اور شہد کی کثرت ہے، گو اِس وقت کنعانی، حِتّی، اموری، فرِزّی، حِوّی اور یبوسی اُس میں رہتے ہیں۔"[a]

فرعون سمجھتا تھا کہ اسرائیلی اُس کی اپنی کی ملکیت ہیں۔ لیکن اللّٰہ فرما رہا تھا کہ فرعون کا اُن پر کوئی اختیار نہیں ہے۔ حضرت موسیٰ اِس خوش خبری کا ایک ایک لفظ غور سے سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو گئے۔

"اسرائیلیوں کی چیخیں مجھ تک پہنچی ہیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ مصری اُن پر کس طرح کا ظلم ڈھا رہے ہیں۔"[b]

حضرت موسیٰ کے رُخساروں پر گرم گرم آنسو ٹپکنے لگے۔ اللّٰہ کی آنکھیں میرے بھائیوں کے دُکھوں کو دیکھ رہی ہیں۔ اُس کے کان اُن کی دکھ

---

[a] خُروج 3:7-8

[b] خُروج 3:9

بھری فریاد پر لگے ہیں۔ وہ اُن کے آنسوؤں کی زبان سنتا ہے۔ اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ وہ دُور کا خدا نہیں ہے۔ وہ اُن کی مصیبت کو محسوس کر رہا ہے۔ اب اُس نے سارا معاملہ اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اور یقیناً وہی واحد ہستی ہے جو اُن کو رہائی دلا سکتی ہے۔ اگلے ہی لمحے حضرت موسیٰ کے دل کو شدید دھچکا لگا۔

خدا اُن کو بلا رہا تھا۔ "مَیں تجھے فرعون کے پاس بھیجتا ہوں، کیونکہ تجھے میری قوم اسرائیل کو مصر سے نکال کر لانا ہے۔"[a]

حضرت موسیٰ کی بیتی یادیں کوند کر آئیں۔ پرانے زخم ہرے ہو گئے۔ پرانے خوف نے پھر سے اُن کو اپنے پنجے میں جکڑ لیا۔ اسرائیلیوں اور مصریوں دونوں کی طرف سے ٹھکرائے جانے کا خوف۔ یہ بات سنتے ہی حضرت موسیٰ ٹال مٹول کرنے لگے، "مَیں کون ہوں کہ فرعون کے پاس جا کر اسرائیلیوں کو مصر سے نکال لاؤں؟"[b] یہ بات کس طرح ممکن ہو سکتی

---

[a]خُروج 10:3

[b]خُروج 11:3

تھی! وہ تو سیدھے سادے چرواہے تھے۔ بھلا وہ جاہ و جلال والے فرعون کے پاس کیسے جا سکتے تھے؟

"مَیں تو تیرے ساتھ ہوں گا۔ اور اِس کا ثبوت کہ مَیں تجھے بھیج رہا ہوں یہ ہو گا کہ لوگوں کے مصر سے نکلنے کے بعد تم یہاں آ کر اِس پہاڑ پر میری عبادت کرو گے۔"[a]

حضرت موسیٰ جانتے تھے کہ اسرائیلی اللہ کے بارے میں بہت سے سوال کریں گے۔ لہٰذا اُنہوں نے پوچھنے کی دلیری کی، "اگر مَیں اسرائیلیوں کے پاس جا کر اُنہیں بتاؤں کہ تمہارے باپ دادا کے خدا نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے تو وہ پوچھیں گے، 'اُس کا نام کیا ہے؟' پھر مَیں اُن کو کیا جواب دوں؟"[b]

اللہ نے جواب دیا، "مَیں جو ہوں سو مَیں ہوں۔ اُن سے کہنا، 'مَیں ہوں نے مجھے تمہارے پاس بھیجا ہے۔' ... یہ ابد تک میرا نام رہے گا۔"[c]

---

[a] خُروج 12:3
[b] خُروج 13:3
[c] خُروج 15-14:3

حضرت موسیٰ کا ذہن بڑی تیزی سے کام کرنے لگا۔ رب فرعون سے کتنا مختلف ہے۔ بوڑھا فرعون جو اپنے آپ کو خدا کہلواتا تھا پھر بھی مر گیا۔ وہ میرے باپ دادا کے خدا کی مانند نہیں تھا جو کہ ابد تک زندہ ہے اور جس کی محبت اور وفاداری لاتبدیل ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اِس وقت بھی یہ عظیم ہستی میرے باپ دادا کے ساتھ کئے ہوئے وعدے پر قائم رہتے ہوئے اپنی وفاداری کا ثبوت دے رہا ہے۔

اللہ نے حضرت موسیٰ کو حکم دیتے ہوئے فرمایا، "بزرگ تیری سنیں گے۔ پھر اُن کے ساتھ مصر کے بادشاہ کے پاس جا کر اُس سے کہنا، 'رب عبرانیوں کا خدا ہم پر ظاہر ہوا ہے۔ اِس لئے ہمیں اجازت دیں کہ ہم تین دن کا سفر کر کے ریگستان میں رب اپنے خدا کے لئے قربانیاں چڑھائیں۔'"[a]

حضرت موسیٰ اسرائیلیوں کا سامنا بھلا کیسے کر سکتے تھے؟ اُن کی خاطر ایک مصری کو جان سے مار دینے کے باعث اُن کی زندگی اَور زیادہ مشکل ہو گئی ہو گی۔ کیا وہ بزرگ اُن کو نکال باہر نہ کریں گے؟ حضرت موسیٰ

---

[a] خُروج 3:16-18

دل ہی دل میں کراہ اُٹھے۔ اُن میں اب اپنے بھائیوں کے ہاتھوں اَور زیادہ ذلت اُٹھانے کی ہمت نہ رہی تھی۔ وہ کہنے لگے، "لیکن اسرائیلی نہ میری بات کا یقین کریں گے، نہ میری سنیں گے۔ وہ تو کہیں گے، 'رب تم پر ظاہر نہیں ہوا۔'"[a]

اُسی صبر و تحمل سے خدا نے جواب دیا، "تُو نے ہاتھ میں کیا پکڑا ہوا ہے؟" اُنھوں نے کہا، "لاٹھی۔" رب نے کہا، "اُسے زمین پر ڈال دے۔"[b]

حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا تو ڈر کے مارے بھاگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے لاٹھی خوف ناک سانپ بن گیا تھا جو تیزی سے گھسٹتا ہوا اُن کی طرف بڑھنے لگا۔

تب اللہ کی آواز دوبارہ سنائی دی کہ اُس سانپ کی دُم پکڑ لے۔ سانپ کو دُم سے پکڑنا کتنا خطرناک کام ہے۔ پھر بھی حضرت موسیٰ نے اللہ کا حکم مانا اور دیکھو وہ سانپ پھر لاٹھی میں بدل گیا۔ خدا نے

---

[a] خُروج 4:1

[b] خُروج 4:2-3

اُنھیں یقین دلایا کہ اِس نشان سے لوگ قائل ہو جائیں گے کہ اُن کے باپ دادا کا خدا تجھ پر ظاہر ہوا ہے۔

اللہ کے بندے ابھی مزید کچھ کہنے کو تھے کہ رب نے حکم دیا، "اپنا ہاتھ اپنے لباس میں ڈال دے۔"[a]

حضرت موسیٰ نے ایسا ہی کیا۔ جب اُنھوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو لرز اُٹھے۔ وہ ہاتھ کوڑھی ہو گیا تھا، برف کی مانند سفید۔ اِس سے پہلے کہ یہ صدمہ اُن پر غالب آتا اللہ نے ہدایت کی، "اب اپنا ہاتھ دوبارہ اپنے لباس میں ڈال۔"[b] حضرت موسیٰ نے فوراً ایسا ہی کیا، اور اُنھیں مایوسی نہ ہوئی۔ جب اُنھوں نے اپنا ہاتھ باہر نکالا تو اُس پر کوڑھ کا نشان تک نہ رہا تھا۔

خدا نے وضاحت کرتے ہوئے اُن سے کہا، "اگر اُنھیں پھر بھی یقین نہ آئے اور وہ تیری نہ سنیں تو دریائے نیل سے کچھ پانی نکال کر اُسے

[a] خُروج 6:4
[b] خُروج 7:4

خشک زمین پر اُنڈیل دے۔ یہ پانی زمین پر گرتے ہی خون بن جائے گا۔"[a]

پھر بھی حضرت موسیٰ دل ہی دل میں سخت پریشان تھے۔ اگر خدا کے نزدیک اسرائیلی یقین نہیں کریں گے تو پھر فرعون سے کیا اُمید کی جا سکتی ہے! فرعون اور اُس کے درباریوں کا سامنا کرنے کے خیال ہی سے اُن کی روح فنا ہوئی جا رہی تھی۔ معاشرے سے بالکل کٹا ہونے کی وجہ سے اُنہیں دنیا کی کوئی خبر نہ تھی جبکہ وہ لوگ جدید ترین دریافتوں اور سائنسی ترقی کے باعث عالَمی معیار پر پورے اتر چکے تھے۔ وہ ہر موضوع پر بڑی روانی سے بحث کر سکتے تھے۔ بیابان میں بھیڑوں کے ساتھ تنہا اِتنا زیادہ وقت گزارنے کے بعد اُن کو گفتگو میں ذرا بھی مہارت حاصل نہ تھی۔ چنانچہ حضرت موسیٰ نے پھر دلیل پیش کی، "میرے آقا، مَیں معذرت چاہتا ہوں، مَیں اچھی طرح بات نہیں کرسکتا بلکہ مَیں کبھی

---

[a] خُروج 9:4

بھی یہ لیاقت نہیں رکھتا تھا۔ اِس وقت بھی جب مَیں تجھ سے بات کر رہا ہوں میری یہی حالت ہے۔ مَیں رُک رُک کر بولتا ہوں۔"[a]

"کس نے انسان کا منہ بنایا؟ ... کیا مَیں جو رب ہوں یہ سب کچھ نہیں کرتا؟ اب جا! تیرے بولتے وقت مَیں خود تیرے ساتھ ہوں گا اور تجھے وہ کچھ سکھاؤں گا جو تجھے کہنا ہے۔"[b]

لیکن حضرت موسیٰ کہنے لگے، "میرے آقا، مہربانی کر کے کسی اَور کو بھیج دے۔"[c]

اب اللہ کا قہر حضرت موسیٰ کی بے یقینی پر بھڑکا۔ اُس نے اُنہیں اسرائیلیوں کو مصر سے نکالنے کے لئے چن لیا تھا، اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ اِس ذمے داری سے چھوٹیں۔ اب حضرت موسیٰ کو مزید بحث کی اجازت نہ تھی۔ اُس نے فرمایا، "کیا تیرا لاوی بھائی ہارون ایسے کام کے لئے حاضر نہیں ہے؟ مَیں جانتا ہوں کہ وہ اچھی طرح بول سکتا ہے۔ دیکھ، وہ تجھ سے ملنے کے لئے نکل چکا ہے۔ ... ہارون تیری جگہ قوم

---

[a] خُروج 10:4

[b] خُروج 4:11-12

[c] خُروج 13:4

سے بات کرے گا جبکہ تُو میری طرح اُسے وہ کچھ بتائے گا جو اُسے کہنا ہے۔"[a]

انجامِ کار چرواہے موسیٰ کو اِس کام سے چھٹکارے کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ آخر میں اُنھوں نے اپنا سر اللہ کی مرضی کے آگے جھکا دیا۔ گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا، اور جلتی ہوئی جھاڑی پھر سے اپنی اصلی حالت میں آ گئی۔ لیکن اب حضرت موسیٰ پہلے جیسے نہیں رہے تھے۔ اب خود پر اُن کا اختیار نہ تھا کہ جو جی میں آئے کریں بلکہ اب رب کا روح اُن کا مختار تھا جو اُن کو حکم کی تعمیل پر آمادہ کرتا تھا۔

حضرت موسیٰ آہستہ آہستہ اپنے ریوڑ کو گھر کی طرف ہنکاتے چلے جانے لگے۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنا سفید سر حیرت سے جھٹک دیتے۔ ایک 80 سالہ بزرگ غلاموں کی قوم کو کس طرح مصر سے نکالے گا؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ جو ساری دنیا اور اُس کی تمام تر خواہشات کو کہیں دُور پیچھے چھوڑ آیا تھا اُسے ایسے اہم کام کے لئے چنا گیا ہو؟ ایک بار پھر خدشات اُن کو بہکانے لگے۔ مَیں نے جو کچھ دیکھا اور سنا کیا وہ محض

---

[a] خُروج 4:14-16

وہم تو نہ تھا ؟ لیکن نہیں، وہ ضرور سچ ہو گا۔ اللہ مجھ سے ہم کلام ہوا ہے۔ اُس نے مجھے اپنی اُمت کو غلامی سے رہائی دلانے اور فلسطین میں لے جانے کے لئے چنا ہے۔ سچے خدا کے بارے میں ایک نئی آگاہی اُن کی مایوسی پر غالب آ گئی، اور ایک عظیم خوشی نے اُن کو گھیر لیا۔ زندہ خدا مجھے نام سے جانتا ہے۔ وہ میرے لوگوں کی سنتا، اُن کو دیکھتا اور اُن کے دکھوں کا احساس رکھتا ہے۔

یترو حضرت موسیٰ کے اِتنی جلدی واپس آ جانے پر حیران رہ گیا۔ جلد ہی اُس کی تیز نظروں نے اپنے داماد کی نئی امید بھانپ لیا۔ لہٰذا اُسے حیرت نہ ہوئی جب حضرت موسیٰ نے اُس سے کہا، "مجھے ذرا اپنے عزیزوں کے پاس واپس جانے دیں جو مصر میں ہیں۔ مَیں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ ابھی تک زندہ ہیں کہ نہیں۔"[a]

"ٹھیک ہے، سلامتی سے جائیں۔" فراخ دل یترو نے صفورہ اور اُن کے بیٹوں کو بھی حضرت موسیٰ کے ساتھ جانے سے نہیں روکا۔ تو بھی ایک کے بعد ایک دن گزرتا گیا اور حضرت موسیٰ جھجکتے رہے۔ لیکن اب

---

[a] خُروج 18:4

بھی اللہ نے بڑے صبر سے اپنے خوف زدہ خادم کو برداشت کیا۔ اُس نے ایک بار پھر اُن سے ہم کلام ہو کر اُن کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا، "مصر کو واپس چلا جا، کیونکہ جو آدمی تجھے قتل کرنا چاہتے تھے وہ مر گئے ہیں۔"[a] اللہ کے یہ تسلی آمیز الفاظ اپنے ساتھ اُس کام کے لئے پاک روح بھی لائے جس نے کام جاری رکھنے پر حضرت موسیٰ کو آمادہ کر لیا۔

"صفورہ! ہم جا رہے ہیں۔ تیار ہو جاؤ۔" یہ سن کر صفورہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ اُس کا شوہر ہوش میں آ چکا تھا۔ ننھے جیرسوم نے گدھے پر کسی بڑے آدمی کی طرح کاٹھی کَس دی اور الی عزر سامان اٹھا اٹھا کر لادنے لگا۔ وہ سب حضرت موسیٰ کو بڑے عزم کے ساتھ کام کرتا دیکھ کر خوش تھے۔ یترو کا گھرانا اُنہیں جاتے دیکھ کر ہاتھ ہلاتا رہا۔ اُن کی بھیگی آنکھوں کے سامنے سائے چھوٹے ہوتے ہوتے غائب ہو گئے۔ کیا وہ پھر کبھی مل پائیں گے؟

---

[a] خُروج 4:18-19

دُکھ مُصیبت

"ہارون!"

"موسیٰ!"

حضرت ہارون کی عمر اب 84 برس تھی اور حضرت موسیٰ 80 برس کے تھے۔ دونوں کے بال چاندی سے چمک رہے تھے۔ اُن 40 برسوں میں اُن پر کیا کیا قیامت نہیں ٹوٹی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگ کے رونے لگے۔

ایک بار پھر حضرت موسیٰ کے قدم جُشن کی سرزمین کو چھو رہے تھے۔ کتنی ہی یادیں پھر سے تازہ ہوگئیں۔ اُن کی نظریں اپنے بھائیوں پر جا

ٹھہریں جو غلامی کے عذاب سہہ رہے تھے۔ اُن کا کلیجا دہل کر رہ گیا۔ اُن کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہو رہا تھا۔ اور اُن کی خستہ حال بوسیدہ کوٹھڑیاں ہرگز انسانوں کے رہنے کے قابل نہ تھیں۔ اُن کی اپنی جھونپڑی میں نیک سیرت بزرگ خاتون مریم اُن کا خیرمقدم کرنے کی منتظر بیٹھی تھی۔

"موسیٰ! آخر تم آ ہی گئے۔" 92 سالہ بزرگ بہن نے اپنے بھائی کو زور سے بھینچ کر سینے سے لگا لیا۔ اللہ نے سچ مچ اسرائیلیوں کے چھٹکارے کے لئے اُس کے چھوٹے بھائی کو بچا ہی لیا تھا۔ بی بی مریم کی بوڑھی آنکھیں جنہوں نے کتنے ہی درد بھرے منظر دیکھے تھے آنسوؤں سے لبریز ہوگئیں۔ "تمہاری یادیں مجھے بہت ستاتی تھیں۔ تم کیا جانو جدائی کی یہ طویل مدت مَیں نے کیسے گزاری ہے۔

جفاکش چرواہے نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ اُس کے سفید بالوں پر رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ میں اُسے تھامتے ہوئے کہنے لگا، "مَیں جانتا ہوں، بہنا۔ میرا دھیان تو تمہاری طرف ہی رہتا تھا۔ مَیں نے بھی تمہارے ساتھ ہی دُکھ جھیلا ہے۔" حضرت موسیٰ روتے روتے مسکرا

دیئے۔ اُنھوں نے خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا جس نے اُن کے بہن بھائی کو اب تک زندہ رکھا تھا۔ بی بی مریم نے اُن کو اپنی کوٹھڑی میں یہ کہتے ہوئے دھکیل دیا، ”ہمارا یوں باہر کھڑے رہنا اچھا نہیں ہے۔ آؤ، مَیں تمہارے لئے کھانے کو کچھ بنا دوں۔“

حضرت موسیٰ اپنی بہن کو اِتنی اچھی حالت میں دیکھ کر سخت متعجب ہوئے۔ وہ ایک نوجوان خاتون کی طرح بڑی پھرتی سے کام کر رہی تھیں۔ وہ پہلے کی طرح چاق و چوبند دکھائی دے رہی تھیں۔ یوں لگا جیسے طاقت اُن کے اندر سے پھوٹ رہی ہے۔ وہ اسرائیلیوں کے لئے ماں کا درجہ رکھتی تھیں۔ وہ بڑے ہی جذباتی انداز میں گفتگو کر رہی تھیں، ”موسیٰ! ہمارے لوگوں کا غلامی سے یوں آزاد ہو جانا بہت بڑی بات ہے۔“ اُنھوں نے ایک انتہائی موثر انداز سے اپنے ہاتھ دُعا میں جوڑ کر آسمان کی طرف اُٹھاتے ہوئے کہا، ”مَیں اسرائیل کے گھرانوں سے اچھی طرح واقف ہوں اور اُن لوگوں کی مشکلات کو بھی خوب جانتی ہوں۔ مَیں اُن عورتوں کی آنکھوں کے آنسوؤں کو بھی سمجھتی ہوں جن کو اپنی بیٹیوں یہاں تک کہ چھوٹی چھوٹی لڑکیوں کے ساتھ کام

پر جانا پڑتا ہے۔ اُن عورتوں میں اعلیٰ ہنرمند بُنائی اور بٹائی کا کام کرنے والیاں بھی ہیں۔"

بی بی مریم نے کھٹاک سے دیگچی پر ڈھکنا رکھتے ہوئے کہا، "کیا اِن بے چاری عورتوں کے حال کا تصور کر سکتے ہو جن کے ارد گرد اُن کے ننھے بچے گھوم پھر رہے ہیں؟ جب کام کر رہی ہوتی ہیں تو ہر وقت اُن کے سر پر سانٹا سوار رہتا ہے۔"

پھر بی بی مریم لہجہ دھیما کرتے ہوئے بولیں، "بھیا! ہمارے لوگوں کا اخلاق بھی بہت گر گیا ہے۔ پتہ ہے اب تو مجھے اپنے باپ دادا کے خدا کی جگہ اُن کے گھروں میں مصری بُت رکھے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن اُن کا سب سے بڑا دیوتا خود اُن کا پیٹ ہے۔ وہ تھوڑے سے اچھے کھانے کی خاطر کچھ بھی کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔"

بی بی مریم چولھے کے پاس سے اُٹھ آئیں اور اپنے بھائی کی پیٹھ تھپتھپاتے ہوئے کہنے لگیں۔ "موسیٰ! بے دل ہونے کی کوئی بات نہیں۔ ابھی بھی ہمارے درمیان کچھ ایماندار لوگ موجود ہیں۔"

"آمین" حضرت موسیٰ نے اپنی بہن کا ہاتھ زور سے دباتے ہوئے کہا، "یقیناً خدا اسرائیلیوں کو رہائی دلائے گا۔"

ایک بالکل الگ تھلگ غار میں بزرگوں کا اجلاس منعقد ہوا جس میں شامل ہونے کے لئے وہ رات کے پردے میں آ پہنچے تھے۔ سب کے سب موسیٰ نامی آدمی سے ملنے کے لئے بے چین تھے۔ حالانکہ اُن کے بزرگوں کا خیال اُن سے قطعاً مختلف تھا۔ ایک نوجوان کہنے لگا، "مَیں حیران ہوں کہ یہ سابق شہزادہ اورفرعون کا معروف جنگ جو کیا چیز ہے؟ مَیں نے تو یہ نتیجہ نکالا ہے کہ اُس نے کوئی ایسا گھپلا کیا ہے کہ اُسے بھاگتے ہی بن پڑی۔" اُس نے نظریں گھما کر اپنے ارد گرد بیٹھے لوگوں کا بھرپور جائزہ لیتے ہوئے کہا، "کیا ہم ایسے شخص پر بھروسا کر سکتے ہیں؟" اُن میں سے ایک فورمین کہنے لگا، "جب موسیٰ نے ایک مصری کو جان سے مار ڈالا تو مصریوں کے سب سے بڑے پروہت نے اُسے غلاموں کا حمایتی کہا۔" اُس نے بڑی اہمیت جتاتے ہوئے اپنے

اردگرد نظر ڈالی اور کہنے لگا، "فرعون اور اُس کے درباریوں کے لئے پریشان کن بات یہ تھی کہ اُس نے مصری کو ہلاک کرنے کے لئے وہ ہاتھ استعمال کیا تھا جس سے فرعون کے اوپر مورچھل پکڑے رکھتا تھا۔" پھر وہ قدرے رک کر بولا، "میرا خیال ہے کہ عقل مندی اِسی میں ہے کہ اُس شخص سے خبردار رہا جائے جس نے اب تک اسرائیلیوں کا صرف بوجھ ہی بڑھایا ہے۔"

اِس موقعے پر اُن کے درمیان موجود اسرائیلی فورمینوں نے نہ تو اپنے سینوں پر اپنے سرکاری عُہدوں کے تمغے لگا رکھے تھے اور نہ تانبے سے مڑھی ہوئی چھڑیاں ہی اُن کے ہاتھوں میں تھیں۔ لیکن وہ اپنے اختیارات سے باخبر تھے۔ اُنہیں باقی لوگوں پر برتری کا احساس تھا۔

اب بزرگ بھی بحث میں شامل ہوئے۔ اُنہوں نے وہاں موجود دیگر افراد کو یاد دلایا کہ کس طرح حضرت موسیٰ کی جان بچائی گئی تھی اور اُس نے کیونکر محل میں پرورش پائی تھی۔ یہ سب کچھ اُس کے خدا پرست گھرانے اور اپنے لوگوں سے اُس کی پُرخلوص محبت کا نتیجہ تھا تو کیا اللّٰہ ایسے شخص کو استعمال نہیں کرسکتا ؟

آخر میں جب حضرت ہارون حضرت موسیٰ کے ساتھ وہاں پہنچے تو غار کے اندر پرُاُمید فضا چھائی ہوئی تھی۔ حضرت موسیٰ کی رعب دار شخصیت سے ذہانت ٹپک رہی تھی۔ اُسے دیکھتے ہی رضامندی کی ہلکی ہلکی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ یقیناً ایسا ہی تعلیم یافتہ آدمی اپنے مقصد کو واضح کرنے کے لئے بہترین تقریر کرے گا۔

لیکن اُنہیں سخت مایوسی ہوئی جب حضرت موسیٰ کی جگہ اُن کے بھائی نے بات کی۔ جب حضرت ہارون نے حاضرین کو بتایا کہ کس طرح اللہ حضرت موسیٰ پر ظاہر ہوا اور اُنہیں کیا کچھ کہا ہے تو وہ ہکا بکا رہ گئے۔ اُنہوں نے اپنے بارے میں بھی بتایا کہ خدا میرے ساتھ بھی ہم کلام ہوا۔ حیرت کی ملی جلی سرگوشیاں فضا میں بکھر کر رہ گئیں۔ بزرگوں کے چہرے حیرانی میں ڈوب گئے۔ کیا بات، اللہ ایک بار پھر ہم کلام ہوا ہے۔ اب غلامی سے آزادی حاصل کرنے کی گھڑی آ پہنچی ہے—وہ گھڑی جس کا وہ ہر روز شدت سے انتظار کرتے آئے ہیں۔

تو بھی حضرت موسیٰ کے نہ بولنے سے بزرگوں کو بہت مایوسی ہوئی۔ اُن کے دلوں پر شک غالب آنے لگا۔ تو کیا اللہ نے اپنا پیغام دینے

کے لئے ایسے نااہل آدمی کو چنا ہے؟ اگر یہ ہارون کو اپنی ڈھال بنا کر چلتا ہے تو پھر فرعون کے ساتھ کیونکر نپٹ سکے گا؟ وہ بولے، ”ہمیں کوئی نشان دکھائیں تاکہ ثابت ہو کہ خدا کی قوت آپ کے ساتھ ہے۔“

جواب میں حضرت ہارون نے اپنے بھائی کے ہاتھ سے عصا لے لیا۔ زمین پر گرتے ہی عصا سانپ بن گیا جو پھن پھیلا کر ڈسنے کو تیار ہوا۔ ہر طرف سے حیرت آمیز آوازیں بلند ہونے لگیں۔ سانپ نہایت خوف ناک معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے ہی وہ دوبارہ عصا میں تبدیل ہوا سب نے سُکھ کا سانس لیا۔

یوں لگ رہا تھا جیسے سب لوگ قائل ہو چکے ہیں۔ تو بھی ایک گروہ میں گرما گرم بحث چھڑ گئی۔ آخر کار اُن میں سے ایک اُٹھ کر کہنے لگا، ”بھائیو سنو! ہمارے لئے تو یہ نشان ٹھیک ہے لیکن فرعون کی نظر میں یہ بچوں کا کھیل ہے۔ جب رعمسیس کی بیوی مر گئی تو جادوگروں نے عوام پر رعب ڈالنے کے لئے مُردہ عورت کے منہ میں زبان ڈال دی اور ہَوا میں شعلے بلند کئے۔ ہم کسی طرح کی خوش فہمی میں مبتلا نہ رہیں۔ ہمیں

فرعون پر رعب ڈالنے کے لئے ایک پرانے عصا کے علاوہ کچھ اَور بھی چاہیئے۔ موسیٰ، کیا تمہارے پاس کوئی اَور نشان نہیں ہے؟"

"بے شک ہے ایک اَور نشان۔" حضرت ہارون نے اپنا ہاتھ دکھا کر اُنہیں حیران کر دیا۔ پہلے وہ کوڑھ کی مانند سفید ہو گیا اور پھر دوبارہ اپنی اصلی حالت پر آ گیا۔ تیسرے نشان کا عملی مظاہرہ کرنے کے لئے وہ دریائے نیل کا پانی لے کر آئے جسے حضرت ہارون نے اُن کی آنکھوں کے سامنے خون میں بدل دیا۔

پھر حضرت ہارون نے کھڑے ہو کر اپنے بھائی کی طرف سے اُن سے کہا، "آپ حوصلہ رکھئے۔ بالکل نہ ڈریں۔ ہماری اُمید اپنے رب پر ہے جس نے ہمیں رہائی دلانے کا وعدہ کیا ہے۔ یقیناً ایک معمولی چھڑی بھی جس کے پیچھے رب کی طاقت کام کر رہی ہو بڑے بڑے عجیب کام کر سکتی ہے۔" یہ باتیں سن کر آخرکار سب قائل ہو گئے۔ اُن بزرگوں نے رب کے حضور اپنے سر جھکا دیئے اور اُس کی پرستش کرنے لگے۔

اگلے روز فرعون کے ساتھ ملاقات کا اہتمام کیا گیا۔ فرعون ملیفتہ نے اُن کا خیرمقدم کیا۔ حضرت موسیٰ نے اپنے آپ کو رب میں مضبوط کرتے

ہوئے محل میں قدم رکھا۔ جب وہ اُن مانوس دیوان خانوں سے گزرنے لگے تو اُن کے جذبات میں ہیجان برپا ہوا۔ یہ وہ جگہیں تھیں جہاں سے اُن کی ماں شہزادی دُخترِ فرعون اُن کے ساتھ ساتھ بڑے فخر سے گزرا کرتی تھی۔ یہاں سے بھی گزرتے بڑے چھوٹے سب آداب بجا لاتے تھے۔ ایک زمانہ تھا جب سارا مصر فاتح ہونے کے باعث اُن کی تعریف کیا کرتا تھا۔ یہ سوچ کر اُن کو محرومی کا احساس ہونے لگا۔

حضرت موسیٰ نے دیکھا کہ فرعون منیفتہ کتنا بوڑھا ہو چکا ہے۔ اُس کی مغرور آنکھوں نے سابق شہزادے موسیٰ کو نہیں پہچانا جب اُنہوں نے کہا، "رب اسرائیل کا خدا فرماتا ہے، 'میری قوم کو ریگستان میں جانے دے تاکہ وہ میرے لئے عید منائیں۔'"[a]

فرعون نے سر جھٹک کر اٹھایا، یوں جیسے کسی زہریلے سانپ نے ڈس لیا ہو۔ اُس کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور درباریوں کو لگا کہ اب وہ اُن کا سر قلم کرنے کا حکم دے گا۔ لیکن ایسا نہ ہوا۔ اِس کے برعکس فرعون کی آواز مزید کرخت ہو گئی۔ "یہ رب کون ہے؟ مَیں کیوں

[a] خُروج 1:5

اُس کا حکم مان کر اسرائیلیوں کو جانے دوں؟ نہ مَیں رب کو جانتا ہوں، نہ اسرائیلیوں کو جانے دوں گا۔"[a] فرعون کی آنکھیں غصے سے شعلے برسا رہی تھیں۔ اُن کے سامنے کسی اَور معبود کا نام لینا تو غداری کے برابر تھا۔ "تم کیوں اِن لوگوں کو اِن کے کام سے چھڑواتے ہو؟ تم جا کر اپنے اپنے بوجھ کو اٹھاؤ۔"[b]

اللہ کے ایلچی محل سے نکل گئے۔ اب بھی فرعون کی چنگھاڑتی ہوئی آواز اُن کے کانوں میں گونج رہی تھی۔ اُنہیں پہلے سے علم تھا کہ بادشاہ انکار کر دے گا، لیکن افسوس کی بات یہ تھی کہ اب سے اسرائیلیوں کی حالت مزید خراب ہو جائے گی۔

اب سے اسرائیلیوں کو اینٹیں بنانے کے لئے بُھس ملنا بند ہو گیا۔ اب اُنہیں خود ہی جا کر کھیتوں میں سے بُھس بٹورنا پڑتا تھا۔ یہ ایک ناممکن کام تھا، کیونکہ اُنہیں اِتنی ہی اینٹیں بنانا پڑتی تھیں جتنی کہ پہلے بناتے آئے تھے۔ اُن کی دقت بہت بڑھ گئی۔ عورتوں اور بچوں کو بُھس تلاش

---

[a] خُروج 2:5

[b] خُروج 4:5

کرنا پڑتا تھا اور پھر اُس بڑے بوجھ کو تعمیر کی جگہ پر لانا ہوتا تھا۔ شکار کیئے ہوئے جانوروں کی طرح وہ جُشن کے علاقے میں ڈھونڈنے پھرنے لگے تاکہ اپنے عزیزوں کو کوڑوں کی ظالمانہ مار سے بچائیں۔ لیکن افسوس! اُن کی ساری محنت بے کار رہی۔ وہ اینٹوں کی مطلوبہ تعداد کبھی بھی بنا نے نہ پاتے تھے۔

اُس وقت اسرائیلی نگران بھی اپنے لوگوں کو زیادہ کام کرنے پر مجبور نہیں کر سکتے تھے، کیونکہ اب ہر کام کی حد ہو چکی تھی۔ جب یہ نگران فرعون کے آگے جا کر کام لینے والے مصری نگران کی شکایت کرنے لگے تو اُنہیں بتایا گیا کہ یہ سب ظلم موسیٰ اور ہارون کی وجہ سے ہے۔ "تم لوگ سُست ہو، تم کام کرنا نہیں چاہتے۔ اِس لئے تم یہ جگہ چھوڑنا اور رب کو قربانیاں پیش کرنا چاہتے ہو۔"[a]

تب اسرائیلی نگران حضرت موسیٰ کے پاس گئے اور غصے میں آگ بھبھوکا ہوتے ہوئے بولے، "رب خود آپ کی عدالت کرے۔ کیونکہ آپ کے سبب سے فرعون اور اُس کے ملازموں کو ہم سے گھن آتی ہے۔

---

[a] خُروج 17:5

آپ نے اُنہیں ہمیں مار دینے کا موقع دے دیا ہے۔"[a] اُس وقت سے اُن نگرانوں کا حال بھی عام غلاموں جیسا ہو گیا۔ اُن کو روز پیٹا جانے لگا۔ یہاں تک کہ بُھس بٹورنے والی عورتوں اور بچوں کے ساتھ بھی نہایت غیر انسانی سلوک کیا جانے لگا۔

"ذرا تصور کرو! چند اسرائیلی غلاموں نے بادشاہ سے مطالبہ کرنے کی جرأت کی۔ ذرا سوچو! اُن میں اِتنی جرأت کہ بادشاہ سے کہتے ہیں کہ اُن کو بیابان میں اپنے خدا کی پرستش کرنا ہے،" مصری نگران طنزاً کہتے۔ "غائب ہونے کا کیا ڈھنگ نکالا ہے۔ اور سارا کام پیچھے ہم کریں گے، ہے نا!" وہ جانے والوں کے پیچھے مٹھیاں بھینچ کر چیخنے لگتے، "اَور بھی مشقت کرو۔ اِس سے تمہیں اِس گستاخی سے چھٹکارا مل جائے گا۔ غلیظ چوہو۔" پھر اُنہیں نشانہ باندھ کر پتھر مارا جاتا یا چھڑی پھینکی جاتی جو کبھی خطا نہ جاتی۔ اسرائیلی بچے ہنسنا تک یکسر بھول گئے، اور اُن کے جسم مرجھا گئے۔ بوڑھی خواتین جن کی کمر جھکی ہوئی تھی وہ بھی اُن کے غضب سے محفوظ نہ رہیں۔

---

[a] خروج 21:5

حضرت موسیٰ سخت پریشان ہوئے۔ ایک بار پھر اُنہیں محسوس ہونے لگا کہ مَیں بالکل ناکام رہ گیا ہوں۔ لیکن اِس بار وہ فرار نہ ہوئے بلکہ سیدھے اللہ کے پاس لوٹ کر اُس سے ہم کلام ہوئے۔ "اے آقا، تُو نے اِس قوم سے ایسا بُرا سلوک کیوں کیا؟ کیا تُو نے اِسی مقصد سے مجھے یہاں بھیجا ہے؟ جب سے مَیں نے فرعون کے پاس جا کر اُسے تیری مرضی بتائی ہے وہ اسرائیلی قوم سے بُرا سلوک کر رہا ہے۔"[a]

اُن کے دل میں جو کچھ تھا وہ سب کچھ کیوں کر کہہ سکتے تھے گو خدا سب باتوں سے پہلے ہی سے واقف تھا۔ انتہائی مایوسی کے عالَم میں حضرت موسیٰ چلّا اُٹھے، "اور تُو نے اب تک اُنہیں بچانے کا کوئی قدم نہیں اُٹھایا۔"[b]

بڑے بوجھل دل کے ساتھ وہ جواب کا انتظار کرنے لگے۔ رب کو حضرت موسیٰ کی باتیں عجیب نہ لگیں بلکہ وہ اِس انتظار میں تھا کہ وہ اپنی تمام الجھنیں اُس کے سامنے لے کر حاضر ہو۔ رب نے حضرت

---

[a] خُروج 5:22-23

[b] خُروج 5:23

موسیٰ کو یقین دلایا، "اب تُو دیکھے گا کہ مَیں فرعون کے ساتھ کیا کچھ کرتا ہوں۔ میری عظیم قدرت کا تجربہ کر کے وہ میرے لوگوں کو جانے دے گا بلکہ اُنہیں جانے پر مجبور کرے گا۔"[a]

واہ! اسرائیل کا خدا بھی کیا خدا ہے! وہ فرعون سے مغلوب نہیں ہوا بلکہ اُس کو یقین تھا کہ وہ اپنے لوگوں کو بچا لے گا۔ وہ اُن کے باپ دادا سے کئے گئے وعدے کو پورا کر کے چھوڑے گا اور اُن کو اُس ملک میں لے جائے گا جس کا اُس نے وعدہ کیا ہے۔ وہ اپنے ہر قول کو نبھائے گا اور دوست اور دشمن، ہر کوئی اُس کے قوی ہاتھ کو جان لے گا۔ حضرت موسیٰ کی ڈھارس بندھ گئی۔ اُنہوں نے رب کی تمام تر شفقت اور وفاداری کے لئے اُس کی پرستش کی۔ تب وہ سیدھے اپنے بھائی ہارون کے ساتھ بزرگوں کو خوش خبری سنانے چلے گئے۔ لیکن بزرگوں کی روح بُری طرح گھایل ہو چکی تھی۔ اُنہوں نے اُن کی بات کو بڑی بے دلی سے سنا۔ ایک نے تو یہاں تک مایوسی سے کہہ ڈالا، "ہم تو سمجھتے

---

[a] خُروج 6:1

تھے کہ اللہ ہمیں رہائی بخشے گا۔ لیکن اِس کے بجائے وہ ہمیں سزا دے رہا ہے۔"

حضرت موسیٰ نے ہارون کی معرفت اُن کو بتایا، "خدا نے مصریوں کی بدی کو انتہا تک پہنچنے دیا ہے۔ اب وہ تمہاری حمایت کرے گا۔ اپنے وفادار اور شفیق خدا پر بھروسا رکھو۔"

لیکن اُنہوں نے حضرت موسیٰ کی ایک نہ سنی۔ یوں لگتا تھا جیسے اُن کی روح بدن سے پرواز کر گئی ہے۔

سچا خدا کون ہے؟

جب سے فرعون کی ملاقات حضرت ہارون اور موسیٰ سے ہوئی تھی تب سے وہ انتہائی مضطرب رہنے لگا تھا۔ اِس حیرت انگیز ملاقات کی کہانی محل میں گردش کرتی ہوئی عام آدمی کے کانوں تک پہنچ چکی تھی۔ ہر ایک اُن گنواروں کے متعلق تمسخر آمیز باتیں کرنے لگا جو کہ بادشاہ کے سامنے غلاموں کے پورے قبیلے کو لے جانے کی کوشش میں تھے۔ بلاشبہ سب کو اِس کا احساس تھا کہ کچھ دیر سے مصر کی طاقت گھٹتی جا رہی ہے۔ نتیجے میں کچھ غلام بغاوت پر آمادہ ہونے لگے تھے۔ بعض اوقات تو نوبت یہاں تک پہنچ جاتی کہ وہ زیادہ فرصت کے اوقات اور مزید

خوراک کے مطالبے پر بھی اُتر آتے تھے۔ لوگوں نے اندازہ لگایا کہ اب تو اِن دو اسرائیلیوں کو پتہ چل گیا ہو گا کہ مصر کا مالک کون ہے۔

فرعون نے اِس سے پہلے کبھی کسی میں اِتنی جرأت نہیں دیکھی تھی کہ مصر کے دیوتا را کے فرزند سے کسی اجنبی معبود کے نام میں یوں بات کرے۔ یہ کتنی گستاخی تھی! تو بھی اُن کے کام میں اضافے کے خیال سے اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ یقیناً اِس سخت محنت سے وہ اونچے اونچے خواب دیکھنا بھول جائیں گے۔ خاص طور پر جب اُن کے بیگار لینے والوں کو ہدایت کی گئی تھی کہ ضرورت پڑے تو اُن کو بے دریغ ماریں۔ تو بھی یہ معاملہ فرعون کے خیال میں کہیں زیادہ پیچیدہ تھا۔ حضرت موسیٰ میں ایک خاص قوت محسوس ہوتی تھی۔ بادشاہ اُنہیں گرفتار کرنا چاہتا تھا، لیکن اِس معاملے میں وہ گویا مفلوج ہو کر رہ گیا تھا۔

ایک صبح فرعون معمول کے مطابق دریائے نیل کے کنارے ٹہل رہا تھا۔ اچانک حضرت موسیٰ اور ہارون غیرمتوقع طور پر اُس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ یوں محسوس ہوا جیسے اُن میں ایک نئی قوت اور نیا جذبہ کام کر رہا ہو۔ حضرت ہارون کی آواز نرسنگے کی طرح گونجی، ”رب

اسرائیلیوں کا خدا یوں فرماتا ہے کہ میرے لوگوں کو جانے دے تاکہ وہ بیابان میں میری عبادت کریں۔"

فرعون کا چہرہ غصے سے بھڑک اُٹھا۔ اُس نے اپنے محافظوں کو حکم دینے کے لئے منہ کھولا کہ اُنہیں ابھی گرفتار کرکے لے جائیں، لیکن کوئی آواز سنائی نہ دی۔ فرعون نے نظریں جھکا لیں۔ اُسے محسوس ہوا کہ کوئی ہیبت ناک دیوتا میرے مقابلے میں اُٹھ کھڑا ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ کی آنکھوں سے منعکس ہونے والی قوت سے فرعون کانپ گیا۔

بادشاہ کا ذہن تیزی سے کام کرنے لگا۔ تو کیا اسرائیلی غلاموں کا خدا موسیٰ کو مجھ پر حاوی کر رہا ہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اُس کے ہونٹوں پر چالاک مسکراہٹ پھیل گئی۔ موسیٰ ضرور مجھ پر کوئی جادو منتر چلا رہا ہے۔ اُس نے اپنے درباریوں کی نظروں کے سامنے اپنی آواز درست کرکے پکارا، "ثبوت دکھاؤ۔ کوئی معجزہ کرو۔"

حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی ہارون کو پکڑا دی جنہوں نے اُسے زمین پر ڈال دیا۔ فرعون اور اُس کے درباریوں کے دیکھتے وہ سانپ بن گئی جو ڈنک مارنے کے لئے تیار ہوگئی۔ جیسے ہی وہ سانپ دوبارہ لاٹھی میں

تبدیل ہوا فرعون نے اپنے داناؤں اور جادوگروں کو بُلوایا۔ اُنھوں نے بھی بڑے اعتماد کے ساتھ اپنی اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دی اور وہ بھی ویسے ہی سانپ بن گئیں۔

فرعون نے فاتحانہ انداز میں دیکھتے ہوئے کہا، "اے ہارون اور موسیٰ! دیکھا تم نے؟ میرے جادوگر بھی ایسے سیدھے سادے نشان دکھا سکتے ہیں۔" پھر کیا ہوا، حضرت موسیٰ کے سانپ نے اُن سانپوں پر حملہ کر دیا اور ایک ایک کر کے اُن کو ہڑپ کر لیا۔ یہ منظر دیکھ کر وہ جادوگر بھی بہت متاثر ہوئے۔ لیکن فرعون نے اپنے دل کو سخت کر لیا۔ جب اللہ کے بندے اُس کی حضوری سے چلے گئے تو وہ بڑا خوش ہوا کہ اُن سے چھٹکارا مل گیا۔

اِس ظاہری ناکامی کے باوجود حضرت موسیٰ آرام سے اپنے راستے پر چل دیئے۔ وہ بالکل مایوس نہ ہوئے۔ اُنھوں نے حضرت ہارون سے کہا، "ہارون! خدا کتنا شفیق ہے کہ اُس نے فرعون کو اِن باتوں پر غور کرنے اور توبہ کرنے کے لئے وقت دیا ہے۔ جب سے اللہ مجھ سے خدمت لینے لگا ہے اُس نے مجھے مشکلات سے دوچار ہونے دیا ہے۔

میرے اپنے لوگوں نے دوسری بار مجھے ٹھکرایا ہے۔ اِس پر طُرہ یہ کہ خود فرعون نے میری تحقیر کی ہے۔ اِس دوران مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ہے کہ مجھے خالص بنانے کا خدا کا یہ اپنا طریقہ ہے تاکہ مَیں اُس کے عظیم کام کو کرنے کے قابل ہو جاؤں۔ ساتھ ساتھ میری اللّٰہ کے ساتھ رفاقت بھی گہری ہوتی جائے۔"

حضرت موسیٰ یہ بیان نہ کر پا رہے تھے کہ اِس رفاقت کی کیا اہمیت ہے۔ اب وہ بڑی آزادی کے ساتھ اپنے رب کو اپنی تمام فکریں اور خدشات بتا سکتے تھے۔ جواب میں خدا اُن کی راہنمائی اور حوصلہ افزائی کرتا۔ اب اُن کی اولین خواہش یہی رہتی تھی کہ سب خدا کا نام جان جائیں، کہ سب اُس کی حمد و ثنا کریں۔ حضرت ہارون ساری باتیں بڑی دل چسپی سے سنتے رہے۔ بے شک وہ اللّٰہ پر ایمان لائے تھے۔ بلاشُبہ اُنھوں نے اپنی زندگی اسرائیل کی رہائی کے لئے وقف کر دی تھی۔ تو بھی وہ اب تک اِس قِسم کی روحانی گہرائی سے محروم تھے۔

ایک بار پھر اللّٰہ کے یہ دو ایلچی دریائے نیل کے کنارے کھڑے ہوئے۔ کچھ دیر بعد شاہی نقیب نے بادشاہ کی آمد کا اعلان کیا۔ دونوں

تیار ہوئے۔ اپنی اونچی پالکی سے اپنے دشمنوں کو دیکھتے ہی فرعون بھنا گیا۔ وہ بڑی بے بسی سے اُن کو اپنے جلوس کو روکتے ہوئے دیکھتا ہی رہ گیا۔

حضرت ہارون نے بڑی بے باکی سے فرعون سے کہا، "رب عبرانیوں کے خدا نے مجھے آپ کو یہ بتانے کے لئے بھیجا ہے کہ میری قوم کو میری عبادت کرنے کے لئے ریگستان میں جانے دے۔ لیکن آپ نے ابھی تک اُس کی نہیں سنی۔ چنانچہ اب آپ جان لیں گے کہ وہ رب ہے۔ مَیں اِس لاٹھی کو جو میرے ہاتھ میں ہے لے کر دریائے نیل کے پانی کو ماروں گا۔ پھر وہ خون میں بدل جائے گا۔ دریائے نیل کی مچھلیاں مر جائیں گی، دریا سے بدبو اُٹھے گی اور مصری دریا کا پانی نہیں پی سکیں گے۔"[a]

امام اور درباری حیران رہ گئے۔ آج تک کبھی کسی نے را کے جلالی فرزند کو مقدّس فریضے کی ادائیگی کے لئے جاتے ہوئے راستے میں روکنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ یقیناً اِس گستاخی کا انجام اِن مجرموں کی

---

[a] خُروج 7:16-18

فوری موت ہو گا۔ را کے فرزند کو کبھی بھی اِس خدا کے نام میں یوں بُرا بھلا نہیں کہا گیا تھا۔ اِس گستاخ منہ پھٹ کا علاج کرنا بہت ضروری تھا، ورنہ تو عوام کے دل سے فرعون کا احترام اُٹھ جائے گا۔

ماحول میں بے چینی اور احتجاج کا احساس بڑھنے لگا۔ تو بھی بادشاہ ایک لفظ تک نہ بولا۔ اِس کے بجائے ہر آنکھ حضرت ہارون پر جمی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے اپنی لاٹھی دریائے نیل کے پانی پر ماری۔ سب نے گردنیں نکال کر دیکھا۔ حیرت کی آوازیں فضا میں بکھر گئیں، ”آہ! اوہ!“ گاڑھا خون آلودہ پانی خوف زدہ آبی جانوروں کے تڑپنے سے متلاطم ہو گیا۔ چھوٹی بڑی مچھلیاں موت سے بچنے کے لئے اُچھل کر باہر آ گریں۔ دیکھتے ہی دیکھتے بے شمار مچھلیاں مر کر خون آلودہ گاڑھے پانی کی سطح پر تیرنے لگیں۔ گرم اور تر موسم نے تعفُّن کو اَور بڑھا دیا۔ ایک مورچھل بردار نے جلدی سے بادشاہ کی ناک کے آگے پھولوں کا گل دستہ لگا دیا۔

جب فرعون کے حواس بجا ہوئے تو اُس نے اپنے جادوگروں کو حکم دیا کہ وہ اپنے منتر سے ایسا ہی کرکے اِس اجنبی خدا سے مقابلہ کریں۔ اب پریشانی یہ آن پڑی کہ صاف پانی کہاں سے لیا جائے؟ تمام نہروں،

جوہڑوں اور تالابوں کا پانی خون میں بدل چکا تھا۔ تمام برتنوں میں بھرا ہوا پانی بھی خون ہو چکا تھا۔ بڑی مشکل سے دریا کے پاس ہی سے زمین کھود کر پانی نکالا گیا اور حیرانی کی بات ہے کہ اُن جادوگروں نے اِس پانی کو خون بنا دیا۔ فرعون مطمئن ہو گیا۔ دونوں اسرائیلیوں سے بغیر کچھ کہے اُس نے اپنے شاہی جلوس کو آگے بڑھنے کا حکم دیا۔

ہر ایک الجھن میں پڑ گیا۔ شدید گرمی تھی، اور کسی کے پاس پینے کا پانی تک نہ تھا۔ دریائے نیل اور دوسری جگہوں پر لوگ کھدائی میں لگ گئے تاکہ ریت میں سے کچھ نہ کچھ پانی نچوڑ کر اپنی پیاس بجھا سکیں۔ فرعون کے لئے دُور دراز علاقے سے پانی لایا گیا۔ لیکن اُس کا مسئلہ ہی اَور تھا۔ وہ تو حضرت موسیٰ کی جادوئی طاقت سے بے انتہا پریشان تھا۔ حضرت موسیٰ نے اُن کے دریائی دیوتاؤں نائیلس اور خنوم پر کام یاب حملہ کیا تھا جو دریائے نیل کے سرپرست تھے۔ آگے کیا ہونے والا تھا ؟

سات دن کے بعد ایک نئی وبا نے مصر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ بے شمار چھوٹے بڑے مینڈک کثرت سے اُن پر آ چڑھے۔ مینڈکوں کا ایسا ریلا مصریوں پر ٹوٹ پڑا جو اُنہوں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ وہ

لوگوں کے ساتھ اُن کے بستروں میں گھس گئے، اُن کے کھانوں میں کودنے لگے اور آٹا گوندھنے کے برتنوں میں گھستے پھرتے گئے۔ لوگ اُن سے سخت بیزار ہو گئے۔ لیکن وہ اُن کو مار نہیں سکتے تھے، کیونکہ وہ اُن کے خنوم دیوتا کی بیوی ہیکٹ دیوی کا مقدس نشان تھے۔

مصری پاگل ہو گئے کہ آخر یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے؟ اُن کا بادشاہ اور دیوتا اِس سلسلے میں کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنے آپ کو بھی نہیں بچا سکتا تھا۔ لہٰذا جب لوگوں کو خبر ملی کہ اُن کے جادوگر بھی اپنے جادو سے مینڈک چڑھا لائے ہیں تو اُنہیں اِس سے کوئی خاص خوشی نہ ہوئی۔ اُنہوں نے کہا کہ نئے مینڈک لانے کے بجائے پرانے مینڈکوں کو ہم سے دُور لے جاؤ۔ لیکن یہ اُن کے بس کی بات نہیں تھی۔

پورے ملک میں دھیمی دھیمی بڑبڑانے کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ تب فرعون نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو بلا بھیجا اور اُن کے آگے منت کی کہ اپنے خدا سے میرے اور میرے ملک کے لئے دعا کرو۔ حیرانی کی بات ہے کہ حضرت موسیٰ نے کہا، "وہ وقت مقرر کریں جب مَیں آپ کے عہدیداروں اور آپ کی قوم کے لئے دعا کروں۔" مزید

حیرت کی بات یہ ہے کہ مقررہ وقت پر اچانک ہی سب مینڈک مر گئے۔ لوگ اُن کو اکٹھا کر کے ڈھیر لگانے لگے۔ مصریوں پر دہشت طاری ہو گئی۔ ایسا جلالی خدا یقیناً اپنے لوگوں کو مصر سے نکال لے جائے گا۔ اُنہوں نے اسرائیلیوں کا خیال رکھنا شروع کر دیا۔

گلے سڑے مینڈکوں کے ڈھیروں سے ابھی مصریوں کا دل بُری طرح متلا رہا تھا کہ صبح جوئیں آ پڑیں۔ اُنہوں نے اِس بُری طرح سے خون چوسا کہ گدھے تکلیف کی شدت سے دولتیاں مار مار کر چنگھاڑتے ہوئے اپنے کان اور دُم ہلانے لگے۔ گھوڑے سڑکوں پر ہی بے قابو ہو کر وحشیانہ انداز میں ہنہنا اُٹھے۔ کیا انسان کیا حیوان جوؤں سے سخت تنگ ہونے لگے اور لوگ جلد ہی اِس نتیجے پر پہنچے کہ یہ بھی اسرائیلیوں کے خدا کی بھیجی ہوئی وبا ہے جس کی بات بادشاہ ماننے کے لئے تیار نہیں تھا۔

ایک سبزی فروش نے دبی دبی آواز میں اطلاع دیتے ہوئے کہا، ”سنا ہے کہ اِس بار ہمارے جادوگر جوئیں پیدا نہیں کر سکتے۔ اور جانتے ہو اُنہوں نے فرعون سے کیا کہا؟ اللہ کی قدرت نے یہ کیا ہے۔“[a]

---

[a] خُروج 8:19

دوسرے لفظوں میں اُن کا مطلب تھا کہ اے فرعون بہتر ہے کہ تُو بھی اللہ کی مرضی کے آگے سر جھکا دے۔

"اِس سے پہلے ایسی بات کسی نے کبھی نہیں سنی ہے،" چادر کے نیچے سے ایک عورت کی تیکھی سی آواز سنائی دی۔ "کیا ہمارے جادوگروں نے سچ مچ ہمارے دیوتا بادشاہ سے ایسا ہی کہا ؟"

ایک چوڑے چکلے شانوں والے باورچی نے بڑے دکھ سے سر ہلاتے ہوئے کہا، "یہاں تک کہ مقدس درندے بھی جنہیں اِتنی احتیاط سے صاف ستھرا رکھا جاتا ہے جوؤں سے بھرے ہوئے ہیں۔ فرعون مصری دیوتاؤں کے انتظار میں ہے کہ اُسے اِس مصیبت سے نجات دلانے کے لئے آئیں۔" ایک درد بھری چیخ کے ساتھ اُس نے اپنی گال پر پڑی جوؤں کو زور سے تھپڑ مارتے ہوئے پھٹی پھٹی آنکھوں سے جھنجھلا کر کہا، "بڑی مصیبت ہے۔ اگر اسرائیلی چلے گئے تو دوسرے سارے غلام بھی بھاگ جائیں گے۔ مصر میں تو زندگی کٹ کے رہ جائے گی۔" اِس دوران گدھا مسلسل چنگھاڑتا اور دولتیاں چلاتا رہا۔ اب جانے کا وقت ہوگیا تھا۔ سبزی والا بڑبڑاتے ہوئے چل دیا۔

مصر پر مسلسل حملے ہوتے گئے۔ اِس بار مچھروں کے غول کے غول اُمڈ آئے۔ کھیت اُن سے سیاہ ہو گئے۔ اُن کے ظالمانہ حملوں سے بچے اور شیر خوار بلبلا اُٹھے۔ کھانے پینے کی چیزوں میں بھی مچھروں کے بھر جانے سے لوگ پریشان ہو گئے۔ اِس پر طرہ یہ کہ ایک حیرت انگیز خبر گردش کرتی رہی کہ جُشن کا علاقہ اِس وبا سے محفوظ ہے۔ سب سے بڑھ کر یہ بات تھی کہ حضرت موسیٰ پہلے ہی اِس کا اعلان کر چکے تھے۔ یہ تو روزِ روشن کی طرح صاف تھا کہ وبائیں اسرائیلیوں کے خدا کے پورے اختیار میں ہیں۔ اِس خیال کے آتے ہی مصری کانپ جاتے تھے کہ اگر فرعون اللہ کے احکام کو ماننے سے انکار کرتا رہا تو یقیناً ہم سب مارے جائیں گے۔

ایک کے بعد دوسرا دن گزرا۔ لوگ انتظار میں تھے کہ مچھر ختم ہو جائیں لیکن بے سود۔ فرعون ابھی پوری طرح سے اللہ کا حکم بجا لانے پر راضی نہ تھا۔ اُس نے اسرائیلیوں کو مصر ہی میں اپنے خدا کے حضور قربانی گزراننے کی اجازت دی۔ لیکن حضرت موسیٰ کو یہ بات منظور نہ تھی۔ دوسری تجویز یہ تھی کہ اسرائیلی بے شک بیابان میں قربانی گزرانیں لیکن زیادہ دُور جانے کی اجازت نہیں ہو گی۔ آخرکار حضرت موسیٰ نے

شفاعت کی اور مچھروں کے غول دُور ہو گئے۔ پھر بھی مصریوں کو تسلی نہ ہوئی، کیونکہ فرعون کی ضد کے باعث بُرے نتائج کا ہی خطرہ تھا۔

اب تو اللہ کا حملہ اِتنا شدید تھا کہ آسمان اذیت ناک چیخوں سے گونج اُٹھا۔ کھیتوں میں مویشی، گھوڑے، اُونٹ اور بھیڑ بکریوں کے ریوڑ کے ریوڑ مرنے لگے۔ گھڑسواروں کو پیدل چلنا پڑا۔ آدمیوں کو گھوڑوں اور گدھوں کی جگہ رتھیں، چھکڑے اور تانگے کھینچنے پڑ گئے۔ قافلے رک گئے۔ مُردے اونٹوں کے پاس ہی سامان کو ڈھیر کر دینا پڑا۔ مویشیوں کے مالک تباہ ہو گئے۔ چرواہے مُردے ریوڑوں کو بڑی دکھ بھری نظروں سے دیکھتے رہے۔ اُن کی روزی جاتی رہی تھی۔ ظاہر ہے اسرائیلیوں کے خدا کو وعدہ خلافی سے دھوکا نہیں دیا جا سکتا۔ فرعون کے وہ قیمتی گھوڑے بھی جن پر اُسے بڑا ناز تھا مر گئے۔ لیکن جیسا کہ حضرت موسیٰ نے پیش گوئی کی تھی اسرائیلیوں کا کوئی جاندار نہ مرا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی، اور لوگوں پر پریشانی اور حیرت طاری ہو گئی۔

سینکڑوں سالوں سے مصر کی مذہبی اور سیاسی زندگی مضبوط رہی تھی۔ اُس کا حاکم اور عظیم ترین دیوتا فرعون تھا۔ مصر ایک عالمی طاقت تھا۔ تو

بھی غلاموں کا یہ چھوٹا سا قبیلہ اُس کو للکارنے کی جرأت کر رہا تھا۔ یہ کیسی گستاخی تھی کہ اُس کا لیڈر موسیٰ اپنے خدا کے نام میں را کے فرزند کے طاقت ور بازوؤں سے زور آزمائی کرنے لگا تھا۔ فرعون نے بڑی ڈھٹائی سے سر جھٹک دیا۔ ہرگز نہیں! مَیں آخری دم تک مقابلہ کروں گا۔

تب پیش گوئی کے مطابق آدمیوں اور جانوروں کے جسم پر پھوڑے اور پھپولے پھیلنے لگے۔ پھر بھی فرعون نے اپنا دل سخت کر لیا۔ جادوگر اور پروہت سر سے پاؤں تک پھوڑوں سے بھرے پڑے رہے۔ اُن کی حالت قابلِ رحم تھی۔ اپنی ناپاکی پر انتہائی شرمندگی کے باعث وہ وہاں سے کھسک گئے۔ پروہتوں کا بے داغ ہونا تو ضروری تھا۔ فرعون دانت کچکچا کر رہ گیا۔ اسرائیلیوں کے خدا سے شکست تسلیم کر لوں؟ ہرگز نہیں۔

اگلے روز ایک خوف ناک طوفان آیا۔ اولے پڑے، بجلی گری اور بادل گرجتے رہے۔ اِس سے پہلے ایسا طوفان کبھی دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ انسان کیا اور حیوان کیا سب متاثر ہوئے۔ کھیتوں کی ساری سبزی تباہ ہو گئی۔ طوفان اِتنا شدید تھا کہ فرعون نے حضرت موسیٰ اور ہارون کو

بلا بھیجا اور بڑی عاجزی سے کہنے لگا، "اِس مرتبہ مَیں نے گناہ کیا ہے۔ رب حق پر ہے۔ مجھ سے اور میری قوم سے غلطی ہوئی ہے۔ اولے اور اللہ کی گرجتی آوازیں حد سے زیادہ ہیں۔ رب سے دعا کرو تاکہ اولے رُک جائیں۔ اب مَیں تمہیں جانے دوں گا۔ اب سے تمہیں یہاں رہنا نہیں پڑے گا۔"

حضرت موسیٰ نے اُس سے کہا، "مَیں شہر سے نکل کر دونوں ہاتھ رب کی طرف اُٹھا کر دعا کروں گا۔ پھر گرج اور اولے رُک جائیں گے اور آپ جان لیں گے کہ پوری دنیا رب کی ہے۔ لیکن مَیں جانتا ہوں کہ آپ اور آپ کے عہدیدار ابھی تک رب خدا کا خوف نہیں مانتے۔"[a] آخری بات بڑے دکھ سے کہی گئی۔

افسوس، فرعون نے اب بھی اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ جواب میں رب نے حضرت موسیٰ کی معرفت ٹڈیوں کی بدترین وبا بھیجنے کا اعلان کیا۔ اِس بار فرعون کے نوکر اُس سے منت کرکے کہنے لگے، "ہم کب تک اِس مرد کے جال میں پھنسے رہیں؟ اسرائیلیوں کو رب اپنے خدا کی عبادت

---

[a] خُروج 9:29-30

کرنے کے لئے جانے دیں۔ کیا آپ کو ابھی تک معلوم نہیں کہ مصر برباد ہو گیا ہے؟"[a]

تب فرعون نے اپنا رویہ نرم کرتے ہوئے کہا، "جاؤ، اپنے خدا کی عبادت کرو۔ لیکن یہ بتاؤ کہ کون کون ساتھ جائے گا؟"[b]

"ہم اپنی ہر چیز اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے، جاؤ اور رب تمہارے ساتھ ہو۔ نہیں، مَیں کس طرح تم سب کو بال بچوں سمیت جانے دے سکتا ہوں؟ تم نے کوئی بُرا منصوبہ بنایا ہے۔"[c] اُس کے لہجے میں چبھتا ہوا طنز تھا۔ "نہیں، صرف مرد جا کر رب کی عبادت کر سکتے ہیں۔ تم نے تو یہی درخواست کی تھی۔"[d]

بادشاہ نے انتہائی غصے کے عالَم میں اُن کو اپنے سامنے سے نکال دیا۔ جواب میں حضرت موسیٰ نے رب کے حکم پر مصر پر اپنا ہاتھ بڑھایا۔ تب ٹڈیوں کے غول کے غول اِس کثرت سے اُمڈ آئے کہ آسمان پر

---

[a]خروج 7:10

[b]خُروج 8:10

[c]خُروج 10:10

[d]خُروج 11:10

اندھیرا چھا گیا۔ وہ اِتنی ہولناک تھیں کہ فرعون نے جلدی سے حضرت موسیٰ اور ہارون کو بلا بھیجا۔ رب سے معافی مانگنا اور موسیٰ سے شفاعت کی منت کرنا فرعون کا معمول بن چکا تھا۔ ہر بار اللہ اپنے وعدے کا سچا ثابت ہوتا تھا جبکہ بادشاہ ہمیشہ جھوٹ بولتا اور کبھی اپنی بات پر قائم نہیں رہتا تھا۔ فرعون کو یقین ہو چلا تھا کہ یہ سلسلہ ہمیشہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ اُسے کتنی غلط فہمی تھی۔ اُس پر اللہ کا قہر نازل ہونے میں دیر نہ لگی۔

اِس کے بعد ایک بَلا اچانک ہی نازل ہوئی۔ سارے مصر پر گھری تاریکی چھا گئی۔ اُس نے درخت کے نیچے حمام کے اڈے پر بیٹھے ایک نائی اور اُس کے گاہک کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ وہ مسلسل تین دن تک ایک دوسرے کی جھلک تک نہ دیکھ سکے۔ ایسی تاریکی کے بارے میں کبھی کسی نے سنا تک نہ تھا۔ خوف سے اُن کے دل ڈوبتے گئے۔

"اے سورج دیوتا کے فرزند، ہماری مدد کر!" گاہک یک دم اُچھل کر پنجوں کے بل کھڑے ہوتے ہوئے کہنے لگا۔ وہ بُری طرح کانپنے لگا، "بس اب ہم مرے کے مرے۔" اُس کی ناک اور حلق میں گرد جم کے

رہ گئی۔ "اسرائیلیوں کا خدا ہم سب کو ہلاک کرنے کے لئے آ گیا ہے۔ اُن کے خدا نے ہمارے دیوتاؤں کو اُن کی اپنی سرزمین پر شکست دی ہے۔ اور سب سے آخر میں ہمارے سب سے بڑے دیوتا آمون را کو بھی پسپا کر دیا ہے جس کا فرزند فرعون ہے۔ آج اسرائیلیوں کے خدا نے سورج دیوتا کے فرزند اور اُس کے معتقدوں کو تاریکی اور موت کا قیدی بنا رکھا ہے۔ مَیں یقین سے کہتا ہوں کہ آج کے بعد نہ کوئی نگران نہ کوئی سپاہی اسرائیلیوں کو چھونے کی بھی جرأت کرے گا۔"

نائی کے حرکت کرنے کی آواز سنائی دی۔ "مجھے تو خوشی اِس بات کی ہے کہ آج کل ہمارے لوگ اسرائیلیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے ہیں،" اُس نے لرزتی ہوئی کمزور آواز میں کہا۔ "اب مصری نگران اور اُن کے گھر والے بھلائی کرنے کے کوشاں رہتے ہیں، کیونکہ وہ اُن کے غضب سے ڈرتے ہیں۔"

آخر کار را دیوتا کے فرزند فرعون بادشاہ نے ہار مان ہی لی۔ اُس نے حضرت موسیٰ کو بلا کر کہا، "جاؤ، رب کی عبادت کرو! تم اپنے ساتھ بال

بچوں کو بھی لے جا سکتے ہو۔ صرف اپنی بھیڑبکریاں اور گائے بَیل پیچھے چھوڑ دینا۔“[a]

لیکن حضرت موسیٰ نے بڑی سختی سے جواب دیا، ”کیا آپ ہی ہمیں قربانیوں کے لئے جانور دیں گے تاکہ اُنہیں رب اپنے خدا کو پیش کریں؟ یقیناً نہیں۔ اِس لئے لازم ہے کہ ہم اپنے جانوروں کو ساتھ لے کر جائیں۔ ایک کُھر بھی پیچھے نہیں چھوڑا جائے گا، کیونکہ ابھی تک ہمیں معلوم نہیں کہ رب کی عبادت کے لئے کن کن جانوروں کی ضرورت ہو گی۔ یہ اُس وقت ہی پتا چلے گا جب ہم منزلِ مقصود پر پہنچیں گے۔ اِس لئے ضروری ہے کہ ہم سب کو اپنے ساتھ لے کر جائیں۔“[b]

پہلے تو فرعون کی زبان گنگ ہوگئی۔ یہ کیسی بات تھی کہ دیوتا را کا فرزند ایک غیرمعبود کو قربانی کے لئے جانور دے؟ وہ بڑے غصے میں چلّا اُٹھا، ”دفع ہو جا۔ خبردار! پھر کبھی اپنی شکل نہ دکھانا، ورنہ تجھے موت کے حوالے کر دیا جائے گا۔“[c]

---

[a] خُروج 24:10
[b] خُروج 26-25:10
[c] خُروج 28:10

حضرت موسیٰ نے بڑے آرام سے جواب میں کہا، ”ٹھیک ہے، آپ کی مرضی۔ مَیں پھر کبھی آپ کے سامنے نہیں آؤں گا۔“[a]

پھر حضرت موسیٰ واپس جُشن کے علاقے میں چلے گئے جہاں لوگ دن کی روشنی سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔

---

[a] خُروج 29:10

روانگی

خوف ناک تاریکی کے بعد مصری نگرانوں نے غلاموں کے ساتھ ہی اپنی جگہ چھوڑ دی تھی۔ اُن نگرانوں کو فرعون کے خوف سے زیادہ قادرِ مطلق کے قہر کا خوف تھا۔ اب اسرائیلی گھریلو ملازموں کے ساتھ بھی بڑا اچھا سلوک ہو رہا تھا۔

شام کے دھندلکے میں اخرنیس کے گھرانے کی تین غلام عورتیں سروں پر گھڑے اُٹھائے دریائے نیل سے لوٹ رہی تھیں۔ حبشی دوشیزہ فیحہ کی بڑی بڑی آنکھیں حیرت سے چمک رہی تھیں، ”تم نے غور کیا آج کل بیگم صاحبہ اسرائیلی غلاموں سے کتنا اچھا سلوک کرتی ہیں؟

جب پہلے کی طرح اُن کا چھوٹا بچہ بے چارے شالموت کو تھپڑ مارنے لگا تو اُس کی ماں غصے میں آ کر اُسے منع کرنے لگی کہ پھر کبھی ایسا نہ کرنا۔' وہ اُس پر برس ہی تو پڑی۔ 'شالموت کا خدا تمہیں مار ڈالے گا۔ چلو شالموت سے معافی مانگو۔' بیگم صاحبہ تو اب اُن کے گھر والوں کی بھی خیریت پوچھتی رہتی ہے اور بیابان میں ہونے والی اسرائیلیوں کی عید کے بارے میں تو باتیں ختم ہی نہیں ہوتیں۔ اُن کے ساتھ اچانک ہی انسانوں جیسا سلوک ہونے لگا ہے اور یہ صرف اِس لئے کہ مصری اللہ کے غضب سے ڈرتے ہیں۔"

خوب رُو اداہ چشمے کی طرح اُبل پڑی، "ہمارا مالک تو ہر وقت شالموت، سارہ اور بن یمین بابا کو یقین ہی دلاتا رہتا ہے کہ وہ بھٹے پر اُن کے رشتے داروں سے بڑے تحمل سے پیش آتا ہے اور کس طرح سے اُن کی چھوٹی موٹی خامیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے، کہ جب لوگ اُس لڑکے کو اُس کے پاس پکڑ کر لائے جو ابھی تک چھپا ہوا تھا تو اُس نے اُسے سپاہیوں کے حوالے نہ کیا بلکہ چپکے سے دوسروں میں شامل کر لیا۔" سب جانتے تھے کہ اخرنیس اِتنا نرم دل نہیں ہے۔ صرف اللہ

کے غضب کے ڈر سے اب وہ اسرائیلیوں پر قیمتی تحفے نچھاور کرنے لگا ہے۔

فیحہ کہنے لگی، ”عبرانیوں کا خدا صرف اِس قوم کا ہی خدا نہیں بلکہ ہر اُس کا جو اُس کی آرزو رکھتا ہے۔ مجھے یہ باتیں بن یمین بابا نے سمجھائی ہیں۔ میری روح اِس سچے خدا کے لئے بے چین ہے۔ جب اسرائیلی خدا کے وعدے کے مطابق اپنے وطن لوٹیں گے تو مَیں بھی اُن کے ساتھ جاؤں گی۔“

جب اسرائیلی اپنے سفر کی تیاریوں میں لگ گئے تو بڑی حیرت انگیز باتیں رونما ہونے لگیں۔ اُن کا خدا اُنہیں خالی ہاتھ نہیں لے جا رہا تھا بلکہ وہ مصریوں کو راضی کر رہا تھا کہ وہ اُن کو کچھ دے کر روانہ کریں۔ اصل میں حضرت موسیٰ ہی نے اسرائیلیوں کو اُکسایا تھا کہ وہ مصریوں سے سونا، چاندی اور قیمتی چیزوں کا مطالبہ کریں۔ آخر اُنہوں نے سالوں اُن کے لئے بلامعاوضہ کام کیا تھا۔

غلامانہ نظام ختم ہونے لگا تو تمام اسرائیلی رعمسیس اور پتوم سے اپنی اپنی بستی میں لوٹے۔ مدت سے بچھڑے خاندان پھر سے متحد ہو گئے۔ ہر طرف گپ شپ، قہقہوں اور حسرتوں کا بازار گرم تھا۔

بی بی مریم کا چہرہ خوشی سے تمتا رہا تھا۔ حضرت ہارون کی ایک پوتی سالن پکا رہی تھی جبکہ گھرانے کے دیگر لوگ آرام کر رہے تھے۔ اِتنے میں کسی نے کہا، ”چلو آخر کار فرعون کو پتہ تو چل گیا کہ قادرِ مطلق کون ہے۔ اُس کا تو بس ایک ہی سوال ہوتا تھا، یہ کہ اللہ کون ہے کہ مَیں اُس کی بات مانوں؟ آخر اُسے اِس کا بڑا اچھا جواب مل گیا ہے۔“

حضرت ہارون ایک ٹھنڈی سانس بھرتے ہوئے بولے، ”مریم، یہ تو ٹھیک ہے کہ وہ اللہ کو جان گیا ہے۔ لیکن وہ ابھی تک اُس کا مقابلہ کر رہا ہے۔ اگر آج بھی تمہاری اُس سے ملاقات ہو جائے تو تم کانپ کر رہ جاؤ گی۔ جتنا زیادہ اُس کے اختیارات کو جھٹکا لگتا ہے اُتنا ہی زیادہ وہ اپنی طاقت اور جاہ و جلال کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر تمہارے بھائی میرے ساتھ نہ ہوتے تو شاید ہی مَیں کبھی اُس کے رو برو

ہونے کی جرأت کرتا۔ لیکن بھائی موسیٰ چٹان کی طرح کھڑے رہے۔ جتنا زیادہ اُن کو وہاں جانا پڑتا اُتنا ہی زیادہ اُن کے قدم مضبوط ہوتے گئے۔"

بلاشبہ اِس تنازع میں حضرت موسیٰ کے ایمان نے بڑا کردار ادا کیا۔ اُس تمام عرصے میں اُن کا خدا کے ساتھ بڑا قریبی رابطہ رہا۔

بی بی مریم کو وہ بچہ موسیٰ یاد آ گیا جو کہ موت کے منہ میں تھا۔ وہ کہنے لگی، "ہارون! مجھے اکثر اپنے والدین کے مضبوط ایمان پر حیرت ہوتی ہے اور یہ کہ دیکھو اللہ کیسے موسیٰ کو سیدھا محل میں لے گیا جہاں وہ شاہی خاندان کا فرد بن گیا۔ رب نے فرعون ہی سے اُسے اعلیٰ تعلیم دلوائی۔ اِسی وجہ سے موسیٰ اُن کی سوچ اور بول چال کے ڈھنگ سے خوب واقف ہے۔ بادشاہ سے بات کرتے وقت تمہیں اُس سے بہت زیادہ مدد ملتی ہو گی۔"

حضرت ہارون نے اِس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا، "کنعان جاتے وقت موسیٰ کو اپنی فوجی تربیت کو عمل میں لانے کے بہت زیادہ موقعے ملیں گے۔ ہمیں کنعان جانے والے اپنے بڑے ہجوم پر

قابو پانے کے لئے اُس کی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کی سخت ضرورت پڑے گی۔"

حضرت موسیٰ پُرعزم ڈگ بھرتے ہوئے آ پہنچے۔ یوں لگتا تھا اُن کی ساری قوت بحال ہو چکی ہے۔

"سلام، میرے لئے بھی کچھ کھانے کو بچا ہے کہ نہیں؟" اُنہوں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ چوکے پر سے اُن کی بھابھی نے اُن کو یقین دلایا کہ کھانا موجود ہے اور کہنے لگی، "بے چارہ! بال بچوں کے بغیر تم پر کتنا بڑا بوجھ ہو گا۔ تم نے اچھا کیا جو اُنہیں گھر بھیج دیا ہے۔ ورنہ وہ بھی غلام بن جاتے۔"

"رب ضرور مجھے میرے بال بچوں سے ملائے گا۔" حضرت موسیٰ نے بڑے اعتماد سے جواب دیا۔ "اِس وقت تو اسرائیلی ہی میرا گھرانا ہیں، اور مجھے سب سے زیادہ اُن کی فکر ہے۔ آج رات بزرگ جمع ہو کر ہدایات لیں گے کہ مصر سے روانہ ہونے سے پہلے اسرائیلیوں کو کیا کچھ کرنا ہو گا۔" اُن کے چہرے پر ایک سایہ چھا گیا۔

"اب تک اسرائیلیوں کو کچھ بھی نہیں کرنا پڑا بلکہ وہ صرف اللہ کے قادر ہاتھ ہی کو کام کرتے دیکھتے رہے۔ آخری آفت کا حال ذرا مختلف ہو گا۔ ہر ایک کو بچنے کے لئے رب کی ہدایات پر عمل کرنا ہو گا۔ لٰہذا ہر ایک کے لئے یہ جاننا بہت ضروری ہے کہ اُسے کیا کرنا ہے۔" اُنہوں نے اپنے بھائی پر ایک پُرمعنی نظر ڈالتے ہوئے کہا، "میرا دل مجھے مجبور کر رہا ہے کہ مَیں ایک بار پھر فرعون کو خبردار کر دوں اگرچہ مجھے پہلے سے معلوم ہے کہ وہ میری بات ہرگز نہ سنے گا۔"

اُس شام حضرت موسیٰ نے بزرگوں سے ملاقات کی۔ اسرائیلی نگرانوں اور چند بزرگوں کے علاوہ نوجوانوں کی ایک بڑی تعداد بھی وہاں موجود تھی۔ وہ سب اپنے سردار کی ہدایات سننے اور اُن پر عمل کرنے کے لئے بے چین تھے۔

حضرت موسیٰ نے اُن کو بڑی سنجیدگی سے کہا، "جاؤ، اپنے خاندانوں کے لئے بھیڑ یا بکری کے بچے چن کر اُنہیں فسح کی عید کے لئے ذبح کرو۔ زوفے کا گچھا لے کر اُسے خون سے بھرے ہوئے باسن میں ڈبو دینا۔ پھر اُسے لے کر خون کو چوکھٹ کے اوپر والے حصے اور دائیں

بائیں کے بازوؤں پر لگا دینا۔ صبح تک کوئی اپنے گھر سے نہ نکلے۔ جب رب مصریوں کو مار ڈالنے کے لئے ملک میں سے گزرے گا تو وہ چوکھٹ کے اوپر والے حصے اور دائیں بائیں کے بازوؤں پر لگا ہوا خون دیکھ کر اُن گھروں کو چھوڑ دے گا۔ وہ ہلاک کرنے والے فرشتے کو اجازت نہیں دے گا کہ وہ تمہارے گھروں میں جا کر تمہیں ہلاک کرے۔"[a]

اِس پر سننے والے جھک کر اُس اَن دیکھے خدا کی پرستش کرنے لگے جس کی باتیں اُنہوں نے پہلی بار حضرت موسیٰ کی زبانی سنی تھیں۔

ہر گھرانے نے ایک ایک صحت مند اور بے عیب لیلا چن لیا۔ بچے آ آ کر اُس کے ساتھ کھیلنے لگے۔ وہ بڑی سنجیدگی سے کہتے، "یہ فسح کا لیلا ہے۔ اُسے ذبح کر دیا جائے گا۔ اِس کے بعد ہم ایک لمبے سفر پر روانہ ہو جائیں گے۔" بڑوں کو سامان اکٹھا کرتے ہوئے دیکھ کر وہ بڑے خوش ہوئے۔ کچھ گٹھڑیاں اُنہیں اپنی پیٹھ پر لادنا تھیں اور کچھ گدھوں پر ڈھونے کے لئے باندھی جا رہی تھیں۔ بھیڑ بکریاں، مویشی، بٹیروں کے

[a] خُروج 12:21-23

پنجرے، شہد اور تیل سے بھرے ہوئے مرتبان، پھلوں کی ٹوکریاں، آٹے کی بوریاں سب کچھ اکٹھا کیا جا رہا تھا۔ مصریوں کے دیئے ہوئے تحفے کتنے شاندار دکھائی دے رہے تھے۔

پھر فسح کا دن طلوع ہوا۔ اُس روز اسرائیلیوں کے گھروں میں بڑی چہل پہل تھی۔ اُن کی رہائی کا دن آ پہنچا تھا۔ اِس کے مقابلے میں شاہی دربار میں فرعون کا رنگ غصے سے فق تھا، کیونکہ اُس کے ملازموں نے اُس سے ہاتھ جوڑ کر منت کی تھی کہ وہ اسرائیلیوں کو عید منانے کی اجازت دے۔ "اِن غلاموں نے کام کرنا چھوڑ دیا ہے، کیونکہ اُن کے مصری نگرانوں کے دل اُن کے خدا کے خوف سے پگھل چکے ہیں۔ دیگر غلام بھی اِس صورتِ حال کا فائدہ اٹھا کر کام کرنے سے انکار کر رہے ہیں۔ مصری اُن کی عید کے لئے اُن پر سونے چاندی کے تحفے نچھاور کر رہے ہیں۔ ملک کا سارا نظم و ضبط پامال ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ فوج اُن کی طرف انگلی تک نہیں اٹھاتی۔"

فرعون غصے سے کھول رہا تھا۔ اِس میں کچھ شک نہیں تھا کہ اسرائیلیوں کا خدا فرعون کی بربادی کے درپے ہے۔ یہ دیکھ کر درباری

اور اُس کے دوست تک اُسے مجبور کر رہے تھے کہ اللہ کے آگے ہار مان لے۔ لیکن فرعون کو اُس سے بَلا کی نفرت تھی۔ جو خود مصریوں کا عظیم ترین دیوتا تھا وہ کبھی بھی اپنے غلاموں کے خدا سے ہار ماننے کو تیار نہ تھا۔ اب وہ دوبارہ خدا کے ایلچیوں سے ملنے پر رضامند نہ تھا۔ محافظوں کو فرعون کی جان کی قَسم دے کر کہا گیا تھا کہ موسیٰ اب محل میں داخل نہ ہونے پائے۔

لیکن پھر بھی دن کے دوران موسیٰ عصا ہاتھ میں لئے داخل ہوا۔ کم زوری کے عالَم میں فرعون کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ کے نورانی چہرے نے اُسے مزید خوف زدہ کر دیا۔ اللہ کے بندے کے تنبیہ آمیز الفاظ فرعون کے کانوں میں ہتھوڑے کی طرح وار کرنے لگے۔ ”رب فرماتا ہے، آج آدھی رات کے وقت مَیں مصر میں سے گزروں گا۔ تب بادشاہ کے پہلوٹھے سے لے کر چکّی پیسنے والی نوکرانی کے پہلوٹھے تک مصریوں کا ہر پہلوٹھا مر جائے گا۔ چوپائیوں کے پہلوٹھے بھی مر جائیں گے۔[a]

---

[a] خُروج 11:4-5

اُسی وقت فرعون کا پہلوٹھا بیٹا اندر آ گیا۔ تخت کا یہ وارث اپنے عین عالمِ شباب میں تھا۔ یہ سب باتیں سن کر اُس نے خوف زدہ آنکھوں سے اپنے باپ پر نظر ڈالی۔ باپ کی نگاہیں اُس پر فخر سے جمی رہتی تھیں۔ تو کیا وہ اپنے بیٹے کی خاطر بھی راضی نہیں ہو گا ؟ لیکن یوں لگتا تھا جیسے فرعون کسی شیطانی طاقت کے تحت کام کر رہا ہو۔ گو اُس نے قادرِ مطلق کے ہاتھ کو دیکھ لیا تھا تو بھی وہ ابھی تک اُس کا مقابلہ کر رہا تھا۔ بادشاہ نے اپنے بیٹے کے ساتھ آنکھ ملانے سے گریز کیا جو مرنے کو تھا۔ وہ اپنے خوف زدہ ملازموں کی طرف بھی دیکھ نہ پایا، کیونکہ اِس بار اُن کی آنکھیں اپنے بادشاہ کی بےحسی اور خود پرستی کے بارے میں کھل چکی تھیں۔

حضرت موسیٰ فرعون کے دربار سے انتہائی غصے میں باہر نکل آئے۔ اب فرعون کے ساتھ سب ہی مصریوں کو الٰہی غضب کا نشانہ بننا تھا۔

سہ پہر کے وقت اسرائیلی گھرانے لیلوں کو ذبح کرنے میں مصروف ہو گئے۔ جیسے ہی خون کا دھار اُبل کر پھوٹا اُسے بڑی احتیاط سے باسنوں میں اکٹھا کیا گیا۔ پھر اُسے زوفے کے گچھے کے ساتھ دروازے کے

دونوں بازوؤں اور اوپر کی چوکھٹ پر لگا دیا گیا۔ ہر پہلوٹھا جانتا تھا کہ رب اُس خون کو دیکھ کر گزر جائے گا اور موت کا فرشتہ مجھے نقصان نہیں پہنچائے گا۔ مصری دُور سے اسرائیلیوں کو اپنے گھروں کے باہر آگ جلاتے اور پورا لیلا بھونتے ہوئے دیکھتے رہے۔ بہار کے موسم کی اُس شام کو جب جُشن کے علاقے میں بُھنے ہوئے گوشت کی خوشبو پھیل گئی تو ہر ایک کے منہ میں پانی بھر آیا۔

حضرت موسیٰ اپنے بھائی ہارون کو اِس مقدس رسم کو ادا کرتے ہوئے دیکھ رہے تھے۔ جیسے ہی خون تیزی سے بہہ نکلا وہ سوچنے لگے، "رب کتنا بھلا ہے جو اپنے پہلوٹھے اسرائیل کو موت کے خوف میں نہیں رکھتا بلکہ چاہتا ہے کہ وہ خوشی منائے اور اپنے خدا کی محبت، شفقت اور وفاداری کو پہچانے۔"

اللہ کی محبت اور نور کے برعکس فرعون کے دل میں کتنی تاریکی اور خودغرضی تھی۔ حضرت موسیٰ نے ٹھنڈی آہ بھری۔ وہ ذہین بادشاہ اِتنا بھی نہیں پہچان سکا کہ وہ کس کے طابع ہے۔ کوئی بھی انسان اپنا مالک نہیں ہو سکتا۔ اُس پر اللہ کی حکومت ہوتی ہے یا شیطان کی۔ انسان کی

تخلیق کا مقصد ہی خدا سے محبت کرنا اور اُس کی خدمت کرنا ہے۔ اُس کی زندگی کا اَور کوئی مقصد نہیں ہوتا۔

عورتوں نے روٹیاں پکانے کے لئے آٹا گوندھ کر سفر پر لے جانے کے لئے باندھ لیا، کیونکہ وقت نہیں تھا کہ سفر کے لئے روٹیاں پکائیں۔ جب رات کے سائے پھیلنے لگے تو تمام اسرائیلی گھروں کے اندر غائب ہو گئے اور بڑی احتیاط سے دروازے بند کر لئے۔ بچوں کو باہر جانے سے سختی سے منع کر دیا گیا۔ پھر عید منائی گئی۔ سب جانتے تھے کہ رب کا فرشتہ اب کسی وقت بھی مصر میں اُتر آئے گا۔ وہ اُن کے دروازے کے پاس سے بھی گزرے گا۔ اُس مقدس گھڑی میں بڑی سنجیدگی چھائی ہوئی تھی۔ اُنہوں نے کمر کَس کر پاؤں میں جوتے اور ہاتھ میں عصا پکڑ کر کھانا کھایا۔ کھانا کھاتے وقت وہ روانہ ہونے کے اشارے کا شدت سے انتظار کرتے رہے۔

بہار کے موسم کی یہ ایک عام سی رات تھی۔ مینڈک ٹرا رہے تھے، جھینگر گنگنا رہے تھے۔ چلتی ہَوا سے کھجور کے پتوں کی سرسراہٹ صاف سنائی دیتی تھی۔ لیکن آن کی آن میں ہر طرف ایک خاموشی چھا گئی۔

حضرت موسیٰ کا دل مصر میں مرنے والے سب پہلوٹھوں کے لئے تڑپ اُٹھا۔ اُن کا دیوتا فرعون اُن کے پہلوٹھوں کی جان بچانے پر راضی نہ ہوا تھا۔ حضرت موسیٰ کا دل اپنے رب کے پیار سے سرشار ہو کر اللہ کے اُس شدید دکھ کو محسوس کر رہا تھا جو اُسے مصریوں کی بربادی سے ہو رہا تھا۔ لیکن اب اُن کے انصاف کا وقت آ پہنچا تھا۔ جس وقت خدا کے لوگ مصیبت کے باعث چلّا اُٹھے تھے اُس وقت کسی نے بھی اُن کی پروا نہیں کی تھی۔ اب اُنہیں اُن کی سخت دلی کا مزہ چکھایا جا رہا تھا۔

اچانک کہیں دُور دل کو چیرنے والا کہرام مچا اور پھر یوں لگا جیسے سارے مصر میں صفِ ماتم بچھ گئی ہے۔ حضرت ہارون اور موسیٰ کو فرعون کے سامنے پیش ہونے کے لئے بلایا گیا۔ بادشاہ، اُس کے ملازم اور محل کے تمام افراد بڑی بے چینی سے اُن کے آنے کا انتظار کر رہے تھے۔ محل میں بھی صفِ ماتم بچھی ہوئی تھی۔ ادنیٰ سے ادنیٰ ملازم سے لے کر فرعون تک سب نوحہ کر رہے تھے۔ صدمے کے باعث فرعون برسوں کا بوڑھا دکھائی دے رہا تھا۔ اُس کی آنکھیں رو رو کر سوجی ہوئی

تھیں۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کو دیکھتے ہی وہ ہاتھ جوڑ کر منت کرنے لگا کہ اسرائیلیوں کو فوراً میرے ملک سے باہر لے جاؤ۔ تمام حاضرین اُن پر تحفے نچھاور کرنے لگے۔ اب فرعون میں اِتنی عاجزی کا احساس تھا کہ اُس نے اُن سے التجا کی کہ جانے سے پیشتر مجھے برکت دو۔ اچانک وہ مصر پر نازل ہونے والی لعنت کی جگہ اللہ کی برکت کا خواہش مند ہوا۔

صبح سویرے اسرائیلی روانہ ہونے کے لئے جمع ہونے لگے۔ ہر طرف سے غم کے مارے ہوئے خوف زدہ مصری اُنہیں جلد از جلد روانہ کرنے کے لئے آ پہنچے اور اُن سے منت کرنے لگے، "خدا کے لئے جلدی سے چلے جاؤ۔ ہم سب موت کے منہ میں ہیں۔" وہ گدھوں پر سامان لادنے، لوگوں کے کندھوں پر گٹھڑیاں اُٹھانے میں اسرائیلیوں کی مدد کرنے لگے۔ مصریوں نے تو جانو اسرائیلیوں کو اُن کے راستے پر دھکیل ہی دیا۔

اِتنی جلدی کے باوجود حضرت موسیٰ اپنا ایک ضروری کام کرنا نہ بھولے۔ اُنہوں نے پوری طرح تسلی کر لی کہ مصر کے سابق حاکم حضرت یوسف کی حنوط شدہ لاش اُن کے ساتھ ہی جا رہی ہے۔ گو بزرگ یعقوب کا بیٹا مصر میں بڑے اعلیٰ عہدے پر فائز تھا تو بھی اپنے باپ

کی طرح اُس نے بھی مصر کو کبھی اپنا وطن تسلیم نہیں کیا تھا۔ غلامی کے مایوس کن برسوں کے دوران حضرت یوسف کا تابوت واپس جانے کی اُمید کو زندہ رکھے ہوئے تھا۔

تمام گلی محلوں سے لوگ روانہ ہونے کے لئے اُمڈے چلے آ رہے تھے۔ یہ مسافر صرف جُشن کے علاقے ہی سے نہیں تھے بلکہ رعمسیس اور دوسری جگہوں سے بھی آ گئے تھے۔ جیسے جیسے وہ بڑھتے جاتے تھے ہر گاؤں سے بھاری تعداد میں مسافر اُس قافلے میں شریک ہوتے جاتے تھے۔

اُس خوش گوار رات میں جب وہ جلدی جلدی چودھویں کے چاند کی بھرپور روشنی میں آگے بڑھنے لگے تو اُنہیں بالکل پتہ نہیں تھا کہ اگلا پڑاؤ کہاں ہو گا۔ اُن کے لئے اِتنا جان لینا ہی کافی تھا کہ حضرت موسیٰ ہمارے آگے آگے چل رہے ہیں، ایسی ہستی جس کے ایمان نے ہمارے ایمان کو نئے سرے سے جگا دیا ہے۔

قادرِ مُطلق کا ہاتھ

اِتنے میں بادشاہ صدمے پر قابو پا چکا تھا۔ اسرائیلیوں کے خدا کا خوف گھٹنے لگا۔ اِتنے زیادہ کارندوں کے چلے جانے سے وہ غصے سے پاگل ہو رہا تھا۔ کھوجی اسرائیلیوں کا اتا پتا معلوم کرنے کے لئے روانہ ہو چکے تھے۔

جوں ہی فرعون کی نظر واپس آتے ہوئے کھوجیوں پر پڑی اُس کی ڈھارس بندھ گئی۔ اُن کے سردار نے آداب بجا لاتے ہوئے کہا، "بادشاہ کا اقبال بلند ہو! اے طاقت ورفرعون! دشمن زیر ہوں۔" اُس

نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے کہا، ”عبرانیوں کا ہجوم اپنے مالِ غنیمت سمیت فاتح لشکر کی طرح جُشن کے علاقے سے باہر چلا گیا ہے۔“

”اُن کے آدمی فوجی ترتیب سے آگے بڑھ رہے ہیں کیا ؟“

”نہیں! نہیں! ایسی فوج نہیں بلکہ اُن کے مرد، عورتیں بچے اور مویشی اکٹھے آگے بڑھ رہے ہیں۔ سُکات پر اُن کا پہلا پڑاؤ تھا جہاں اُنہوں نے کھانا پکایا اور کھا کر آرام کیا۔ وہاں سے وہ کوچ کر کے بیابان کے کنارے ایتام تک گئے۔ موسیٰ اور ہارون اُن کی قیادت کر رہے ہیں۔ اور اُن کے آگے آگے ایک عجیب چیز چل رہی ہے۔“

فرعون بے صبری سے پھٹ پڑا، ”وہ کیا ہے؟ اے میاں بولو۔ کیا کوئی فرشتہ ہے یا دیوتا ؟“

”وہ کچھ بادل جیسی چیز ہے ...“

فرعون طنز بھری ہنسی ہنستے ہوئے بولا، ”لوگوں کا اِتنا بڑا ہجوم جب گرد میں سے گزرے گا تو دھول کا بادل تو اُٹھے گا ہی۔“

”ظاہر ہے کہ وہ سیدھی سڑک سے نہیں جا رہے جو اُن کو 10 دن میں کنعان پہنچا سکتی ہے۔ ہاں موسیٰ اچھی طرح سے جانتا ہے کہ سیدھے

راستے پر ہم مصریوں نے جگہ جگہ چوکیاں قائم کی ہیں۔ ہماری فوج آنے جانے والوں کا بڑی احتیاط سے جائزہ لیتی ہے۔ اب وہ کہاں ہیں؟"

"ایک عجیب بات ہوئی جب موسیٰ اُن کو اِدھر اُدھر لئے پھرتا رہا تو وہ اُس راستے پر چل دیئے جس پر بحرِ قلزم اُن کو آگے بڑھنے سے روکے ہوئے ہے۔"

فرعون نے فاتحانہ انداز میں تالی بجاتے ہوئے کہا، "تو پھر آخر وہی ہوا۔ اُن کا خدا اِتنا بے بس نکلا کہ اُسے اپنے لوگوں کو اُن کے حال پر چھوڑنا ہی پڑا۔ انجامِ کار مصر پر اُس کی عارضی طاقت کا خاتمہ ہو ہی گیا۔ اب ہمارے دیوتا ہماری مدد کے لئے آئیں گے۔" اُس کے عمر رسیدہ چہرے پر مسکراہٹ سے شکنیں بکھر گئیں۔

اینٹیں بنانے کا زیادہ تر کام اب رُکا ہوا تھا۔ اِس کے علاوہ اسرائیلیوں میں اعلیٰ مہارت رکھنے والے مرد اور عورتیں تھیں جن کی مصر کو ضرورت تھی۔ حضرت موسیٰ کا خیال آتے ہی بادشاہ کے دل میں بدلے کی جہنمی آگ بھڑک اُٹھی۔ یہ وہ شخص ہے جس نے مجھے بار بار نیچا دکھایا ہے۔ یہی میرے بیٹے کی موت کا ذمے دار ہے۔ اب سب

سے پہلے اسرائیلیوں کے خدا کو شکست دینا ضروری ہے تاکہ را دیوتا کی بالا دستی ہو۔

فرعون نے فوراً اپنے اعلیٰ عہدیداروں کو جمع کر لیا اور کہنے لگا، ”میرے دوستو! سنو، اسرائیلی پریشانی کے عالم میں اِدھر اُدھر بھٹکتے پھر رہے ہیں، کیونکہ اُن کے دیوتا کے پاس اُنہیں سمندر پار لے جانے کی طاقت نہیں ہے۔ اب ہمارے دیوتا اُن پر غالب آ جائیں گے۔“ پھر رتھ سوار دستوں کے سالار کی طرف پلٹ کر کہنے لگا، ”رتھ جمع کر کے فوراً اُن کا پیچھا کرو۔“

”اے را کے بیٹے! تُو ہی ہمارا عظیم ترین دیوتا ہے۔ اگر تیری کرنیں ہمارے سامنے چمکتی رہیں تو فتح ہماری ہے۔ ہمارے ساتھ آ۔“

بادشاہ کی بوڑھی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ لوگوں کو میری ضرورت ہے۔ وہ مجھے چاہتے ہیں۔ اب بھی مَیں عظیم ترین دیوتا مانا جاتا ہوں۔ تھوڑی ہی دیر میں سنہری ساز میں چار سفید گھوڑے لائے گئے جو جانے کے لئے بے چینی سے اپنے سُم پٹخ رہے تھے۔ بادشاہ کے آگے آگے اُس کے سلاح بردار سنہری ڈھال پکڑے چل رہے تھے۔ بوڑھے اور کمزور فرعون کو

رتھ میں سوار ہوتے ہی یقین ہو چلا تھا کہ وہ دُنیا کا سب سے طاقت ور آدمی اور دیوتا ہے۔

اُدھر حضرت موسیٰ اِس حقیقت سے اچھی طرح واقف تھے کہ اب تک ہماری ہر نقل و حرکت پر مصریوں کی کڑی نظر ہے۔ ابھی تک ہم فرعون کی پہنچ میں ہیں۔ لیکن اللہ نے اسرائیلیوں کو نہیں چھوڑا تھا۔ دن کے وقت جب سورج اپنی پوری تمازت سے اُن پر چمکتا تو اُن کو کوئی نقصان نہیں پہنچاتا تھا۔ دن کو رب اُن پر بادل کا سایہ کرتا اور رات کو سفر کرنے کے لئے آگ کے ایک ستون کی روشنی دیتا تھا۔ بادل میں رب کی موجودگی بڑی تسلی کا باعث تھی۔ اِس سے حضرت موسیٰ کو ایک ایسے باپ کی یاد آتی تھی جو بڑی غیرت سے اپنے بچوں کی نگہبانی کر رہا ہو۔ رب اُن کی راہنمائی بھی کرتا، اُنہیں راستہ دکھاتا تھا۔ جب کچھ لوگ راستے کے بارے میں بڑبڑاتے تو حضرت موسیٰ اُنہیں تسلی دیتے کہ راستہ غلط نہیں بلکہ رب نے خود ہمیں اِس راستے پر چلنے کو کہا ہے۔ فکر مت کرنا کہ سامنے سمندر کی رکاوٹ ہے۔

مصر سے نکلنے کے پانچویں روز سورج کے ڈوبتے وقت اسرائیلیوں نے اچانک دیکھا کہ مصری ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔ مصری فوج بڑی سرعت سے طویل فاصلہ طے کرنے کے بعد ریگستانی پہاڑیوں پر سے چلی آ رہی تھی۔ وہاں سے اُن کو بالکل نیچے سمندر کے کنارے اسرائیلیوں کے خیمے دکھائی دے رہے تھے۔ اُن کو اپنی فتح کا یقین تھا۔

یہ دیکھ کر اسرائیلی سخت گھبرا گئے۔ خوف کے مارے وہ رب کو پکارنے لگے۔ ہر طرف سے حضرت موسیٰ پر الزامات کی بوچھاڑ پڑنے لگی۔ ”کیا مصر میں قبروں کی کمی تھی کہ آپ ہمیں ریگستان میں لے آئے ہیں؟ ہمیں مصر سے نکال کر آپ نے ہمارے ساتھ کیا کِیا ہے؟ کیا ہم نے مصر میں آپ سے درخواست نہیں کی تھی کہ مہربانی کر کے ہمیں چھوڑ دیں، ہمیں مصریوں کی خدمت کرنے دیں؟ یہاں آ کر ریگستان میں مر جانے کی نسبت بہتر ہوتا کہ ہم مصریوں کے غلام رہتے۔“[a]

---

[a] خُروج 14:11-12

اُن سابق نگرانوں میں سے ایک بڑے سخت لہجے میں پکار اٹھا، "یہ راستہ رب کا چنا ہوا نہیں ہو سکتا۔ ہم ایک سر پھرے آدمی کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں۔" دشمن کے رُوبرُو اُن کی نظروں میں اُس رب کی جو اُن کو دن میں سایہ اور رات کو روشنی دیتا تھا کوئی حقیقت نہ تھی۔

حضرت موسیٰ کا معاملہ اِس سے بالکل مختلف تھا۔ بے شک اُن پر عوام کا غصہ ٹوٹ پڑا۔ لیکن اُنہوں نے اللہ کی وفاداری پر بھروسا کرنا سیکھ لیا تھا، اِس لئے وہ جانتے تھے کہ جو خدا ہم کو ایسے چنگل میں پھنسانے کو لے جا رہا ہے وہ ہم کو اُس میں سے باہر بھی نکالے گا۔ وہ بالکل نہ گھبرائے بلکہ متلاطم سمندر میں ٹھوس چٹان کی طرح بولے، "مت گھبراؤ۔ آرام سے کھڑے رہو اور دیکھو کہ رب تمہیں آج کس طرح بچائے گا۔ آج کے بعد تم اِن مصریوں کو پھر کبھی نہیں دیکھو گے۔ رب تمہارے لئے لڑے گا۔ تمہیں بس، چپ رہنا ہے۔"[a]

تب ایک عجیب بات ہوئی۔ بادل کا ستون جو کہ ہَوا میں تیر رہا تھا زمین پر آ کر ٹھہر گیا اور مصری خیمہ گاہ اور اسرائیلی خیمہ گاہ کے درمیان

---

[a] خُروج 14-13:14

دیوار بن گیا۔ اب مصریوں کی جانب تاریکی تھی جبکہ اسرائیلیوں کی طرف دن کی طرح روشنی تھی۔ پُرخطر ماحول کے باوجود اسرائیلیوں کو رب کی حضوری اور حفاظت کا شدید احساس ہوا۔ اِسی طرح رات آرام سے بیت گئی اور مصری اسرائیلیوں کے قریب نہ آسکے۔

ایک بار پھر حضرت موسیٰ ہکا بکا رہ گئے کہ گو رب ہمارا ساتھ دے رہا ہے تو بھی اُسے کوئی جلدی نہیں۔ اِس کامل یقین کے ساتھ حضرت موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر کی طرف بڑھا دیا تو آن کی آن میں مشرقی ہَوا چلنے لگی۔ اسرائیلیوں کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ رب ایک بار پھر اپنے لوگوں کو بچانے کے لئے اپنے خادم کے وسیلے سے کام کر رہا تھا۔ اُن کے دہشت زدہ دل اپنے رب کی محبت اور اُس پر ایمان سے لبریز ہو گئے۔ وہ اپنے آپ کو کوسنے لگے کہ ہم رب کے خادم موسیٰ پر کس طرح شک کر سکتے تھے؟ اُن کی آنکھوں کے عین سامنے بحرِ قلزم میں ایک کشادہ راستہ بن گیا۔ اُن کے دائیں اور بائیں طرف لہریں شیشے کی دیواروں کی طرح کھڑی ہوئیں جو کہ آگ کے ستون کی روشنی میں جگمگا رہی تھیں۔

اور پھر یک دم جیسے بھیڑ میں جان پڑ گئی۔ اُن کے راہنما کے لبوں سے نکلے ہوئے لفظ سب طرف پھیل گئے، "اسرائیلیوں سے کہو کہ وہ آگے بڑھیں۔" جو زیادہ جرأت مند تھے اُنہوں نے سہمے ہوؤں کو ساتھ لے کر مصر کے علاقے کو ہمیشہ کے لئے خیر باد کہتے ہوئے سمندر کو عبور کر لیا۔ گو دشمن اُن کے سر پر سوار تھا پھر بھی اُن کے دل تھم گئے۔ رب اُن کا محافظ اور راہنما تھا۔ اُن کے لئے اِتنا ہی کافی تھا۔

مصری لشکر جس نے تاریکی میں رات بسر کی تھی ابھی تک مستعد تھا۔ اُن کی طرف سے ذرا سی لاپروائی اُن کے لیے موت کا پروانہ ہو سکتی تھی۔ اُنہوں نے دل میں ٹھان رکھی تھی کہ ہم اسرائیلیوں اور اُن کے خدا پر فتح پا کر ہی لوٹیں گے۔ اچانک اُنہیں کچھ فاصلے سے بہت سے قدموں کی آواز سنائی دی۔

لشکر کا سالار غور سے سننے لگا، "کیا تم نے یہ شور سنا؟ اسرائیلیوں کے خیمے میں کچھ ہو رہا ہے۔" تاریکی اوسان بُھلا دینے والی تھی۔ وہ گرج اُٹھا، "آگ کو روشن رکھنے کی ذمے داری کس کی ہے؟ ساری آگ کیوں بجھ گئی ہے؟"

"عالی جاہ! یہ سب کچھ طوفان بادباراں کا کِیا دھرا ہے۔ ہر چیز گیلی ہو گئی ہے۔ اب نہیں چل سکتی۔" ابھی وہ دم بخود ہو کر سب باتیں غور سے سن رہے تھے کہ ایک بادل کے ٹکڑے کے پیچھے سے چاند نمودار ہوا اور دُور سمندر میں بادل کے ستون کی موٹی دیوار صاف نظر آنے لگی۔

سالار غصے سے گرجا، "اسرائیلی بچ کر نکلے جا رہے ہیں۔ مصر کی سرزمین پر اُن کو پکڑنے کا ہمارے پاس یہ آخری موقع ہے۔" اسرائیلیوں کا تعاقب کرتے ہوئے رتھ سمندری راستے پر چڑھ دوڑے۔ اُن کے پیچھے پیادہ لشکر آگے بڑھنے لگا۔ سالار کی نظریں بادل کی دیوار پر جمی ہوئی تھیں جس کے پیچھے وہ جانتا تھا کہ اسرائیلی آگے بڑھے جا رہے ہیں۔ مصری لشکر بڑھتے بڑھتے اُن کے قریب تر آ پہنچا تھا۔

"جوانو! اپنے دیوتاؤں اور بادشاہ کی خاطر آگے بڑھو۔ ہم اُن کے سر پر سوار ہیں۔ ہم ابھی اُنہیں جا پکڑیں گے۔"

اچانک سب گھبرا گئے۔ صبح سویرے ہی رب نے بادل اور آگ کے ستون سے مصر کی فوج پر نگاہ کی اور اُس میں ابتری پیدا کر دی۔ اُن کے رتھوں کے پہیئے نکل گئے تو اُن پر قابو پانا مشکل ہو گیا۔ یہ دیکھ کر

مصری چلّا اُٹھے، ”آؤ، ہم اسرائیلیوں سے بھاگ جائیں، کیونکہ رب اُن کے ساتھ ہے۔ وہی مصر کا مقابلہ کر رہا ہے۔“[a] وہ اپنے دیوتاؤں کو مدد کے لئے پکارنے لگے لیکن اُن کی فریاد چنگھاڑتے طوفان کے شور میں دب کر رہ گئی۔ وہ بے بس رہ کر اپنے رتھوں کو سمندر کی نرم ریت میں دھنستے ہوئے دیکھتے رہے۔ بچ نکلنا ناممکن ہو گیا تھا۔

تب چاروں طرف چیخیں بلند ہوئیں، ”ہائے، ہائے! پانی کا ریلا آ رہا ہے!“ اُن کے دیکھتے دیکھتے پانی میں سے راستہ اچانک بند ہو گیا۔ بڑی بڑی لہریں آپس میں مل گئیں، اور فوجی اپنے ہتھیاروں سمیت ایک دم پانی میں ڈوب مرے۔

خشک زمین پر کے اسرائیلی ہجوم کو تو یہ سب کچھ خواب سا لگ رہا تھا۔ اب آخرکار وہ اپنے وطن کی راہ پر جا رہے تھے۔ ہر طرف خوشی کے آنسو چمکتے رہے، اور لوگ آپس میں ایک دوسرے سے گلے ملنے لگے۔ عمرام کے بچوں نے اللہ کا شکر کرتے ہوئے اپنے نیک سیرت والدین کو یاد کیا۔ دراز قد، پتلے جسم والا یعقوب بابا اپنی بیوی دبورہ

---

[a] خُروج 25:14

کے پاس کھڑا رو پڑا۔ اُنہیں اپنا بیٹا رُوبن اور اُس کی بیوی یاد آئی جو جوانی میں خدا کو پیارے ہو گئے تھے۔ اُنہیں وہ خوف ناک سال بھی یاد آیا جب وہ رُوبن کے بیٹے جاد کو چھپاتے پھرتے تھے۔ آنسوؤں کے پردے میں سے اُنھوں نے دیکھا کہ جاد نے اپنے بازو اپنی بیوی ملکاہ اور بچے کے گرد حمائل کئے ہوئے ہیں۔ اللہ نے جاد کو کتنی برکت دی ہے۔ اب ہمارے سامنے مستقبل روشن ہے۔

جب اُنھوں نے اپنے دشمنوں کی لاشوں کو سمندر کے کنارے پڑا ہوا دیکھا تو اُنہیں یقین نہیں آ رہا تھا کہ غلامی سے آزادی کا لمحہ آ پہنچا ہے۔ کیا اُنہیں احساس ہوا تھا کہ طاقت ور دشمن کے چنگل سے اُن کی آزادی حضرت موسیٰ کے ایمان اور دعاؤں کے جواب میں خدائے قادر کا کام تھا؟ ایک بات ضرور واضح تھی کہ فتح کے اِس موقعے پر اسرائیلی اللہ پر ایمان اور حضرت موسیٰ پر اعتماد رکھے ہوئے تھے۔ بلاشبہ اِس وقت خدا کا بندہ اُن کی نظروں میں سرفراز تھا۔

صحرا میں

اسرائیلی فتح کی خوشی میں کچھ دیر اَوڑھنا چاہتے تھے، لیکن اللہ نے اُنہیں کوچ کا اشارہ دے دیا۔ چلتے چلتے دن گزرتے گئے اور راستہ زیادہ دشوار ہوتا گیا۔ اب فتح کے گیت اُن کے ہونٹوں سے جاتے رہے۔ حضرت موسیٰ اور ہارون نوجوانوں کے ساتھ تیزی سے آگے آگے چلتے گئے جبکہ پیچھے آنے والے دُور دُور تک پھیلے آہستہ آہستہ آ رہے تھے۔ عورتیں، بچے اورعمر رسیدہ لوگ گدھوں پر بیٹھے تھے جبکہ کچھ بزرگ اور نوجوان مویشیوں کو ہانک رہے تھے۔ دوسرے لوگ سامان سے لدے گدھوں کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔

"ارے پالُو!" تُلہ نے پکارا۔ "مصری اسلحہ سے آراستہ ہمارے سامنے والے آدمی فوج ہی لگ رہے ہیں۔ ہے نا ؟"

پالُو ہنس پڑا، "یار تمہاری نظر بڑی تیز ہے کہ میلوں دُور آدمیوں کو دیکھ سکتے ہو۔"

تُلہ اپنی چھڑی سے دُور فاصلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہنے لگا، "اُن کی تلواروں کو دھوپ میں چمکتے ہوئے دیکھ رہے ہو نا ؟ جب سے ہمارے لوگوں کو مُردے مصریوں کا سامان ملا ہے وہ فخر سے پھولے نہیں سماتے۔"

اُس کا دادا پوپلے منہ سے ہنستا ہوا بولا، "پہلے اپنے آپ کو پچھلے دستوں میں تو وفادار ثابت کرو۔ پھر اگلے دستوں میں بھی ترقی مل ہی جائے گی۔ مَیں ٹھیک کہہ رہا ہوں نا مریم بی بی؟"

مریم بی بی نے زور دار چھینک ماری، "توبہ یہ مٹی! ہمیں تو خوشی ہے کہ پیچھے ہمارے ساتھ کچھ مرد ہیں جہاں اِتنے زیادہ چھوٹے بچے اور بوڑھے بھی ہیں۔ آشر بابا! مَیں کہتی ہوں کہ شُور کے بیابان میں سے گزرتے ہوئے بڑی حیرت ہوئی کہ گو چراگاہ اچھی نہ تھی تو بھی ریوڑوں اور

مویشیوں کو گھاس پھوس کے علاوہ جھاڑیوں میں منہ مارنے کے لئے کچھ نہ کچھ مل ہی جاتا تھا۔"

ایک پنجرے میں سے مرغ نے بانگ دی، اور بابا کی آواز چند بکریوں کی آواز میں دب کر رہ گئی۔ "ہمارا سب سے بڑا مسئلہ پانی کی کمی ہو گا۔ آہ! سفر کے پہلے تین دن تو بہت ہی خوف ناک تھے۔ لیکن ہمیں گِلہ نہیں کرنا چاہیئے۔ رب نے اپنی بھلائی میں ہمارے لئے یہی راستہ چنا ہے۔ اُس کا ایک ایک قدم اُس کی مرضی کے مطابق ہے۔" اُس نے اپنے بازو بڑے ڈرامائی انداز میں اوپر اٹھائے اور کہنے لگا، "اللہ ہمیں توفیق دے کہ فرماں بردار بچوں کی طرح اُس کے پیچھے پیچھے چلیں۔ مریم بی بی، ہمیں کسی چیز سے انکار کرے گا بھلا؟ رب نے کتنے حیرت انگیز طریقے سے ہمیں مصریوں سے بچا لیا ہے!"

آشر نے گہری سانس بھرتے ہوئے کہا، "افسوس! ہم ابھی تک فتح کے گیت ہی گا رہے تھے کہ لوگوں نے بڑبڑانا شروع کر دیا۔"

تُلہ شکایت کرنے لگا، "دادا جی، آپ لوگوں پر بہت سختی کرتے ہیں۔ آپ بھول جاتے ہیں کہ پہلے دن ہر ایک کتنی بہادری سے چلا جا رہا

تھا۔ سب اللہ کی تعریف کر رہے تھے اور اِس بات کو یاد کر رہے تھے کہ کس طرح رب نے اسرائیلیوں کی نجات کے لئے سمندر میں سے راستہ بنایا تھا۔“

آشر بابا نے طنزاً کہا، ”ہاں، ہاں! جب تک لوگوں کے پاس کھانے پینے کا کافی سامان تھا تب تک وہ گیت بھی گاتے اور اللہ کی تعریف بھی کرتے تھے، لیکن جیسے ہی پانی نہ ملا وہ حضرت موسیٰ کے خلاف ہو گئے جن کی معرفت اللہ نے ہمیں رہائی دلائی ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے کہ لوگوں کو اپنے پیٹ کی زیادہ اور خدا کی کم فکر ہے۔“

”لیکن دادا جی! کیا بھول گئے دوسرے دن ہم کس طرح پہاڑی علاقے سے گزرے؟ پہاڑوں کے درمیان کا میدان چونے کے پتھر کا تھا۔ اُس پر چلتے ہوئے پیر جل گئے۔ سارے دن تیز روشنی میں چلتے ہوئے آنکھیں بُری طرح جلا کرتی تھیں۔“

پالُو نے اضافہ کیا، ”کوئی نخلستان بھی نہیں تھا۔ گرد آلود ویرانے میں کوئی آرام میسر نہ آیا۔ بابا جی، دن بھر کی اذیت کے بعد ہم ٹمٹماتے ستاروں کے نیچے گٹھڑی بن کر رہ گئے۔ ہم ٹھنڈ کے لئے اللہ کا شکر کرتے

ہوئے سو گئے۔ ہم نے سوچا کہ آنے والا دن بہتر ہو گا۔" اُس نے ایک قہقہہ لگایا۔ "لیکن دوسرے دن تو فتح کے سارے نغمے بھی بھول گئے۔ بچے پانی کے لئے بلبلانے لگے۔ یہ دیکھ کر اُن کی مائیں رو ہی پڑیں۔ مویشی بھی نڈھال ہو گئے۔ بکریاں قابلِ رحم حالت میں ممیانے لگیں۔ میرا اپنا حلق خشک ہو گیا اور ہونٹوں پر پپڑیاں جم گئیں۔"

اُس کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔ "جب تیسرے دن افق پر ہریالی نظر آئی تو ہر ایک خوشی سے پاگل ہوا جا رہا تھا۔" پالُو ہنسنے لگا۔ "جب ہم اُس جگہ پہنچے تو ایک جوہڑ ملا۔ پانی سے بھرے ہوئے کنویں بھی تھے۔ مویشیوں اور لوگوں نے کیا دوڑ لگائی۔ لیکن جب پینے لگے اَخ تھُو—" وہ ہنسنے لگا۔ "وہ پانی اِتنا کڑوا تھا کہ سب نے گھونٹ بھرتے ہی تھوک دیا۔"

بابا جی ہاں میں سر ہلاتے ہوئے بولے، "ہم ایسے لوگوں کو جو دریائے نیل کا پانی چکھ چکے تھے تو اُس پانی سے گھن آئی۔"

"بابا جی! ایسے میں مایوس ہو جانا تو فطری بات تھی۔"

"بیٹا جی! لیکن آخر حضرت موسیٰ کی مخالفت کیوں؟ وہ بھی تو ہماری طرح بے بس ہی ہیں۔ جو خدا ہمیں مصر سے باہر نکال لایا ہے وہی ہمارا ذمے دار ہے۔ اگر فرعون ایسا شیطانی انسان ہمیں کوڑوں کی اذیت دینے کے باوجود خوراک مہیا کرنا جانتا تھا تو پھر ہمارا وفادار خدا کیا ہمارے لئے خوراک مہیا نہیں کرے گا؟ کیوں بچے؟ اور ذرا دیکھو وہ کتنے خلوص سے ہمارا خیال کرتا ہے۔ ہمارے آگے آگے چلتا ہے۔ دن کے دوران سایہ اور رات کو روشنی مہیا کرتا ہے۔ جب پانی کا مسئلہ پیدا ہوا تو رب نے حضرت موسیٰ کو حکم دیا کہ وہ ایک خاص درخت کی لکڑی پانی میں پھینک دیں تاکہ پانی کی کڑواہٹ ختم ہو جائے۔"

مریم بی بی نے ہاں میں سر ہلا دیا۔ "بعد میں پانی کتنا میٹھا اور صاف شفاف ہو گیا۔ سب نے اپنی پیاس بجھا لی اور سفر کے لئے اپنی مشکیں بھی بھر لیں۔ تمہیں ابھی تک وہ پیغام یاد ہے نا جو رب نے اُس وقت حضرت موسیٰ کی معرفت دیا؟"

آشر بابا کانپتی ہوئی آواز میں پکار اٹھے، "رب نے ہم پر اپنا ایک نیا نام ظاہر کیا، وہ ہمارا شافی ہے۔ اُس نے فرمایا ہے، 'مَیں رب ہوں جو

تجھے شفا دیتا ہوں۔'[a] اُس وقت حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی اُٹھا کر کہا، 'اُس پیڑ کی لکڑی نے نہیں بلکہ قادرِ مطلق نے پانی کو اچھا کیا ہے۔ رب نے اُس کی کڑواہٹ نکال دی ہے۔'''

لوگوں کو ایلیم پر آخری پڑاؤ کی خاص یاد تھی جہاں پانی کے 12 چشمے اور کھجور کے 70 درخت تھے۔ وہاں وہ کتنے تازہ دم ہوئے۔ بچے راحت بخش پانی میں نہانے لگے۔ عورتوں کو تو کپڑے دھونے کا سنہری موقع ہاتھ لگا۔ بچے اِدھر اُدھر گھومنے پھرنے کھیلنے کودنے لگے۔ یہاں تک کہ لوگوں نے مرغیوں کو بھی پنجروں سے نکلنے دیا۔ ایک بار پھر اُنہیں زندگی کا لطف ملا۔ وہاں اُنہوں نے کھانے کے اُن ذخائر کو استعمال کیا جو اُنہوں نے اب تک بچائے رکھے تھے۔

کھجور کے اُن درختوں کے سائے تلے ایک بار پھر فتح کے نغمے گائے گئے۔ قادرِ مطلق کے وہ تمام عجائب جو کہ اُس نے مصر اور راستے میں اُن کو دکھائے تھے، اُن کا بار بار ذکر ہوتا گیا۔ جب وہاں سے کوچ کرنا پڑا تو وہ بڑی بے دلی سے اپنے خیمے اُکھاڑ کر بادل کے ستون کے

[a] خُروج 26:15

پیچھے چل پڑے۔ مسافروں نے ٹھنڈی آہ بھری۔ کیا رب پر اِتنا اندھا اعتماد کرنا چاہئے کہ اُس کی ہر بات پر عمل کیا جائے؟ کیا نخلستان میں اِس پڑاؤ کی مدت کچھ اَور بڑھائی نہیں جا سکتی تھی؟

ایلیم کے نخلستان سے اسرائیلیوں کو سین کے بیابان میں لے جایا گیا۔ صحرا کی گرم ہَوا مسافروں کے جسموں پر گرم گرم تیروں کی طرح چُبھنے لگی۔ جب حدِ نگاہ تک ویرانہ ہی ویرانہ نظر آیا تو بی بی مریم کا دِل بھی ڈوب گیا۔ سین کا بیابان پتھریلا تھا۔ اُس میں سے چلنا عورتوں اور بچّوں کے لئے مشکل تھا۔ اب وہ تین دن سے اِس خوف ناک بیابان میں سفر کر رہے تھے۔ ریوڑ بھوک اور پیاس سے تڑپ رہے تھے۔ آشر کے لئے اُنہیں صبر سے آگے چلانا مشکل ہو رہا تھا۔ "رب ہمارے آگے آگے جا رہا ہے،" وہ خود سے کہتا رہتا تھا۔ "وہ جلد ہی ہمیں جو کچھ درکار ہے مہیا کرے گا۔"

لیکن تُلہ زمین پر پاؤں پٹخ کر کہنے لگا، "دادا جی، مَیں تو ہمت ہار چکا ہوں۔ بہت زیادہ تھک گیا ہوں۔ اور یہ ڈھیٹ بھیڑیں ایک قدم بھی آگے جانے کو تیار نہیں ہیں۔ اُنہوں نے تو لیٹ جانے کی ٹھان لی

ہے۔ مجھے لگتا ہے کہ مَیں بھی اُن کی طرح ہی کروں۔" آنسوؤں سے اُس کی آنکھیں چمکنے لگیں۔

"بیٹے تُلہ!" آشر بابا نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اگر تم رب کے اچھے سپاہی بننا چاہتے ہو تو تمہیں ابھی سے تربیت شروع کر دینی چاہیئے۔ سپاہی اپنے سردار کا حکم پوچھے بغیر کرتا ہے۔ اُسے دھوپ ہو یا بارش، ہر حال میں آگے بڑھنا پڑتا ہے۔ دلدلوں میں سے گزرنا پڑے یا پہاڑ پر چڑھائی کرنا پڑے، بھوکا رہنا پڑے یا پیاسا، بڑھتے ہی جانا جاتا ہوتا ہے۔ اِن عورتوں اور بچوں کا اثر قبول نہ کرنا۔ وہ تو اب تک غلاموں کی سی حرکتیں کر رہے ہیں۔ ابھی بھی مشکیزوں میں کچھ پانی باقی ہے اور کھانا بھی بچا ہوا ہے۔ اِس وقت مویشی ہی سب سے زیادہ تکلیف میں ہیں۔"

آشر کو بہت خوشی ہوئی جب تُلہ نے اُس کی بات مان کر اپنے اوپر قابو پا لیا اور دوبارہ بھیڑوں کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ تو بھی عوام میں بغاوت کے رُجحان سے ماحول بوجھل ہو رہا تھا۔ گدھوں پر بیٹھے ہوئے

بچے بے صبر ہو رہے تھے۔ مائیں اُنہیں بہلاتیں یا پھر بُرا بھلا کہتیں اور منت سماجت کرتیں کہ تھوڑی دیر اَور صبر کرو۔

تیسری بار صحت مند لیاہ نے کھانے کی ٹوکری کو ٹٹولا، "دیکھو سارہ جانی! روٹی کا بس یہ چھوٹا سا ٹکڑا ہی بچا ہے۔" اُس کی بیٹی چلّا اُٹھی، "امی جی مجھے پیاس لگی ہے۔"

بے چاری لیاہ اندر ہی اندر کَھول رہی تھی۔ اُس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ وہ پھٹ پڑی، "کاش ہم اِس سفر پر روانہ ہی نہ ہوئے ہوتے! اِس خوف ناک بیابان میں ہمارا ذمے دار کون ہے؟ ہمارے بچوں کی فکر کسے ہے؟"

لیاہ کے گرد جمع عورتوں کے آنسو جو کافی دیر سے رکے ہوئے تھے ٹپ ٹپ گرنے لگے۔ نوجوان ربقہ سسکیاں بھرتے ہوئے بولی، "مجھے مصر بہت یاد آ رہا ہے۔ جب ہم بڑی سی دیگچی میں گوشت پکایا کرتے تھے تو ہمارا گھر کتنا مہک جاتا تھا۔ اور وہ لذیذ میٹھا اور ٹھنڈا دریائے نیل کا پانی جو ہم پیا کرتے تھے۔ آہ! مصر!"

یعقوب بابا مویشی چرا رہے اور اپنے خاندان کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اب وہ ایک کھا جانے والی نگاہ اُن پر ڈالتے ہوئے رُک گئے۔ ”لگتا ہے تم سب جس مصر سے ہم آئے ہیں اُس سے کسی مختلف مصر سے آئے ہو۔ میرا بیٹا اور بہو عین شباب میں وہاں مارے گئے۔ یہ تو اللہ کا بڑا کرم ہے کہ اُن کا اکلوتا بیٹا آگے کی صف میں بڑھا چلا جا رہا ہے۔ ہم تو ایسے کسی لذیذ کھانے کے بارے میں نہیں جانتے جس کے تم نے اِتنے زیادہ مزے لئے ہیں۔ ہمارا تو روز کا کوٹا نمکین آنسو اور آہیں ہوا کرتا تھا۔ ہمارا تو مصر میں جانے کو بالکل جی نہیں چاہتا۔“ اُن کی بیوی نے اُن کی تائید میں سر ہلایا۔

مریم بی بی اور حضرت ہارون کی بیوی ماؤں کی مدد کیا کرتی تھیں۔ وہ اُن کو تسلّی دیتیں اور بچوں کو سنبھالنے میں اُن کا ہاتھ بٹاتی تھیں۔ وہ اُن کو یاد دلایا کرتی تھیں کہ ایلیم میں اچھا کھانا کھائے اُنہیں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ رب یقیناً کھانا مہیا کرے گا۔

آشر بابا یعقوب کو اِتنی مثبت باتیں کرتے سن کر بہت خوش ہوا۔ جب عوام کا بڑبڑانا بند نہ ہوا تو اُنہوں نے اپنے اردگرد کے لوگوں کو

تاکید کرتے ہوئے کہا، ”اب تک تمہاری غلاموں کی سی ذہنیت ہے۔ یاد رکھو کہ تم اب آزاد ہو۔ کیا تم اِس کی قدر نہیں کرسکتے۔ اب تمہیں آزاد لوگوں کے طور طریقے سیکھنے ہیں۔ کھانا ہی سب کچھ نہیں ہوتا۔ رب ہماری زندگیوں کا مرکز اور خوشی بننا چاہتا ہے، خواہ ہمارے پاس کھانا ہو یا نہ ہو۔ وہ ہمیں خود اپنے مناسب وقت پر سب کچھ مہیا کرے گا۔ اُس پر بھروسا رکھو۔“ آشر بابا کی آواز ارد گرد کے لوگوں کے چیخنے چنگھاڑنے اور جھگڑنے میں دب کر رہ گئی۔

تیسرے دن کی شام ڈھلتے ہی وہ ایک پتھریلی وادی میں آ پہنچے۔ زیادہ تر لوگ تھکے ماندے اور چڑچڑے ہو کر اپنی گٹھڑیوں کے پاس ہی ڈھیر ہو گئے۔ لیکن لیاہ کو یوں لڑھکنے سے پہلے اپنے شوہر سے بہت کچھ کہنا تھا، ”سلُو کے ابّا، مَیں اِس سے زیادہ اب برداشت نہیں کرسکتی۔ اِس بیابان میں نہ پانی ہے نہ گوشت۔ اَور ہے کیا گرمی، پسینہ۔ بچے تو پاگل ہوئے جا رہے ہیں۔ تم مرد خود تو آگے آگے چلتے ہو اور ہم عورتوں کو اُن کے ساتھ نپٹنے کو چھوڑ جاتے ہو۔ دیکھو تو سارہ کو پھر ضد کا دورہ پڑا ہے۔“

اِس طرح سے وہ مسافر ایک دوسرے کا موڈ خراب کرنے میں لگے رہے کہ آخر میں خیمہ بستی سے آہ و زاری کی آوازیں بلند ہونے لگیں۔ ”موسیٰ اور ہارون ہمیں اِس بیابان میں مار دینے کے خطرناک ارادے سے لے کر آئے ہیں۔“

مریم بی بی نے دیکھا کہ لوگ چھوٹے چھوٹے گروہوں میں بڑے بڑے زور شور سے صورتِ حال پر تبصرہ کر رہے ہیں۔ اُن کا دل دھک سے رہ گیا۔ کیا غصے میں بپھرا ہوا یہ ہجوم اُن کے بھائیوں کو سنگسار کر دے گا؟ بی بی مریم کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ وہ آدمی تو وحشی ہوئے جا رہے تھے۔ ہجوم نے بُری طرح سے اُن کے بھائیوں کو گھیر رکھا تھا۔ اُن سے نہ دیکھا گیا۔ اِس خوف ناک منظر سے آنکھیں ہٹا کر اُنھوں نے اپنی نظریں بادل کے ستون پر گاڑ دیں۔ فوراً اُن کا دل اطمینان سے بھر گیا۔

اُدھر لوگوں نے چیخ چیخ کر آسمان سر پر اٹھا لیا، ”کاش رب ہمیں مصر میں ہی مار ڈالتا! وہاں ہم کم ازکم جی بھر کر گوشت اور روٹی تو کھا سکتے

تھے۔ آپ ہمیں صرف اِس لئے ریگستان میں لے آئے ہیں کہ ہم سب بھوکے مر جائیں۔“[a]

بی بی مریم کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ کیسی بغاوت تھی! کیا یہی وہ لوگ تھے جنہیں خدا میرے لوگ کہا کرتا تھا؟ رب سے اُن کی محبت کہاں گئی؟

جب یہ سب کچھ ہو رہا تھا تو حضرت موسیٰ دل ہی دل میں رب سے فریاد کر رہے تھے۔ پھر وہ حضرت ہارون سے مخاطب ہو کر بولے، ”اسرائیلیوں کو بتانا، ’رب کے سامنے حاضر ہو جاؤ، کیونکہ اُس نے تمہاری شکایتیں سن لی ہیں۔‘“[b]

حضرت ہارون ساری جماعت سے باتیں کر ہی رہے تھے کہ ایکا ایکی لوگوں کی توجہ پلٹی۔ اُنہوں نے نظر اٹھا کر بیابان کی طرف دیکھا تو بھوکچکے سے رہ گئے۔ رب کا جلال وہاں بادل میں آ ٹھہرا۔ رب کے روح نے اُن کے دلوں کو چھو دیا، اور وہ فوراً سمجھ گئے کہ ہمارا خدا ہر

---

[a] خُروج 16:3

[b] خُروج 16:9

چیز مہیا کرسکتا ہے۔ وہ مہیا کرے گا اور وہ اپنے وعدے اور ضرورت کے مطابق مہیا کرتا ہے۔ اللہ کی حضوری نے ساری بڑبڑاہٹ ختم کر دی اور سب اندیشے دُور ہو گئے۔ حضرت موسیٰ نے ایک بار پھر وضاحت کرتے ہوئے فرمایا، "آج جب سورج غروب ہونے لگے گا تو تم گوشت کھاؤ گے اور کل صبح پیٹ بھر کر روٹی۔ پھر تم جان لو گے کہ مَیں رب تمہارا خدا ہوں۔"[a]

اب لوگ پُرامید ہو کر بھرپور توقع سے انتظار کرنے لگے۔ اُن کی نگاہیں سورج کا تعاقب کرتی رہیں جو دھیرے دھیرے پہاڑوں کے پیچھے اوجھل ہو رہا تھا۔ اب اُن کی آنکھیں پہاڑ کی دمکتی چوٹی پر جم گئیں۔ اچانک بہت سے پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دی۔ بٹیروں کے جھنڈ کے جھنڈ پہاڑ کی طرف آ اترے۔ وہ پرندے اِتنے نڈھال تھے کہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ اسرائیلیوں کے سامنے زمین پر آ گرے۔ "دیکھو دیکھو، رب کی طرف سے گوشت آیا ہے۔" لوگ موٹے تازے بٹیروں کو جمع کرتے گئے اور ساتھ ساتھ خوشی سے پاگل ہو کر ہنسنے اور

---

[a] خُروج 12:16

باتیں کرنے لگے۔ پھر آن کی آن میں ساری خیمہ بستی بٹیروں کے بھوننے اور پکانے کی للچا دینے والی خوشبو سے مہک اُٹھی۔

بابا یعقوب نے ہاتھ منہ صاف کرتے ہوئے کہا، "جاؤ بیٹا! فلسطین میں خدا کی قربت اور شاندار زندگی ہماری راہ دیکھ رہی ہے۔ آہ! کاش اپنے وطن جاتے ہوئے تمہارے ماں باپ بھی ہمارے ساتھ ہوتے۔"

اِس بار تو سب اپنے رب سے پوری طرح مطمئن ہو کر بستروں میں دبک گئے۔ یہاں تک کہ لیاہ مسکرا کر اپنے شوہر سے کہنے لگی، "کل ہمیں روٹی ملے گی۔ آسمان سے روٹی اُترے گی! کیسا مزہ ہو گا بھلا اِس کا!"

ساری خیمہ بستی پر گہری خاموشی طاری تھی۔ حضرت موسیٰ اور جوانی کے جوش سے معمور حضرت یشوع تاروں بھرے آسمان کے نیچے محوِ گفتگو تھے۔ حضرت موسیٰ ہمیشہ اُنہیں اپنے قریب رکھتے تھے۔ لمحے بھر کی خاموشی کے بعد یشوع نے کہا، "آج کا دن تو بڑے ہی حیرت انگیز انداز میں ڈھلا۔ مَیں تو سمجھ رہا تھا کہ یہ لوگ آپ دونوں کو جان سے ہی مار ڈالیں گے۔ کیا اللہ اُسی وقت اسرائیلیوں کو کھانا مہیا کر کے

اِس ساری مصیبت سے نہیں بچا سکتا تھا؟ غصے میں اِتنا زیادہ اُن کے پھرنے کا اُس نے انتظار کیوں کیا؟"

پہلے تو حضرت موسیٰ نے جواب نہ دیا۔ آخرکار جب اُنھوں نے دھیرے دھیرے زبان کھولی تو یوں لگا جیسے بڑے محتاط انداز میں ہر بول کو تول کر بول رہے ہوں۔ "اسرائیلیوں کو یہ سیکھنا ہے کہ اللہ اُن کے لئے نہیں بلکہ وہ خدا کے لئے جی رہے ہیں۔ اُن کی مثال ایک جنگلی گدھے کی سی ہے جسے سدھانے کی ضرورت ہے۔ اب تک وہ صرف اپنی من مانی کرتے رہے ہیں اور اب جبکہ رب نے اُن کو اپنے ہاتھوں میں لے لیا ہے، اب جہاں وہ چاہے گا اُن کو لے جائے گا۔ وہ اُن کے لئے خود کھانا بھی اپنی پسند کا مہیا کرے گا اور جب مناسب ہو گا دے گا۔ اگلا مرحلہ یہ ہے کہ وہ خدا کے حکموں پر عمل کرنا سیکھیں۔ ابھی تک اسرائیلیوں کو اِس بات کا اندازہ ہی نہیں ہے کہ وہ کتنے خوش قسمت ہیں کہ اللہ نے اُنہیں چُن کر اپنی چنی ہوئی اُمت بنا لیا ہے۔ خدا کو جاننا اور اُس کے ساتھ چلنا ہی زندگی ہے۔ اے بیٹے! اللہ کا مجھ کو اپنا جلوہ دکھانا ہی میری زندگی کا بہترین واقعہ تھا۔ روز

بروز مَیں خدا کو بہتر طور پر جاننے لگا ہوں۔ اب مَیں اُسے پہلے سے بھی زیادہ پیار کرتا ہوں، کیونکہ وہ سراسر محبت اور شفقت ہے۔ مَیں نے بڑی خوشی سے اپنی قوم کا بوجھ اپنے کندھوں پر لیا ہے۔ مَیں اُنہیں دل کی گہرائیوں سے پیار کرتا ہوں، اور میری دلی آرزو یہ ہے کہ وہ بھی اپنے رب اور نجات دہندہ سے پیار کریں۔"

اگلی صبح سورج اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ پہاڑوں کی چوٹیوں پر نمودار ہوا۔ جب لوگ نیند سے بیدار ہوئے تو اُنہوں نے اُس پتھریلی زمین کو دھنئے کے دانے کے برابر چھوٹی چھوٹی گول چیز سے ڈھکا ہوا پایا جو سورج کی روشنی میں دمک رہی تھی۔ مرد، عورتیں اور بچے اُس کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے ایک دوسرے سے پوچھنے لگے، "یہ کیا ہے؟"

حضرت موسیٰ نے اُن کو سمجھاتے ہوئے کہا، "یہ وہ روٹی ہے جو رب نے تمہیں کھانے کے لئے دی ہے۔ رب کا حکم ہے کہ ہر ایک اُتنا جمع

کرے جتنا اُس کے خاندان کو ضرورت ہو۔ اپنے خاندان کے ہر فرد کے لئے دو لٹر جمع کرو۔“[a]

اسرائیلیوں نے اُس آسمانی روٹی کا نام ”من“ رکھا۔ لوگوں کی آنکھیں لالچ سے چمکنے لگیں۔ اِتنا لذیذ کھانا اور اِتنا زیادہ! لیاہ اپنی بیٹیوں سے کہنے لگی، ”فوراً کام میں لگ جاؤ۔ موقع ہے کہ ضرورت کے وقت کے لئے کھانا جمع کر لیں۔ پھر جانے کب اللّٰہ یوں روٹی برسائے۔“

”امی جی، بزرگوں نے ابھی ابھی ہمیں اِس سے زیادہ جمع کرنے سے منع کیا ہے۔ یہ رب کی روٹی ہے۔ اُنھوں نے کہا ہے، ’اللّٰہ نے تمھیں صرف دو لٹر بھر لینے کو کہا ہے اور وہ چاہتا ہے کہ تم اُس کا حکم ماننا سیکھو۔‘“

لیاہ بڑی ضدی عورت تھی۔ وہ اِس بات پر اڑی رہی، ”جس کو میرا ہاتھ لگے وہ میرا ہے۔“ حیرت کی بات تو یہ ہوئی کہ جب من کو ناپا گیا تو وہ پورے 2 لٹر فی کس ہی تھا۔ حضرت موسیٰ مسکرا کر بولے، ”اللّٰہ جانتا ہے کہ تمھارے لئے کیا کچھ کافی ہے۔“ لیاہ اندر ہی اندر بھنا کر رہ گئی اور

---

[a] خُروج 16:15-16

سختی سے کہنے لگی، "بچو! اگر یہ بات ہے تو پھر ہم سارا کھانا ایک وقت میں نہیں کھائیں گے بلکہ کل کے لئے کچھ بچا لیں گے۔ کون جانے اگر خدا ہم سے ناراض ہو گیا تو وہ ہمارے لئے من کو روک لے۔"

ایک بچے کے دل میں خیال آیا کہ جا کر چپکے سے تھوڑا سا مَن اَور جمع کر لے۔ لیکن افسوس، سورج نے سب کچھ پگھلا دیا۔ اگلی صبح لیاہ کی آنکھیں یہ دیکھ کر پھٹی کی پھٹی رہ گئیں کہ جو من اُس نے بچا کر رکھا تھا اُس میں کیڑے پڑ گئے ہیں، اور اُس سے سخت بدبو نکل رہی ہے۔

چھٹے روز ایک اَور عجیب واقعہ ہوا۔ جو من اُنہوں نے جمع کیا تھا وہ معمول سے دوگنا تھا۔ جب وہ اِس کے بارے میں حیرت زدہ ہوئے تو حضرت موسیٰ نے لوگوں کو بتایا، "فکر نہ کرو۔ آج تم جو تنور میں پکانا چاہتے ہو پکا لو اور جو اُبالنا چاہتے ہو اُبال لو۔ جو بچ جائے اُسے کل کے لئے محفوظ رکھو۔"[a] حضرت موسیٰ کی آنکھیں جذبات سے چمک رہی تھیں۔ اللہ اپنے لوگوں کو سمجھا رہا تھا کہ اُن کو جسمانی خوراک سے بڑھ کر بھی کچھ درکار ہے۔ اُنہیں ایک دن کے آرام کی ضرورت ہے تاکہ وہ

---

[a] خروج 23:16

اپنے رب کی رحمت کے بارے میں سوچیں اور اِس کے لئے اُس کی تعریف کریں۔

لیکن لیاہ کے دل میں بہت سے خدشات سر اُٹھانے لگے۔ "مجھے پتہ ہے کہ کل تک پہلے کی طرح ہر چیز گل سڑ جائے گی۔" لیکن اُس کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب اُس نے اگلی صبح دیکھا کہ بچا ہوا کھانا ویسا ہی تازہ ہے۔ ناشتہ کرتے وقت لیاہ کو ایک اور تجویز سوجھی۔ وہ اپنی بیٹیوں سے کہنے لگی، "لڑکیو! حضرت موسیٰ نے ہمیں سبت کے دن من بٹورنے سے منع کیا ہے۔ لیکن تم چپکے سے کھسک جاؤ اور دیکھو کہ کچھ ملتا ہے کہ نہیں۔" لیکن لڑکیاں خالی ہاتھ لوٹ آئیں۔

کچھ دیر بعد حضرت موسیٰ نے خیمہ بستی پر نظر دوڑائی اور سُکھ کا سانس لیا۔ خدا خدا کر کے وہ لوگ حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آرام کر رہے تھے۔ اِن سابق غلاموں کے لئے یہ چھوٹا سا حکم ماننا بھی بہت مشکل تھا۔ اُن کی تربیت کے لئے ابھی اللہ کو بہت زیادہ صبر سے کام لینا تھا۔ اُنہیں خدا کی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے لئے خود حضرت موسیٰ کو اُن کی مدد کرنا تھی۔

خوف ناک دُشمن

ایک صبح ایک تیز رفتار اُونٹ سوار عمالیقی قبیلے کے سردار کے خیمے پر پہنچا۔ اُسے بلاتاخیر سردار کے حضور پیش کر دیا گیا۔ بھاری بھرکم سردار اپنے کمرے میں نرم گدّے پر دراز تھا۔ ایک نوعمر کنیز پاس کھڑی اُس کی موٹی سی گردن پر مالش کر رہی تھی۔

"جے تُور! اُمید ہے تم کوئی اچھی خبر لائے ہو،" سردار نے اپنے پھولے ہوئے پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ "کہو ہم بھی تو سنیں کیا خبر لائے ہو۔ یہ غلام اپنے مصری خزانوں سمیت کہاں تک پہنچے ہیں؟"

پھر وہ بڑے ڈرامائی انداز میں دونوں بازو آسمان کی طرف اُٹھاتے

ہوئے کہنے لگا، ”ڈھیروں لوگ اپنے ریوڑوں کے ساتھ میرے پینے کے پانی کو گندا کرتے اور اُن کے جانور میری چراگاہوں میں چرتے رہتے ہیں۔ یہ میرے اچھے نخلستان میں سبزے کو ٹڈی دَل کی طرح ہڑپ کر رہے ہیں۔ کچھ ایلیم سے باقی بچا کیا ؟“

”اسرائیلی رفیدیم کی طرف بڑھ رہے ہیں جہاں بالکل پانی نہیں ہے۔ وہ بہت تھکے ماندے اور پیاسے ہو رہے ہیں۔ جناب! اب موقع ہے۔ اب ہم کو جلد کچھ کر لینا چاہیئے۔ جب تک ہمارا لشکر جمع ہوتا ہے ہمیں اِن مسافروں کو ہراساں کرتے رہنا ہو گا،“ اُس نے جواب دیا۔

عمالیق نے اپنی موٹی موٹی انگلیوں کے سرے آپس میں ملاتے ہوئے کہا، ”اسمٰعیلی اور لوط کی اولاد نے ہمارے لشکر میں شامل ہونے سے انکار کر دیا ہے۔ وہ اُن کے خدا سے ڈرتے ہیں جس نے اسرائیلیوں کے سامنے بحرِ قلزم کو دو حصے کر دیا تھا اور جو اُن کو بیابان میں بھی خوراک مہیا کرتا ہے۔ وہ یہ عذر بھی پیش کرتے ہیں کہ اسرائیلیوں سے ہمارا رشتہ ہے اور خاندانی عہد کا احترام کرنا ہمارا فرض ہے۔“ اُس کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ ”چلو، اِس میں ہمارا فائدہ ہے۔

وہ لُوٹ کے مال سے محروم رہیں گے۔ میرے عزیز جے تُور، میرا نام عمالیق ہے۔ مَیں اُن کے خدا سے نہیں ڈرتا۔ مَیں اُس کا ڈٹ کر مقابلہ کروں گا۔ یہ کیسا رب ہے جو اپنے لوگوں کو بھوک اور پیاس سے ادھ موا چھوڑ دیتا ہے؟ مَیں اِس توہم پرست فرعون کو دکھا دوں گا کہ جرأت کسے کہتے ہیں۔ مَیں اسرائیلیوں کے خدا سے نہیں ڈرتا۔ مجھے کسی خدا کی ضرورت نہیں ہے۔" عمالیق نے تالی بجاتے ہوئے گرج کر پکارا، "ذیرا، کچھ کھانے پینے کے لئے لاؤ! کہاں مر گیا کم بخت؟"

ایک غلام دبے پاؤں اندر آیا۔ اُس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں سانپ کی طرح چمک رہی تھیں۔ "جی حضور، بندہ حاضر ہے۔"

"تو تم پردے کے پیچھے سے ہماری باتیں سن رہے تھے۔ کم بخت، مَیں تمہاری کھڑے کھڑے کھال کھینچ لوں گا۔ جلدی کرو، ہمارے کھانے کے لئے کچھ لے کر آؤ۔"

خیمے کی دیوار کے پیچھے سے دیگچیوں کی کھڑکھڑاہٹ میں کسی خاتون کی کرخت آواز سنائی دے رہی تھی۔ روٹیاں پکانے اور مزے دار کھانوں کی خوشبو آ رہی تھی۔ دونوں کھانے میں لگ گئے تو سردار نے زور سے

اپنے گھٹنوں پر ہاتھ مارتے ہوئے کہا، ”ہم اِس طرح کریں گے۔ ہم اُن کے پیچھے ہلکے اسلحہ سے لیس دستے اپنے تیز رفتار اونٹوں پر بھیجیں گے جو اُن کا راستہ کاٹ لیں گے۔ وہ اُن کا سامان لُوٹ لیں گے اور اُن کا ہرممکن نقصان کریں گے۔ اُن میں سے جتنے بھی مارے جائیں اُتنا ہی اچھا ہے۔ نہ تو مجھے اسرائیلیوں کا کوئی فائدہ ہے اور نہ اُن کے خدا ہی کا۔ اُن کا خاتمہ جتنی جلدی ہو جائے اُتنا ہی اچھا ہے۔ مَیں اُن کے خدا کو دکھا دوں گا کہ یہاں کا مالک کون ہے۔“

اُس نے اپنے چھلوں سے بھرے ہاتھ اوپر اُٹھائے، ”جب تم لوگ اُن کو خوف زدہ کرو گے تو اُس وقت لشکر اصل لڑائی کے لئے تیار ہو جائے گا۔ دیر نہ کرو۔ وہ ڈر کے مارے پیاسے اور بھوکے غلام ہیں۔ اِس کے علاوہ اُنہیں ابھی اپنا دفاع کرنا بھی نہیں آتا۔ ظاہر ہے ہمارے لئے تو یہ ایک معمولی سا کام ہو گا۔ سمجھو مصریوں کا خزانہ اپنی مٹھی میں ہے۔“

حضرت موسیٰ اِن دشمنوں کے خطرے سے باخبر تھے۔ رفیدیم کی طرف بڑھتے وقت وہ سوچ رہے تھے کہ اللّٰہ ہم کو اِس جگہ کیوں لے آیا ہے جہاں بالکل ہی پانی نہیں ہے؟ وہ جتنا آگے بڑھتے جاتے تھے اُتنا ہی مسافروں کی بڑبڑاہٹ بڑھتے بڑھتے ایک ہی مطالبے پر ختم ہوتی تھی، "پانی! ہمیں پانی چاہئے۔" ننھے بچے پھولوں کی طرح مرجھا گئے تھے۔ مائیں ماتم کر رہی تھیں اور ریوڑ تو بے حال ہو گئے تھے۔

حضرت یشوع اور دیگر جوانوں نے چپّا چپّا چھان مارا لیکن پانی نہ ملا۔ رحم دل حضرت موسیٰ بھی اُن کے ساتھ اذیت اُٹھا رہے تھے۔ مسافروں کا پہلا جتھا ابھی رفیدیم میں پہنچا ہی تھا کہ کوئی زور سے پکار اُٹھا، "پانی نہ ہونے کی وجہ سے میرا سارا جسم جل رہا ہے۔ یہ آگ دماغ تک پہنچ رہی ہے۔ میرا سارا خون بخار سے سلگ رہا ہے۔ اللّٰہ کی شفقت کہاں ہے؟ اُس نے ہمیں اِتنا دُکھ کیوں دے رکھا ہے؟"

ایک عورت دیوانہ حالت میں اپنے بال نوچ نوچ کر چلّا اُٹھی، "کیا کوئی خدا اُن لوگوں کو جن سے وہ پیار کرتا ہے اِس قِسم کے حالات کا شکار ہونے دے سکتا ہے؟"

ایک اَور پھٹ پڑا، "مَیں تو اِس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ رب ہمارے ساتھ نہیں ہے۔ وہ کہاں ہے؟"

پھر چاروں طرف سے کرخت آوازیں آنے لگیں کہ اللہ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔

پھر آشر بابا پکار اُٹھا، "سنو! تم اِس لئے مایوس ہو کہ رب تمہاری اپنی توقع کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ ہم خدائے قادر کو بتانے والے کون ہوتے ہیں کہ وہ کیا کرے؟ مَیں تمہیں بتاتا ہوں کہ ہمارے ساتھ ایسا ہونے میں بھی اِس کا کوئی اچھا مقصد ہوتا ہے۔ ایسا مت کہو کہ اللہ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے۔"

جلد ہی حضرت موسیٰ کے گرد ایک مشتعل ہجوم جمع ہو گیا۔ وہ اِس حقیقت کو نظر انداز کر رہے تھے کہ بادل میں اللہ ہی اُن کی راہنمائی کر رہا تھا۔

"ہمیں پینے کے لئے پانی دے،" وہ منہ بگاڑ کر چلّانے لگے۔ "ورنہ ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔"

حضرت موسیٰ کا حلق بھی خشک ہو رہا تھا۔ اُنہوں نے کرخت آواز میں کہا، "تم مجھ سے کیوں جھگڑ رہے ہو؟" کیا وہ خود بھی اُن کی طرح مسافر

نہ تھے جو کہ رب کے پیچھے چلتے ہوئے پیاس کی اذیت اور بھوک کی تکلیف برداشت کر رہے تھے؟ وہ کہنے لگے، ”رب کو کیوں آزما رہے ہو؟“[a]

ہجوم چلّا اُٹھا، ”آپ ہمیں مصر سے کیوں لائے ہیں؟ کیا اِس لئے کہ ہم اپنے بچوں اور ریوڑوں سمیت پیاسے مر جائیں؟“[b]

حضرت موسیٰ کا ایمان مضبوط تھا، اِس لئے اُنہوں نے اُس ہستی سے رجوع کیا جس کے بارے میں وہ جانتے تھے کہ وہ اپنی اُمت کی ہمدرد ہے اور ہمیشہ اُن کی سننے کو تیار رہتی ہے۔ اُنہوں نے فریاد کی، ”مَیں اِن لوگوں کے ساتھ کیا کروں؟ حالات ذرا بھی اَور بگڑ جائیں تو وہ مجھے سنگسار کر دیں گے۔“[c]

اللہ کا جواب فوراً نازل ہوا، ”کچھ بزرگ ساتھ لے کر لوگوں کے آگے آگے چل۔ وہ لاٹھی بھی ساتھ لے جا جس سے تُو نے دریائے نیل کو مارا تھا۔ مَیں حورب یعنی سینا پہاڑ کی ایک چٹان پر تیرے سامنے

---

[a] خُروج 2:17
[b] خُروج 3:17
[c] خُروج 4:17

کھڑا ہوں گا۔ لاٹھی سے چٹان کو مارنا تو اُس سے پانی نکلے گا اور لوگ پی سکیں گے۔“[a]

تب حضرت موسیٰ نے اسرائیلیوں کو اللہ کی ہمدردی کی تسلی دلاتے ہوئے کہا، ”رب نے تمہارا بڑبڑانا سن لیا ہے۔ وہ تمہیں پانی دے گا۔“ یہ سن کر پوری جماعت پر خاموشی طاری ہوگئی۔ آنکھوں میں نئی امید کی چمک لئے وہ سب حضرت موسیٰ اور بزرگوں کو دُور حورب کی چٹان کی طرف جاتے ہوئے دیکھنے لگے۔

ایک نوجوان بڑے جوش سے پکار اٹھا، ”حضرت موسیٰ کی لاٹھی ہمیں پانی دے گی۔“ لیکن آشر بابا غصے سے بولے، ”بیٹا نہ تو موسیٰ کی لاٹھی کوئی چیز ہے اور نہ ہم بارش اور دریاؤں پر ہی بھروسا کر سکتے ہیں۔ یہ بھی ہمیں مایوس کر سکتے ہیں۔ صرف اللہ ہی ہے جس سے ہم اپنے کھانے پینے کی امید رکھ سکتے ہیں۔“

اپنی لاٹھی ہاتھ میں تھامے حضرت موسیٰ اُن بزرگوں کے آگے آگے چلتے گئے۔ وہ بھی پیاس سے نڈھال ہو رہے تھے۔ جسمانی تکلیف کے

---

[a] خُروج 17:5-6

ساتھ ساتھ وہ اپنے آپ کو بالکل تنہا محسوس کر رہے تھے۔ اُنہیں اپنے پیچھے بزرگوں کی آپس میں باتیں سنائی دے رہی تھیں۔

"چٹان میں سے پانی نکل آئے تو معجزہ ہی ہو جائے گا۔ پانی کا تو کہیں نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ یہاں تو چٹانیں ہی چٹانیں ہیں۔"

پہاڑ کے دامن میں پہنچ کر حضرت موسیٰ نے اپنی لاٹھی زور سے چٹان پر ماری۔ آن کی آن میں صاف چٹان سے شفاف ٹھنڈے پانی کا دھارا پھوٹ نکلا۔ سبھوں پر سکتہ سا طاری ہو گیا۔ کسی کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ کیا یہ خواب ہے یا حقیقت؟ لمحے بھر کے لئے فضا میں صرف پانی کا ہی شور گونجتا رہا۔ پھر جیسے ہر ایک میں جان پڑ گئی سب دیوانہ وار اُس کی طرف دوڑ پڑے اور اپنی پیاس بجھائی۔ تھوڑی دیر بعد سارا ریلا اور مویشی بھی آ گئے۔ سب نے خوب جی بھر کر پانی پیا۔

حضرت موسیٰ سوچوں میں ڈوبے ہوئے اپنے خیمے میں تشریف لے گئے۔ رب نے اپنے آپ کو میری زندگی کی چٹان کی صورت میں ظاہر کیا ہے۔ اگر باغی میری زندگی حرام بھی کر دیں تو میرے قدم اِس چٹان پر محفوظ رہیں گے۔

اِس آخری معجزے نے اسرائیلیوں پر اَن مٹ نقوش چھوڑے۔ اگر رب چٹان میں سے پانی نکال سکتا ہے پھر تو وہ کچھ بھی کرسکتا ہے۔ اُنہیں احساس ہوا کہ اگر رب ہمارے درمیان ہے تو ہمیں خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

لیکن تھوڑی ہی دیر بعد پھر مصیبت کا بادل اُن کے سروں پر منڈلانے لگا۔ کچھ بندے ایک دہشت ناک خبر لے کر آئے، ”ہمارے پیچھے آنے والے لوگ جو کم زوری کے باعث آہستہ آہستہ چل رہے ہیں عمالیق کے قبضے میں ہیں۔“ سب کو بڑا دھچکا لگا۔ تو بھی اسرائیلیوں نے حواس قائم رکھے۔ پانی کے معجزے کے ساتھ اُن کا رب پر ایمان مضبوط ہو گیا تھا۔ ”ہمارا خدا ہماری مدد کرسکتا ہے،“ وہ ایک دوسرے کا حوصلہ بڑھانے لگے۔ ”وہ حضرت موسیٰ کو ہدایت دے گا تاکہ اِس موذی دشمن کو شکستِ فاش ہو۔“

رب اور اُس کے خادم پر لوگوں کا ایمان دیکھ کر حضرت موسیٰ خوش ہوئے۔ گزشتہ سختی اُن پر کسی مقصد کے تحت آئی تھی۔ اللہ عرصے سے

عمالیقیوں کو جنگ کی تیاری کرتے دیکھتا رہا تھا۔ اِسی لئے اُس نے اپنی اُمت کو اِتنی سختی جھیلنے دی۔ عمالیقیوں کے رو برو جنگ کرنے سے پہلے اسرائیلیوں کا رب کے رو برو آنا ضروری تھا تاکہ وہ اُس پر بھروسا کرنا سیکھیں۔

حضرت موسیٰ عرصے سے عمالیقیوں سے واقف تھے۔ سب سے پہلے اُن سے اُن کا سامنا مدیان کے کنوئیں پر ہوا تھا جہاں اُنھوں نے کچھ عمالیقیوں کو مار بھگایا تھا۔ چرواہے کی حیثیت سے وہ ہمیشہ راہ زنوں اور چوروں سے خبردار رہا کرتے تھے۔ ایسے دشمنوں کا مقابلہ تو صرف کوئی بہترین جنگ جو ہی کرسکتا ہے۔ اِس بار لوگوں کو اپنا دفاع خود کرنا تھا۔ اگر رب اپنے فرزندوں کے لئے سب کچھ ہی کرتا رہتا تو وہ کبھی بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونا نہ سیکھتے۔ اُن کی غلامانہ فطرت کو انجام پر پہنچنا ضروری تھا۔ لازم تھا کہ اسرائیلیوں میں آزادی کی روح پیدا ہو جائے۔

حضرت موسیٰ نے حضرت یشوع کو بلا کر کہا، ”یشوع! جاؤ اور بڑی احتیاط سے اپنے ایسے لوگ چُن لو جو رب کے لئے لڑنے کو تیار ہوں۔ کسی نگران کے کوڑے کے ڈر سے نہیں بلکہ اپنی خُوشی سے۔“

مصر کی عسکری تربیت گاہ میں حضرت موسیٰ کی ٹریننگ اب کام آ رہی تھی۔ اُنھوں نے حضرت یشوع کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا، "بیٹے، اِس میں شک نہیں کہ ہمیں رب کی مدد کی ضرورت ہے۔ عمالیق ایک طاقت ور دشمن ہے، اور وہ اللہ سے بغاوت کرنے والے ہر ایک کا ساتھ دیتا ہے۔ لیکن کل جب تم دشمن سے لڑنے جاؤ گے تو مَیں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہو جاؤں گا جہاں سے سب کچھ نظر آتا ہے۔ ہارون اور حور میری مدد کریں گے۔ یشوع، خوف نہ کرنا۔ رب اور اُس کا لشکر ہماری طرف سے لڑے گا۔"

اگلی صبح لشکر نکل پڑا۔ راستے میں دونوں طرف روتی ہوئی عورتیں، ہاتھ ہلاتے ہوئے بچے اور بہادروں کے نوعمر لڑکے کھڑے ہوئے۔ بزرگ حضرات اسرائیل کی امید کو بڑے فخر سے دیکھتے رہے۔ جو پیچھے رہ گئے تھے وہ تالیاں بجا بجا کر زور زور سے چلّاتے رہے، "اللہ تمھارے ساتھ ہو۔ وہ تمھاری حفاظت کرے۔"

یعقوب بابا اور دبورہ اپنے پوتے جاد کو دیکھ کر نم آلود آنکھوں سے ہاتھ ہلاتے رہے۔ اُن کی زندگی کا سرور جنگ کرنے جا رہا تھا۔ اُن

کی نگاہیں پُراُمید تھیں کہ رب اُس سے کام لے گا اور اُسے بحفاظت واپس لائے گا۔

ملکاہ نے ننھے اسحاق کو بازوؤں میں اُٹھا رکھا تھا۔ وہ جاد کو جاتا ہوا خوف زدہ آنکھوں سے دیکھتی رہی۔ لیکن یعقوب اور دبورہ کا ایمان اُس کی ڈھارس بندھاتا تھا۔ لشکر اسرائیلیوں کی آزادی کے لئے جان تک دینے کے لئے تیار تھا۔ پیچھے اُن کے منتظر لوگوں کو ایک دوسری قِسم کی جنگ لڑنا پڑ رہی تھی۔ شبہات کے خلاف جنگ۔ اگر ہماری فوج ہار گئی تو ہمیں پھر سے غلام بننا پڑے گا۔ عمالیق کے غلام۔ لیکن وہ بار بار اِس قِسم کے خیالات کو جھٹک دیتے تھے۔ رب یقیناً ہمیں فتح عطا کرے گا۔ جس خدا نے چٹان میں سے پانی نکالا تھا یقیناً وہی خدا عمالیق کو شکست دینے میں معاونت کرے گا۔

جیسا کہ حضرت موسیٰ نے پہلے ہی اندازہ لگا لیا تھا دشمن نے پہاڑیوں کے بیچ میں سے حملہ کیا۔ اسرائیلیوں پر پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ ساتھ ساتھ طعنے بھی جاری رہے، ”یہ رہے رب کے خادم۔“ دشمن اپنے نیزے بھی بڑی مہارت سے پھینک رہے تھے۔ مقابلہ بڑا سخت تھا۔

حضرت یشوع کے لوگ ایک دوسرے کی ہمت بڑھاتے رہے، ”پہاڑ پر حضرت موسیٰ کو دیکھو، اُنہوں نے اپنی لاٹھی اوپر اُٹھا رکھی ہے تاکہ ہمیں یاد رہے کہ رب ہمارے ساتھ ہے۔“

لڑائی جتنا زیادہ طول پکڑ رہی تھی اُتنا ہی زیادہ دشمن گھبرانے لگا۔ آخر یہ غلام اِتنے نڈر جنگ جو کیوں ثابت ہو رہے ہیں؟ اچانک ہی اُن میں سے ایک نے پہاڑ پر حضرت موسیٰ کو دیکھا۔

”ساتھیو! وہ دیکھو پہاڑی پر سفید داڑھی والا بوڑھا جادوگر کھڑا ہے۔ ہر بار جب اُس کا لاٹھی والا ہاتھ نیچے ہوتا ہے ہم جیتنے لگتے ہیں۔ جب تک اُس کے ہاتھ اوپر اُٹھے رہتے ہیں وہی جیتتے رہتے ہیں۔“ اُنہوں نے دیکھا کہ جیسے ہی حضرت موسیٰ نیچے بیٹھے ہارون اور حور اُن کے دونوں طرف کھڑے ہو گئے اور اُن کے بازوؤں کو اوپر اُٹھا کر سہارا دیا۔

عمالیقیوں نے بھرپور مقابلہ کیا۔ وہ مٹھی بھر غلاموں سے کسی صورت مات کھانے والے نہیں تھے۔ لڑائی سارا دن جاری رہی۔ آخرکار دشمن نے نیچے میدان میں اسرائیلیوں کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہ وہ لمحہ تھا جس کا اسرائیلی شدت سے انتظار کر رہے تھے۔ پیچھے سے چھپے ہوئے

تلوار بازوں نے بڑی پھرتی سے دشمن پر ہلہ بول دیا۔ حضرت یشوع اور اُن کے ساتھیوں نے دیکھتے ہی دیکھتے عمالیقیوں کا صفایا کر دیا۔

حضرت موسیٰ نے اپنے لوگوں کے ساتھ خوشی منائی۔ رب نے اُنہیں فتح بخشی تھی۔ رب نے اُن کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے کے لئے بڑی سنگین صورتِ حال کا انتخاب کیا تھا۔ اور وہ اپنے لئے بڑی بہادری سے لڑے تھے۔ اُس وقت موسیٰ نے قربان گاہ بنا کر اُس کا نام 'رب میرا جھنڈا ہے' رکھا۔[a]

[a] خُروج 15:17

شریعت کا نفاذ

"اب میرے سرتاج کہاں ہیں؟" بی بی صفورہ نے جوش سے پوچھا۔ نوجوان جیرسوم تو صاف کہنے لگا، "نانا جی! ہم جا کر اپنے ابو جی کے پاس کیوں نہیں رہ سکتے؟ ہم اُن کے راستے کی رکاوٹ نہیں بنیں گے۔ ہم اُن کا خاندان ہیں۔ ہم اپنے ابو کے پاس رہنا چاہتے ہیں۔"

الی عزر جو بالکل نوعمر تھا پھٹ پڑا، "لگتا ہے کہ ابو جی ہمیں بھول گئے ہیں۔ اُنہیں تو بس اسرائیلیوں کی فکر لگی رہتی ہے۔"

"بس بھئی بس،" یترو اپنے نواسوں کے گرد بازو حمائل کرتے ہوئے بولا۔ "اپنے باپ کے بارے میں ایسی بات کہنا زیادتی ہے۔ بچو! اُن

کے سر پر بہت بڑی ذمے داریاں ہیں۔ تمہیں تو اپنے باپ پر بڑا فخر ہونا چاہیے، کیونکہ وہ اسرائیلیوں کے سردار بن گئے ہیں۔ اُن پر بڑی بڑی سلطنتوں کی نظریں لگی ہوئی ہیں۔ بہر حال تم لوگ تیار رہنا۔ جیسے ہی وہ لوگ ہمارے علاقے میں پہنچیں گے مَیں تم سب کو اُن کے پاس لے جاؤں گا۔" یترو اسرائیلیوں کی نقل و حرکت کو بڑی دل چسپی سے دیکھ رہا تھا۔ جوں ہی اُسے معلوم ہوا کہ وہ ساتھ والے علاقے میں ہیں اُس نے حضرت موسیٰ کو اپنی آمد کی خبر دینے کے لئے فوراً ہی ایک قاصد روانہ کر دیا۔

جب قاصد کو حضرت موسیٰ کے سامنے پیش کیا گیا اُس نے اہم اعلان کرتے ہوئے کہا، "مَیں، آپ کا سُسر یترو آپ کی بیوی اور دو بیٹوں کو ساتھ لے کر آپ کے پاس آ رہا ہوں۔"[a]

یوں لگا جیسے حضرت موسیٰ گہرے خواب سے جاگ اُٹھے ہوں۔ کتنی حیرت کی بات تھی کہ وہ اپنے بیوی بچے ہی بھول بیٹھے تھے۔ جب سے جلتی جھاڑی میں اللہ حضرت موسیٰ سے ہم کلام ہوا تھا وہ بہت مصروف

---

[a] خُروج 6:18

ہو گئے تھے۔ اب قاصد کی خبر سنتے ہی اُن کا دل اپنی وفادار بیوی صفورہ سے ملنے کے لئے تڑپ اُٹھا جو اُن کے ساتھ مصر جانے کو بھی راضی تھی۔ وہ یترو کے بھی بہت ممنون تھے جو بڑی شفقت سے اُن کے گھرانے کا خیال رکھتا۔ جب وہ پہنچے تو حضرت موسیٰ خیمے سے باہر آ کر اُن سے ملے۔ صفورہ پر ایک پیار بھری نظر ڈالتے ہوئے اُن کا دل مچل اُٹھا۔ جیرسوم اور الی عزر نے قدرے شرمیلی نظروں سے اپنے باپ کو دیکھا۔ یترو اپنا چوپانی لباس پہنے اور ہاتھ میں عصا لئے بظاہر اپنے آپ کو فالتو سا محسوس کر رہا تھا۔ لیکن حضرت موسیٰ اُس سے بڑی گرم جوشی سے ملے۔

حضرت موسیٰ یترو کے آگے آداب بجا لائے اور پھر دونوں گلے ملے۔ پھر حضرت موسیٰ اور صفورہ کی آنکھیں چار ہوئیں جن میں اب بھی محبت کے شعلے بھڑک رہے تھے۔ "لشکرگاہ میں آنا مبارک ہو۔ اِتنا ضرور کہوں گا کہ آپ کا آنا یکسر اچنبھے کی بات ہے۔ بزرگوار، میرے گھرانے کا خیال رکھنے کا بہت بہت شکریہ۔" اپنا دایاں ہاتھ جیرسوم کے کندھے پر اور بایاں ہاتھ الی عزر کے گداز ہاتھوں میں دیتے ہوئے وہ

اُن کو اپنے خیمے میں لے گئے۔ جس کسی کی بھی نظر حضرت موسیٰ کے چمکتے ہوئے چہرے پر پڑتی وہ خوش ہو جاتا۔

خیمہ گاہ میں یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ آن کی آن میں بی بی مریم حضرت ہارون کی بیوی اور خاندان کے دیگر افراد کو لے کر آ پہنچی۔ ”خوش آمدید۔ بھابھی جی، اللہ آپ کو برکت دے۔“ بی بی مریم اور صفورہ کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ ایک بہادر بہن تھی جس نے ننھے موسیٰ کی رکھوالی کی تھی۔ اور ایک چاہنے والی بیوی تھی جس نے اکیلے بھائی کا خیال رکھا تھا۔ ”ارے ہاں یہ رہے وہ لڑکے! کتنے خوش شکل ہیں یہ! واہ جیرسوم، تم تو اب بڑے ہو گئے ہو۔“ بی بی مریم نے اپنے بھتیجوں کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لیا۔ دیکھتے ہی دیکھتے عورتوں نے مل کر آگ بھڑکا لی۔ آن کی آن میں من کے تیار کئے ہوئے خاص کھانے مہمانوں کے لئے تیار تھے۔ اِس سے بات رب کے ذکر کی طرف پلٹ گئی جو اُنہیں خوراک مہیا کرتا اور اُن کی حفاظت کیا کرتا تھا۔

”ابو جی! جب خدا اسرائیلیوں سے ناراض ہوتا ہے تو وہ من برسانا روک لیتا ہے کیا؟“ جیرسوم پریشان سا لگ رہا تھا۔

”نہیں، بیٹے! رب ایسا باپ ہے جس کے زمینی باپ سائے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ وہ اپنے فرزندوں سے زمینی باپ سے کہیں زیادہ محبت رکھتا ہے۔ بے شک رب کے پاس من برسانا بند کر دینے کی بہت سی وجوہات ہیں تو بھی وہ ایسا کبھی نہیں کرتا۔“

صفورہ کو الی عزر کے چہرے پر مایوسی کی جھلک نظر آئی تو وہ مسکرا کر کہنے لگی، ”جیرسوم کے ابا! آپ کے چھوٹے بیٹے کے دماغ میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ آپ صرف رب سے محبت کرتے ہیں اور بیٹے کی طرف قطعاً کوئی توجہ نہیں دیں گے۔“

”بیٹا، اِدھر آؤ!“ حضرت موسیٰ الی عزر کی طرف اپنے بازو پھیلاتے ہوئے کہنے لگے، ”اب میری طرف دیکھو، مَیں تمہیں ایک بڑی ہی ضروری بات سمجھاتا ہوں۔ دیکھو! اگر کوئی رب سے زیادہ محبت کرے تو وہ اپنے ساتھیوں سے بھی اِتنی ہی زیادہ محبت کرے گا۔ رب ہی ہمیں دوسروں سے محبت کرنا سکھاتا ہے۔ الی عزر، مَیں تو تمہیں پورے دل سے پیار کرتا ہوں۔ اِدھر دیکھو۔ اللّٰہ نے ایک بہت بڑا کام تمہارے

باپ کو سونپا ہے جس پر اُس کا بیشتر وقت خرچ ہوتا ہے۔ تم کو بہادر بچہ بننا پڑے گا۔ ابو کو اپنا کام کرنے دو۔ بہادر بنو گے نا ؟"

حضرت موسیٰ اُن کو وہ تمام باتیں سنانے لگے جو رب نے اُن کے لئے کی تھیں، اور یترو بڑے غور سے سنتے رہے۔ وہ غمگین سابق مصری شہزادہ اب کتنا خود اعتماد بن چکا تھا۔ رب میں اُن کا ایمان کتنا پختہ ہو گیا تھا! اُن کے دل نے زندہ خدا کو پا لیا تھا۔ ساتھ ہی اُن کی زندگی کا مقصد بھی پورا ہو گیا تھا۔ سب متعجب تھے کہ جو آدمی رب کے اِتنا قریب ہے کس قدر غرور اور خود غرضی سے پاک ہے۔

البتہ صفورہ قدرے دل شکستہ ہو رہی تھی۔ اُسے محسوس ہو رہا تھا کہ میرا شوہر تو صرف رب اور اسرائیلیوں سے ہی محبت رکھتا ہے۔ کیا اُس کے دل میں میرے لئے کوئی جگہ رہی بھی یا نہیں؟ بہر حال ایک بات صاف تھی۔ اُس کی ازدواجی زندگی میں بہت سی تبدیلیاں رونما ہونے کو تھیں۔ کیا وہ اُن کو نبھا پائے گی؟

اگلی صبح یترو کی شدید خواہش تھی کہ وہ اپنے داماد کے ساتھ دن گزارے۔ حضرت موسیٰ حیران تھے۔ خسر کیا خاص آدمی ہے جو یوں

میرے کام میں دل چسپی لے رہا ہے۔ اُنھوں نے کہا، ”جلد ہی لوگ اپنی اپنی شکایتیں لے کر میرے پاس آئیں گے۔ اوہ! یہ اسرائیلی بڑے سخت اور بے ڈھب ہیں۔ جب یہ مصر میں تھے تو کئی نسلوں تک اُن کو کوڑے مار مار کر نظم و ضبط سکھایا جاتا رہا۔ اور اب جب نگرانوں اور سانٹے کا زور نہیں رہا یہ سمجھتے ہیں کہ جو چاہیں کر سکتے ہیں۔“

یترو لوگوں کے ایک بڑے ہجوم کو حضرت موسیٰ کے خیمے کے سامنے اِتنی جلدی جمع ہوتے دیکھ کر حیران رہ گیا۔ تب حضرت موسیٰ صبح سے شام تک اُن کے فیصلے کرتے گئے۔ یترو حضرت موسیٰ کو یوں ہر چھوٹے بڑے پر بلا امتیاز توجہ دیتے ہوئے دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ جھگڑے، فساد اور چوریوں کے مقدمے لاتعداد تھے۔ زناکاری کا ایک مقدمہ تھا اور ایک حاملہ عورت کا بھی جسے کسی کے بَیل نے سینگ مارا تھا۔

لیکن پھر وہ موسیٰ سے کہنے لگے، ”یہ کیا ہے جو آپ لوگوں کے ساتھ کر رہے ہیں؟ سارا دن وہ آپ کو گھیرے رہتے اور آپ اُن کی عدالت کرتے رہتے ہیں۔ آپ یہ سب کچھ اکیلے ہی کیوں کر رہے ہیں؟ ... آپ کا طریقہ اچھا نہیں ہے۔ کام اِتنا وسیع ہے کہ آپ اُسے اکیلے

نہیں سنبھال سکتے۔ اِس سے آپ اور وہ لوگ جو آپ کے پاس آتے ہیں بُری طرح تھک جاتے ہیں۔ میری بات سنیں! مَیں آپ کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔ اللہ اِس میں آپ کی مدد کرے۔ لازم ہے کہ آپ اللہ کے سامنے قوم کے نمائندہ رہیں اور اُن کے معاملات اُس کے سامنے پیش کریں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ آپ اُنہیں اللہ کے احکام اور ہدایات سکھائیں، کہ وہ کس طرح زندگی گزاریں اور کیا کیا کریں۔ لیکن ساتھ ساتھ قوم میں سے قابلِ اعتماد آدمی چنیں۔ وہ ایسے لوگ ہوں جو اللہ کا خوف مانتے ہوں، راست دل ہوں اور رشوت سے نفرت کرتے ہوں۔ اُنہیں ہزار ہزار، سَو سَو، پچاس پچاس اور دس دس آدمیوں پر مقرر کریں۔ اُن آدمیوں کی ذمہ داری یہ ہو گی کہ وہ ہر وقت لوگوں کا انصاف کریں۔ اگر کوئی بہت ہی پیچیدہ معاملہ ہو تو وہ فیصلے کے لئے آپ کے پاس آئیں، لیکن دیگر معاملوں کا فیصلہ وہ خود کریں۔ یوں وہ کام میں آپ کا ہاتھ بٹائیں گے اور آپ کا بوجھ ہلکا ہو جائے گا۔[a]

---

[a] خُروج 18:14، 17-22

حضرت موسیٰ کو یوں محسوس ہوا جیسے اللہ یترو کی معرفت میرے سے ہم کلام ہو رہا ہے۔ اُنہوں نے یہ معاملہ رب کے سامنے پیش کیا اور پھر 70 منصف چُن لئے جو اِس عظیم کام میں اُن کا ہاتھ بٹانے پر مقرر ہوئے۔

حضرت موسیٰ نے سسر کو اسرائیلیوں کے ساتھ رکنے پر اصرار کیا، کیونکہ اُس سے اُن کو بہت مدد مل سکتی تھی۔ اُس علاقے کے کنوؤں اور پانی بھرے گڑھوں کے بارے میں اُس سے زیادہ کوئی نہیں جانتا تھا۔ لیکن یترو نے گھر واپس جانے کی ٹھان لی، اور اسرائیلی اپنے راستے پر چل دیئے۔ بادل کا ستون بدستور اُن کے آگے آگے چل رہا تھا۔

مصر سے نکلنے کے بعد کے تیسرے مہینے میں حضرت موسیٰ اور اسرائیلی دشتِ سینا پر پہنچے۔ وہ کتنے خوش تھے کہ بیوی بچے میرے ہمراہ ہیں۔ خود وہ اپنے خاندان کے ساتھ ساتھ تو نہیں چل سکتے تھے، لیکن وہ اِتنا ضرور جانتے تھے کہ قافلے میں صفورہ دونوں بیٹوں کے ساتھ شریک ہے۔ حضرت موسیٰ الی عزر کی بات یاد کر کے مسکرا دیئے جس پر ابھی

تک من کے بارے میں حیرت طاری تھی۔ "دیکھئے ابو جی! آسمان سے روٹی گر رہی ہے۔" پھر کبھی اُس کی نظریں دیر تک سامنے چلنے والے بادل کے ستون پر گڑ جاتیں، "ابو جی! بادل میں خدا ہے! ہے نا ؟ اللہ ہمیں کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا۔ رات کو تو یہ چمکتا ہوا ستون دیکھ کر مجھے محسوس ہوتا ہے کہ مَیں بالکل محفوظ ہوں۔" جب بادل کے ستون اسرائیلیوں کو خیمہ اکھاڑنے کا اشارہ دیتا تو لڑکا پریشان ہو جاتا۔ "ابو جی! جلدی کیجئے ورنہ بادل چلا جائے گا اور ہم بیابان میں بھٹکتے پھریں گے۔"

حضرت موسیٰ نے مسکراتے ہوئے اُسے یقین دلایا، "بیٹا جی! فکر کی کوئی بات نہیں ہے۔ رب صابر ہے۔ جب تک سب تیار نہ ہو جائیں وہ ہمارا انتظار کرے گا۔ راستے میں وہ اِتنا آہستہ چلے گا کہ سُست سے سُست رفتار مسافر بھی پیچھے نہیں رہیں گے۔"

صفورہ اور اُس کے بچے حضرت موسیٰ کو آگے چلتے ہوئے دیکھ کر فخر سے پھولے نہ سماتے تھے۔ وہ خوشی خوشی حضرت ہارون کے گھرانے کے ساتھ ہو لئے۔ اصل میں صفورہ اور وہ لڑکے سینا پہاڑ پر ہونے

والے واقعے کے بارے میں پُرامید تھے۔ حضرت موسیٰ بھی بہت خوش تھے کہ جب رب اسرائیلیوں کو اپنی شریعت دے گا تو میرے بیوی بچے بھی موجود ہوں گے۔

آخرکار وہ دشتِ سین کو پیچھے چھوڑ آئے۔ سینا پہاڑ کے چٹانی سلسلے کے ساتھ ساتھ ایک زرخیز نخلستان تھا جہاں بلندی سے نیچے ندیاں بہتی تھیں۔ وہاں مویشیوں کے چرنے کے لئے سرسبز چراگاہیں تھیں اور کھجور کے درختوں کے سائے دار جھنڈ۔ اِتنے بڑے ہجوم کے لئے یہ ایک مثالی نخلستان تھا۔

یہاں پہنچ کر حضرت موسیٰ کو جلد ہی رب سے ملاقات کے لئے جانا پڑا۔ تو بھی جانے سے پیشتر اُنہوں نے لشکرگاہ کو حضرت ہارون اور حور کے حوالے کر دیا۔ آدھے دن کا سفر مزے سے کٹا کیونکہ پاس بانی کے دنوں سے اُس علاقے سے وہ مانوس تھے۔

آخر وہ اپنی منزل تک پہنچ ہی گئے۔ اُن کی متلاشی نگاہوں نے آسانی سے وہ مقام ڈھونڈ لیا جہاں رب جلتی ہوئی جھاڑی میں سے اُن سے ہم کلام ہوا تھا۔ یہاں پہلی بار حضرت موسیٰ کی رب سے ملاقات

ہوئی تھی۔ اُس وقت سے حضرت موسیٰ کے دل میں اللہ کو بہتر طور پر جاننے کی شدید آرزو زور مارتی رہتی تھی۔

یکایک اوپر سے آواز نے خاموشی کو توڑ دیا۔ ”یعقوب کے گھرانے اسرائیلیوں کو بتا، ’تم نے دیکھا ہے کہ مَیں نے مصریوں کے ساتھ کیا کچھ کیا، اور کہ مَیں تم کو عقاب کے پَروں پر اُٹھا کر یہاں اپنے پاس لایا ہوں۔ چنانچہ اگر تم میری سنو اور میرے عہد کے مطابق چلو تو پھر تمام قوموں میں سے میری خاص ملکیت ہو گے۔ گو پوری دنیا میری ہی ہے، لیکن تم میرے لئے مخصوص اماموں کی بادشاہی اور مُقدّس قوم ہو گے۔‘“[a] اِن الفاظ میں عظیم خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی کیونکہ رب اپنے لوگوں پر بڑی مہربانی نچھاور کرنے کو تھا۔

واپس خیمہ بستی کے راستے پر حضرت موسیٰ کا دل جوش سے بھرا ہوا تھا، کیونکہ وہ ایک گراں قدر خبر کے پیامبر تھے۔ اسرائیل کو خدا اپنی خاص ملکیت بنانے والا تھا۔ ایک بیش قیمت خزانہ جو بادشاہوں کے بادشاہ کی ذاتی ملکیت تھا۔ اِس کا مطلب تھا خاص اہمیت، خاص رشتہ اور

---

[a] خُروج 19:3-6

خاص ذمے داری۔ جس قوم کو دوسری قوموں سے علیحدہ کر دیا گیا تھا اب وہ رب کی ملکیت تھی۔ مصر سے رہائی حاصل کرنے کے لئے اسرائیلیوں کو اللہ کی مخلصی کو قبول کرنا ضروری تھا۔ کیونکہ اللہ کے عہد کا تقاضا تھا کہ وہ اُس پر ایمان لائیں اور اُس کے فرماں بردار ہوں۔

کمال خلوص کے ساتھ حضرت موسیٰ نے تمام باتیں بزرگوں سے بیان کر دیں، "دنیا کی تمام قوموں میں سے خدا ہمیں چُن لینا چاہتا ہے تاکہ ہم اُس کی خاص اُمت ہوں، اماموں کی ملکیت، ایک مقدس قوم، تاکہ ہم دوسری قوموں کے لئے ایک نمونہ ثابت ہوں۔ ہم نے جو اُس کے چنے ہوئے لوگ ہیں سب سے پہلے زندہ خدا کو قبول کیا ہے۔ کیا تم اُس شریعت کی باتوں کو مانو گے جو وہ تمہیں دے گا تاکہ اُس کی خواہش کے مطابق اُس کی مقدس قوم بنو؟"

سب لوگوں نے مل کر جواب میں کہا، "ہم رب کی ہر بات پوری کریں گے جو اُس نے فرمائی ہے۔"[a]

---

[a] خُروج 8:19

حضرت موسیٰ نے اُنہیں اِس خاص موقعے کی تیاری کے لئے فرمایا کہ اپنے آپ کو پاک رکھو۔ پھر تیسرے دن خود رب پہاڑ پر اُترے گا۔ انسان یا حیوان جو بھی اِس پہاڑ کے قریب آئے گا وہ جان سے مارا جائے گا۔ لہٰذا کوئی بھی پہاڑ کے قریب نہ جائے۔

عورتیں اکیلی اکیلی اور گروہ کی صورت میں پہاڑ پر سے گرنے والے پانی میں کپڑے دھونے لگیں۔ اُن پر اِس درجے خوف طاری ہو چکا تھا کہ وہ پیش آنے والے اِس واقعے کا ذکر بھی دبی دبی زبان سے ہی کر رہی تھیں۔ ملکاہ اور دادی دبورہ کپڑے دھوتے ہوئے ایک دوسرے کی رفاقت سے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ اُن کی نظریں ننھے اسحاق پر جمی ہوئی تھیں جو پانی میں کھیل رہا تھا۔ دونوں جنگ میں جاد کے بچ جانے کے سبب سے رب کی بہت زیادہ شکرگزار تھیں۔

دادی جی ننھے اسحاق کو سینے سے چمٹاتے ہوئے کہنے لگیں، "میرا مُنا جب بڑا ہو گا تو اُسے اچھی طرح سے معلوم ہو گا کہ اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی کس طرح بسر کرنا ہے۔ کیا تم سوچ سکتی تھیں کہ خدا ہم کمزور انسانوں سے یوں ہم کلام ہو گا ؟"

ملکاہ کی آنکھیں چمکنے لگیں۔ "امی جی، وہ آواز کیسی ہوگئی ؟ میری سمجھ میں تو کچھ بھی نہیں آتا۔ لیکن اِتنا ضرور کہوں گی کہ مجھے اِس ملاقات سے ڈر لگتا ہے۔"

دِینہ اپنے کپڑوں کو نچوڑتے ہوئے غصے سے بولی، "ہر ایک مان گیا ہے کہ رب نے جو کچھ کہا ہے ویسا ہی کیا جائے گا۔ لیکن مَیں نے کچھ لوگوں کو بڑبڑاتے ہوئے سنا ہے۔ وہ نہیں چاہتے کہ اُنہیں بتایا جائے کہ کس طرح رہنا ہے اور کیا کیا کرنا ہے۔ بس وہ چاہتے ہیں کہ اُن کو سیدھا اُس ملک میں لے جایا جائے جس کا وعدہ رب نے کیا ہے۔"

مریم سر جھٹک کر کہنے لگی، "مَیں نے بھی اُن کی باتیں سنی ہیں۔ وہ دوسری قوموں سے ملے جلے لوگ ہیں۔ رب اُن کو اپنا بنانا چاہتا ہے اور وہ اللہ کو غلاموں کا نگران ہونے کا الزام دے رہے ہیں۔ وہ اِتنے اندھے ہو گئے ہیں کہ اُنہیں اِس میں رب کی بھلائی نظر ہی نہیں آتی۔"

دِینہ سختی سے بولی، "مریم، یہ مت بھولو کہ ہمارے اپنے لوگ بھی اِتنے ہی بُرے ہیں۔"

تیسرے دن صبح سویرے ہی بادل گرجنے اور بجلی چمکنے لگی۔ پہاڑ پر کالی گھٹا چھا گئی اور نرسنگے کی آواز بلند ہوئی۔ سب لوگ کانپ گئے۔ تب حضرت موسیٰ گرم جوشی سے لوگوں کو اللہ سے ملانے کے لئے خیمہ بستی سے باہر لے گئے۔ سب پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو گئے۔ اسرائیلیوں کی حالت اُس وقت دیکھنے والی تھی۔ خدا کی دیکھ بھال میں تین مہینے گزارنے کے بعد اُن کے چہروں سے غلامی کے آثار مٹ چکے تھے۔ پہاڑ کے قریب لوگوں کی قطاروں کی قطاریں کھڑی تھیں اور آزاد قوم کی طرح نظریں پہاڑ پر جمی ہوئی تھیں۔ وہ سب نہائے ہوئے تھے اور چمکتے بالوں اور خوب صورت مصری لبادوں میں ملبوس کھڑے کانپ رہے تھے۔

پھر سینا پہاڑ اوپر سے نیچے تک دھوئیں میں چھپ گیا، کیونکہ رب آگ میں ہو کر وہاں نازل ہوا۔ دُھواں بھٹے کے دھوئیں کی طرح اُٹھنے لگا۔ سارا پہاڑ زور سے ہلنے لگا۔ اوپر سے دھواں مزید بڑھتا گیا، اور تیز نرسنگے کی آواز نہایت بلند ہوتی گئی۔

پھر ایک آواز سنائی دی۔ "موسیٰ! موسیٰ!"

لوگوں نے حضرت موسیٰ کو پہاڑ پر چڑھتے اور غائب ہوتے دیکھا۔ اُن کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب وہ تھوڑی ہی دیر کے بعد دوبارہ ظاہر ہوئے۔ اُن کی حیرت مزید بڑھ گئی کہ حضرت موسیٰ نے اماموں کو خبردار کیا کہ وہ بھی پہاڑ پر قدم نہ رکھیں اگرچہ پہاڑ کو چھونے سے روکنے کے لئے اُس کے گرد حد باندھی گئی تھی۔ لوگ خدا کی پاکیزگی سے کتنے متاثر ہوئے! سوائے حضرت موسیٰ کے جو کہ درمیانی تھے کوئی بھی اللہ کی حضوری میں آنے کا مجاز نہ تھا۔

اور پھر اچانک ہجوم پر گہری خاموشی چھا گئی جس سے وہ اَور بھی خوف زدہ ہوئے۔ اِتنے میں ایک بلند آواز سنائی دی، "مَیں رب تیرا خدا ہوں جو تجھے ملکِ مصر کی غلامی سے نکال لایا۔" یہ آواز اردگرد کی پہاڑی چوٹیوں میں گونج گئی۔ اللہ نے پھر بلند آواز میں کہا،

"میرے سوا کسی اَور معبود کی پرستش نہ کرنا۔

اپنے لئے بُت نہ بنانا۔ کسی بھی چیز کی مورت نہ بنانا ...

رب اپنے خدا کا نام بےمقصد یا غلط مقصد کے لئے استعمال نہ کرنا

...

سبت کے دن کا خیال رکھنا۔ اُسے اِس طرح منانا کہ وہ مخصوص و مُقدّس ہو۔

اپنے باپ اور اپنی ماں کی عزت کرنا ...

قتل نہ کرنا۔

زنا نہ کرنا۔

چوری نہ کرنا۔

اپنے پڑوسی کے بارے میں جھوٹی گواہی نہ دینا۔

اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا ... "[a]

ہر حکم کے درمیان ایک وقفہ تھا۔ اسرائیل خوف کے مارے کانپ اُٹھے اور دُور کھڑے ہو کر حضرت موسیٰ سے منت کرنے لگے، "آپ ہی ہم سے بات کریں تو ہم سنیں گے۔ لیکن اللہ کو ہم سے بات نہ کرنے دیں ورنہ ہم مر جائیں گے۔"[b]

---

[a] خُروج 20:2-17

[b] خُروج 20:19

لیکن حضرت موسیٰ کہنے لگے، ”مت ڈرو، کیونکہ رب تمہیں جانچنے کے لئے آیا ہے، تاکہ اُس کا خوف تمہاری آنکھوں کے سامنے رہے اور تم گناہ نہ کرو۔“[a]

حضرت موسیٰ ایک بار پھر اُن سے جدا ہو گئے تاکہ اللہ سے مزید ہدایات پائیں۔ لوگ کھڑے انتظار کرتے رہے کہ سنیں کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ خاصی دیر کے بعد اُن کی قطاروں میں حیرانی کی آواز اُبھری۔ اُن کی آنکھیں حضرت موسیٰ پر جم کر رہ گئیں جو ایک چٹان پر کھڑے اُنہیں وہ باتیں بتانے لگے جو رب نے کہی تھیں۔ وہ پکار کر کہنے لگے، ”یہ وہ احکام ہیں جو رب نے تمہارے لئے دیئے ہیں۔ کیا تم اُن کو قبول کرو گے؟“

سب لوگوں نے ہم آواز ہو کر جواب دیا، ”ہم رب کی اِن تمام باتوں پر عمل کریں گے۔“[b]

پھر حضرت موسیٰ نے اُن کو رخصت کر دیا۔

---

[a] خُروج 20:20
[b] خُروج 3:24

اللہ کے بندے کے پاس ابھی آرام کرنے کا بالکل وقت نہیں تھا کیونکہ عہد کی کتاب کو تیار کرنا ضروری تھا جو اُنہیں اگلے روز لوگوں کو پڑھ کر سنانی تھی۔ لہٰذا اُنہوں نے اپنے کاتبوں کو بلا بھیجا کہ وہ بڑے بڑے طومار لے کر آ جائیں۔ اُن کے جمع ہونے تک حضرت موسیٰ اپنے گھرانے سے ملنے کے لئے چلے گئے۔ اُن کا دل خوشی سے جھوم رہا تھا۔ آخر لوگ خدا اور اُس کے خادم موسیٰ پر ایمان لے آئے تھے۔ اُنہوں نے خود خدا کی آواز اپنے خادم موسیٰ سے ہم کلام ہوتے بھی سنی تھی۔

جب وہ گھر پہنچے تو سب سے پہلے الی عزر نے اُن سے بات کی، "ابا! رب کی بات سنے بغیر بھی ہم سب جانتے ہیں کہ قتل نہیں کرنا چاہئے، چوری نہیں کرنی چاہئے۔"

حضرت موسیٰ نے مسکرا کر جواب دیا، "بیٹے! الٰہی شریعت ہر ایک کے دل پر نقش ہوتی ہے۔ اللہ کی شریعت وہ راستہ ہے جس پر ہمیں چلنا ہوتا ہے۔ یہ وہ نشان ہے جس کی پیروی ضروری ہے۔ اگر ہم شریعت پر چلیں تو ہم عمر بھر اِس راستے پر محفوظ رہیں گے۔"

اُنھوں نے لمحے بھر توقف کیا پھر الی عزر کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے، ”بیٹا، صرف شریعت کے مطابق کام کرنا ہی کافی نہیں ہوتا۔ نہیں، بلکہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہم ایک شفیق خدا کے حکم مانتے ہیں جو ہمیں محفوظ اور پاک رکھنا چاہتا ہے۔“

آزمائش

جب حضرت موسیٰ کی آنکھ صبح سویرے ہی کھل گئی تو اُنھوں نے پہاڑ کے دامن میں ایک قربان گاہ بنائی۔ نوجوانوں نے رب کے حضور بھسم ہونے والی قربانیاں چڑھائیں اور بَیلوں کو سلامتی کی قربانی کے طور پر پیش کیا۔ حضرت موسیٰ نے ذبح کئے ہوئے جانوروں کا آدھا خون باسنوں میں رکھا اور باقی قربان گاہ پر چھڑک دیا۔ جب اُنھوں نے لوگوں کو عہد نامہ پڑھ کر سنایا تو سب چہروں پر بڑی سنجیدگی طاری ہوئی۔

حضرت موسیٰ نے تلاوت ختم کی تو اسرائیلی سب ایک آواز ہو کر بولے، ”ہم رب کی اِن تمام باتوں پر عمل کریں گے۔ ہم اُس کی سنیں

گے۔" اِس پر موسیٰ نے باسنوں میں سے خون لے کر اُسے لوگوں پر چھڑکا اور کہا، "یہ خون اُس عہد کی تصدیق کرتا ہے جو رب نے تمہارے ساتھ کیا ہے اور جو اُس کی تمام باتوں پر مبنی ہے۔"[a]

اللہ اپنے عہد کا وفادار رہے گا۔ شرط یہ ہے کہ اسرائیلی اُس کے فرماں بردار فرزند بنے رہیں۔ ابھی ابراہیم کی اولاد کاملیت کے درجے سے بہت دُور تھی۔ تو بھی خدا نے اُن کو اِسی حالت میں قبول کر لیا تھا تاکہ جیسے جیسے وہ اُس کی راہوں پر چلیں وہ اُنہیں ایک پاک قوم بنائے۔ لیکن اُن لوگوں کا بہت بُرا انجام ہونے والا تھا جو قادرِ مطلق کے جلال کا تجربہ کرنے، اُس کی آواز سننے اور اُس کی بھیجی ہوئی روٹی کھانے کے بعد اُس کی راہوں سے بھٹک جائیں گے۔

رب کے کہنے پر حضرت موسیٰ، حضرت ہارون اور اُن کے بیٹے ندب اور ابیہو اور 70 بزرگ اوپر چڑھے۔ اُنہیں ہدایت دی گئی تھی کہ وہ دُور سے رب کی پرستش کریں۔ اُن کے علاوہ کسی اَور کو وہاں آنے کی

---

[a] خُروج 24:7-8

اجازت نہ تھی۔ لوگوں کی نگاہیں اُن کا پیچھا کرتی رہیں۔ سب کے سب دہشت زدہ تھے کہ کہیں اللہ کا غضب ہمیں بھسم نہ کر دے۔

بزرگ بھی خوف زدہ ہی تھے۔ اُنہوں نے سوچا کہ کہیں ہمیں کالے بادل میں داخل ہونا نہ پڑے یا پھر اُس پُر جلال حضوری میں پُرخوف لمحے گزارنے نہ پڑیں۔ لیکن اُن کے سارے خدشات بے بنیاد نکلے، کیونکہ اللہ ایک حیرت انگیز روشنی کے بیچ میں ٹھہرا رہا۔ اگرچہ وہ اُسے دیکھ نہ سکے تو بھی وہ اُس کی پاک حضوری کو محسوس کر رہے تھے۔ خدا کی حضوری سے وقار، اطمینان اور شفقت پھوٹ رہی تھی۔ اِس موقعے پر اللہ کا ایک اَور پہلو اُن پر واضح ہوا۔ شریعت کی دہشت کی جگہ اُنہیں رب کی محبت، فضل اور مغفرت کا گہرا احساس ہوا۔ اُنہوں نے اپنے آپ کو خدا کے ابدی پیار میں ڈوبا ہوا پایا۔ اُن کا سارا خوف جاتا رہا۔

وہ اللہ کو دیکھتے رہے اور اُس کے حضور عہد کا کھانا کھاتے اور پیتے رہے۔ کھانے اور پینے کی رفاقت بھی عہد کا ایک اہم حصہ تھا۔

پہاڑ سے اترنے کے بعد وہی مانوس آواز پکارتی ہوئی سنائی دی، "میرے پاس پہاڑ پر آ کر کچھ دیر کے لئے ٹھہرے رہنا۔ مَیں تجھے پتھر

کی تختیاں دوں گا جن پر مَیں نے اپنی شریعت اور احکام لکھے ہیں اور جو اسرائیل کی تعلیم و تربیت کے لئے ضروری ہیں۔“[a]

باقیوں کو روک دیا گیا۔ صرف رب کے خادم حضرت موسیٰ کو اللہ کی خاص حضوری میں جانے کی اجازت تھی۔ اِتنی اہم ملاقات کے باوجود حضرت موسیٰ بنا سوچے سمجھے غائب نہ ہوئے بلکہ اُنہوں نے ہارون اور حور کو اسرائیلیوں کے سامنے اپنا نمائندہ مقرر کر دیا۔ صرف اُن کا خادم یشوع اُن کے ساتھ گیا۔ چڑھتے چڑھتے ملاقات کی جگہ نظر آنے لگی۔ ابھی وہ اُس مقام پر پہنچے ہی تھے کہ اُنہوں نے دیکھا کہ خدا کا جلال پہاڑ کی چوٹی پر آ کر ٹھہر گیا۔

حضرت یشوع خوف سے کانپ اُٹھے، کیونکہ بادل بھسم کر دینے والی آگ لگ رہا تھا۔ اُن کا دل وہاں سے بھاگنے کے لئے کرتا تھا۔ لیکن اُن کا آقا اور استاد وہیں رک گئے اور اللہ کی بلاہٹ کا انتظار کرنے لگے۔

---

[a] خُروج 12:24

اُتنے میں خیمہ بستی کی زندگی معمول کے مطابق چل رہی تھی گو حضرت موسیٰ کی غیر موجودگی شدت سے محسوس ہو رہی تھی جنہوں نے فرعون کا سامنا کرنے کی جرأت کی تھی۔ سمندر میں سے گزرتے وقت حضرت موسیٰ ہی چٹان کی طرح کھڑے رہے تھے۔ اور جب خدا سینا پہاڑ پر سے اُن سے ہم کلام ہوا تھا تو حضرت موسیٰ ہی نے اللہ کو جواب دیا تھا۔ جب حضرت موسیٰ اُن کے ساتھ ہوتے تھے تو لوگوں کو محسوس ہوتا تھا کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔

جب 70 بزرگ واپس لوٹے تو وہ قدرے مطمئن تھے، کیونکہ اب حضرت ہارون اور حور لشکرگاہ کے انچارج تھے۔ لیکن دن گزرتے گئے، پھر ہفتے۔ اب تک حضرت موسیٰ کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ ہارون اور حور کی موجودگی کے باوجود اُن کی بے چینی بڑھنے لگی۔ وہ اپنے آپ کو ایک بچھڑے ہوئے بچے کی طرح سمجھنے لگے۔ وہ سوچنے لگے کہ ہمارے سردار کا کیا بنا جو بھسم کر دینے والی آگ کے بادل میں کہیں غائب ہو گیا ہے۔

صبح کے وقت من جمع کرتے ہوئے بڑی تلخ آوازیں فضا میں بکھرنے لگیں۔ ایک بڑھیا بولی، "ذرا ٹھہرو تو، پھر دیکھ لینا جب ہمارے دشمنوں کو ہماری بے بسی کا پتہ چلا تو وہ ہم پر ضرور چڑھائی کریں گے۔" دیگر عورتوں کے دل اِس منحوس پیش گوئی کو سُن کر سہم گئے۔ موٹی نعومی نے اپنا شوشہ چھوڑ کر اُن کو بالکل ہی پریشان کر دیا، "مَیں تو سچ بات کہوں گی۔ بہنو! اپنے آپ کو اُس دن کے لئے ابھی سے تیار کر لو جب اللہ ہمیں من بھیجنا بند کر دے گا۔ اُس وقت ہمارے سروں پر مصیبت کا پہاڑ ٹوٹ پڑے گا۔"

ایسی ہی باتیں مردوں میں بھی ہو رہی تھیں۔ کیا عجب کہ وہ بڑی تیزی سے اخلاقی گھٹاؤ کا شکار ہونے لگے۔ حضرت موسیٰ کی غیرموجودگی میں تمام اخلاقی پابندیاں بھی ختم ہو چکی تھیں۔ اِدھر خدا پر اُن کا ایمان ڈانواں ڈول ہو رہا تھا تو اُدھر وہ تمام شیطانی مشاغل جو مصر میں اُن پر غلبہ پائے ہوئے تھے اب یہاں بھی اُن کے دلوں میں گھر کرنے لگے۔

حضرت موسیٰ کے بیٹے جیرسوم اور الی عزر ایک شام اپنے گدھوں پر ایندھن کی لکڑی لادے گھر لوٹ کر آئے تو اُن کی آنکھیں انگارے کی

طرف دیکھ رہی تھیں۔ جیرسوم غصے میں پھٹ پڑا، "ماں جی! لوگ تو پاگل ہو گئے ہیں۔ اُنہوں نے ہارون تایا کو مجبور کیا ہے کہ وہ اُن کے لئے سونے کا ایک بچھڑا بنوائیں جس کو وہ بُت کی طرح پوجا کریں۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بچھڑا ہی وہ خدا ہے جو ہم کو مصر سے نکال کر لایا ہے۔" جیرسوم کی آواز میں تلخی تھی۔ "ہارون تایا نے اُن کے سارے مطالبے پورے بھی کر دیئے ہیں یہاں تک کہ اُس بُت کے لئے قربان گاہ بھی بنا دیا ہے۔ کل ضیافت ہونے والی ہے۔" جیرسوم جذبات کی شدت سے کانپ رہا تھا۔ "ماں جی! ابو کیا کہیں گے؟ کاش ہم نہ آئے ہوتے! رب یقیناً ہم سب کو نیست و نابود کر دے گا۔ ہم نے اُس کا جلال دیکھا ہے اور ابھی حال ہی میں وہ ہم سے ہم کلام بھی ہوا ہے اور اپنے احکام دیئے ہیں۔ ماں جی! یہ لوگ آسمانی روٹی کھاتے ہوئے کیسے کہہ سکتے ہیں کہ اللہ نے ہمیں چھوڑ دیا ہے؟ یہ کس طرح اُس بُت کو خدا کی جگہ رکھ سکتے ہیں جبکہ خدا کی آنکھیں بادل کے ستون میں سے اُن کو دیکھ رہی ہیں؟"

صفورہ نے گہری سانس لیتے ہوئے کہا، "بیٹا من اب ایک عام سی چیز بن کے رہ گئی ہے۔ اب اُسے آسمانی روٹی کوئی نہیں کہتا۔ بادل

کے ستون کا بھی یہی حال ہے۔ آہ، اللہ کی نعمتیں بُھلا دینا انسانی فطرت ہے۔ جب مَیں نے اپنی پڑوسن یفیحہ سے پوچھا کہ وہ بُت کیوں بنانا چاہتے ہیں تو آگ بگولا ہو کر بولی، ’ہم رب کے علاوہ کسی اَور خدا کو نہیں مانتے۔ بچھڑا تو صرف اُس کی مجسم صورت ہے۔‘ صفورہ پریشان تھی۔ ”بھلا کوئی کیسے سوچ سکتا ہے کہ قادرِ مطلق ایک بچھڑے میں رہنا برداشت کرے گا۔ وہ خدا جو اِتنا پاک ہے کہ اُس نے اپنے اور لوگوں کے درمیان حد باندھ دی تھی کہ کوئی اُسے پار کر کے اُس کے پاس نہ آ سکے کیا وہ ایک بچھڑے میں رہے گا؟ کیا وہ اپنے آپ کو اِتنا گرا دے گا کہ ایسی بے جان چیز میں سما جائے جسے چھوا اور اِدھر اُدھر لے جایا جا سکتا ہے؟ میری بات یاد رکھنا، کل کے جشن کا نتیجہ بداخلاقی کی صورت میں نکلے گا۔ اے میرے بیٹو! اپنے باپ کے اچھے نمونے پر چلو اور اللہ کے سچے فرماں بردار بنو۔ ہم یقیناً اِس جشن میں بالکل شریک نہیں ہوں گے۔“

اپنی ماں کا عزم دیکھ کر الی عزر کی طبیعت کچھ سنبھل گئی۔ "ابو یقیناً لوٹ آئیں گے اور اگر ہم اللہ کے راستے پر چلتے رہیں تو ہمیں کچھ خوف نہیں ہو گا۔ ابو نے بھی ایسا ہی کہا تھا۔"

اِتنے میں مریم بی بی زار و قطار روتی ہوئی آ پہنچیں۔ "کاش موسیٰ ہی یہاں ہوتا! اِس ہجوم کو قابو میں رکھنے کا اختیار صرف اُسی کو حاصل ہے۔ ہارون کو تو اپنی جان کا خطرہ ہے۔ اُس نے سوچا ہو گا کہ جب مَیں اِس دیوتا کو بنانے کے لئے سونا مانگوں تو وہ اپنا ارادہ بدل لیں گے۔ لیکن یہ اُس کی غلط فہمی تھی۔ اُن کے نزدیک اُن کے دیوتا سے زیادہ قیمتی کوئی چیز نہیں۔ یہ بدکار لوگ ایسا خدا مانگتے ہیں جس کے ساتھ وہ جو چاہیں سو کریں۔ خیمہ بستی کی فضا تو پہلے ہی سے بدی سے آلودہ ہے۔ یہ شیطان کا دن ہے۔ جب اللہ نے ہمیں شریعت دے دی ہے اور ہم نے اُس کو ماننے کا عہد کر لیا ہے تو اِس کے بعد وہ کس طرح ہمیں بغیر سزا کے چھوڑ دے گا؟ وہ اپنے احکام کی عدولی کو نظر انداز نہیں کر سکے گا۔ ہم اپنے دشمنوں کے سامنے کیسا تماشا بنیں گے!"

اُدھر حضرت موسیٰ کو پہاڑ کی چوٹی پر گئے 40 دن گزرتے پتہ بھی نہ چلا۔ جس وقت حضرت ہارون افسوس ناک حد تک اللہ سے بے وفا ہونے لگے اُس وقت اللہ حضرت موسیٰ کے لئے امامت کے پروگرام کو ترتیب دے رہا تھا۔ اُس نے بڑی تفصیل کے ساتھ ملاقات کے خیمے یعنی خدا کے مَقدِس کے بارے میں بتایا جسے اسرائیلیوں کو بنانا تھا۔

پھر اچانک اُن کی خوش گوار شراکت بُری طرح بگڑ گئی۔ اللہ نے سختی سے حضرت موسیٰ سے کہا، "پہاڑ سے اُتر جا۔ تیرے لوگ جنہیں تُو مصر سے نکال لایا بڑی شرارتیں کر رہے ہیں۔ وہ کتنی جلدی سے اُس راستے سے ہٹ گئے ہیں جس پر چلنے کے لئے مَیں نے اُنہیں حکم دیا تھا۔ اُنہوں نے اپنے لئے ڈھالا ہوا بچھڑا بنا کر اُسے سجدہ کیا ہے۔ اُنہوں نے اُسے قربانیاں پیش کر کے کہا ہے، 'اے اسرائیل، یہ تیرے دیوتا ہیں۔ یہی تجھے مصر سے نکال لائے ہیں۔'"

اللہ کا قہر بھڑکا۔ اُس نے پکار کر مزید کہا کہ "مَیں نے دیکھا ہے کہ یہ قوم بڑی ہٹ دھرم ہے۔ اب مجھے روکنے کی کوشش نہ کر۔ مَیں اُن پر اپنا

غضب اُنڈیل کر اُن کو رُوئے زمین پر سے مٹا دوں گا۔ اُن کی جگہ مَیں تجھ سے ایک بڑی قوم بنا دوں گا۔“[a]

حضرت موسیٰ سخت گھبرا گئے۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا جب اسرائیل کا سارا کام بڑے آرام سے ہو رہا تھا۔ اُن کے دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اب اسرائیل سزائے موت کے لائق ہو چکا تھا۔ ہائے وہ کتنے گردن کش لوگ تھے۔ اُنھوں نے کتنی ہی بار حضرت موسیٰ کو تنقید کا نشانہ بنایا تھا بلکہ ہجوم اِس حد تک باغی ہو گیا تھا کہ خود اُن کو سنگسار کرنے پر اُتر آیا تھا۔ لمحے بھر کے لئے حضرت موسیٰ کے ذہن میں ایک خیال کوند گیا، یہ کہ کیا بہتر نہیں ہو گا اگر میرے اپنے گھرانے میں سے خدا سے ڈرنے والی ایک نئی قوم بنے؟ لیکن نہیں! یہ کبھی نہیں ہونے کا، گو اللّٰہ نے یہی پیش کش کی تھی۔ حضرت موسیٰ کو یہ بالکل منظور نہ تھا۔ اپنی اِسی قوم کے ساتھ ایک ہونے کے لئے ہی تو وہ اپنی تمام طرح کی شان و شوکت پیچھے چھوڑ آئے تھے۔ اُنھوں نے اپنی مصری ماں کو بھی چھوڑ دیا تھا جس سے وہ بہت پیار کرتے تھے۔ اُنھوں نے سوچا، اب مَیں

---

[a] خُروج 32:7-10

اپنے بھائیوں کو کس طرح اُن کے حال پر چھوڑ سکتا ہوں! وہ تو میرا ایک حصّہ بن چکے ہیں۔ اب نہ مَیں اُنہیں چھوڑ کر اپنے الگ وجود کا تصور کر سکتا ہوں نہ ہی مَیں اپنی شان و شوکت کا خواہاں ہوں۔ مَیں ہر صورت میں اپنی قوم کے دکھ سُکھ میں برابر کا شریک ہوں گا۔

جیسے ہی اُنھوں نے اپنے آپ کو اُن میں سے ایک مان لیا اُن کی خامیاں خود حضرت موسیٰ کی خامیاں اور گناہ بن گئے۔ چنانچہ اُنھوں نے پورے دل کے ساتھ خدا سے اسرائیلیوں کے لئے منت کرتے ہوئے کہا، ”اے رب، تُو اپنی قوم پر اپنا غصہ کیوں اُتارنا چاہتا ہے؟ تُو خود اپنی عظیم قدرت سے اُسے مصر سے نکال لایا ہے۔ مصری کیوں کہیں، ’رب اسرائیلیوں کو صرف اِس بُرے مقصد سے ہمارے ملک سے نکال لے گیا ہے کہ اُنہیں پہاڑی علاقے میں مار ڈالے اور یوں اُنہیں رُوئے زمین پر سے مٹائے‘؟“ اور پھر حضرت موسیٰ کی منت زور دار رنگ پکڑ گئی۔ ”اگر تُو اُن کو مار دے گا تو اُس وعدے کا کیا ہو گا

جو تُو نے اُن کے باپ دادا سے کیا ہے جن کے ساتھ تُو نے اُن کی اولاد کو فلسطین میں لے جانے کی قَسم کھائی ہے؟"[a]

حضرت موسیٰ کی منت سماجت نے اللّٰہ کے غصے کی بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا کر دیا۔ خدا کے بندے نے یہ جان کر سُکھ کا سانس لیا کہ وقتی طور پر اسرائیلیوں کے سر سے موت کا حکم ٹل گیا ہے۔ تو بھی وہ بوجھل دل کے ساتھ عہد کی دونوں لوحیں سینے سے لگائے پہاڑ پر سے نیچے اُترے۔ اللّٰہ نے اپنے ہاتھ سے اُن کی دونوں طرف دس احکام لکھے تھے۔ حضرت موسیٰ نے یہ خزانہ بڑی احتیاط سے اُٹھا رکھا تھا۔

راستے سے کچھ نیچے حضرت یشوع نے ایک مانوس شخص کو نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ پورے 40 دن تک مسلسل انتظار کرتے آئے تھے۔ اُن کی نظر حضرت موسیٰ کے بازوؤں میں سمٹے اُس گراں قدر بوجھ پر پڑی تو اُن کے منہ سے خوشی کی چیخ نکل گئی، اور وہ حضرت موسیٰ سے ملنے کے لئے دوڑ کر بولے، "مالک!" لیکن پھر یکایک وہ ٹھٹھک گئے۔ کوئی بڑی گڑبڑ ہوگئی ہو گی۔ حضرت موسیٰ نے اشارے سے اپنے

---

[a] خروج 32:11-13

خادم کے سلام کا جواب دیا، لیکن وہ بڑی تیزی سے چلتے گئے۔ حضرت یشوع کی متجسس نگاہیں اپنے مالک پر ٹکی ہوئی تھیں۔ رب کے ساتھ گزارے ہوئے اُس طویل عرصے کی مُہر اللہ کے بندے کے چہرے پر ثبت تھی۔ اُن سے جلال اور پاکیزگی کی روشنی پھوٹ رہی تھی۔ اُس چمک اور اپنے مالک کے غم ناک تاثرات سے حضرت یشوع پر خوف طاری ہو گیا۔ اُنھوں نے اندازہ لگایا کہ رب کے خادم کے ذہن پر کوئی سنجیدہ بات سوار ہے۔

اُن کا اندازہ بالکل درست نکلا۔ ابھی حضرت موسیٰ کو اِس بات کی پوری تسلی نہیں تھی کہ اللہ اسرائیلیوں کے اِتنے بڑے گناہ کو معاف بھی کرے گا کہ نہیں۔ جب وہ خیمہ بستی کے بالکل قریب آ گئے تو حضرت یشوع کے کان کھڑے ہو گئے۔ وہ پکار اُٹھے، ”خیمہ گاہ میں جنگ کا شور مچ رہا ہے!“[a]

---

[a] خُروج 17:32

حضرت موسیٰ اِس شور کے بارے میں زیادہ جانتے تھے۔ اُنہوں نے جواب دیا، ”نہ تو یہ فتح مندوں کے نعرے ہیں، نہ شکست کھائے ہوؤں کی چیخ پکار۔ مجھے گانے والوں کی آواز سنائی دے رہی ہے۔“[a]

ابھی وہ خیمہ بستی کے باہر ہی تھے کہ اُن کی نظروں میں ایک عجیب منظر گھوم گیا۔ لوگ نیم دیوانگی کے عالَم میں بچھڑے کے گرد ناچ رہے تھے۔ جب حضرت موسیٰ نے یہ سب کچھ دیکھا اور اُن کے خوشی سے چیخنے چلّانے کی آوازیں سنیں تو وہ آپے سے باہر ہو گئے۔ اُنہوں نے قہر برساتی نظروں سے اُس گھٹیا ہجوم کو دیکھا جس کے لئے وہ اللہ کے احکام کا خزانہ لے کر آئے تھے۔ اُن کے حلق سے ایک خوف ناک چنگھاڑ نکلی جس کو سنتے ہی لوگوں کا دیوانہ پن ہَوا ہو گیا۔ خوف سے پھٹی پھٹی نظروں سے اُنہوں نے رب کے خادم کو دیکھا جس نے انتہائی غصے میں شریعت کی دونوں لوحیں زمین پر دے مریں کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بکھر گئیں۔

---

[a]خُروج 18:32

ہجوم کے قدم زمین پر جمے رہ گئے۔ حضرت موسیٰ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے اُن کی طرف بڑھے چلے آئے۔ بِنا کچھ کہے اُنہوں نے اِس قابلِ نفرت مجسمے کو گھسیٹا اور اِتنے زور سے پٹخ دیا کہ وہ پاش پاش ہو گیا۔ پھر اُنہوں نے لکڑی اور سونے کے ٹکڑے آگ میں پھینک دیئے۔ لکڑی تو جل گئی جبکہ سونا پگھل گیا۔ غصے سے بھڑکتی ہوئی آنکھوں کے ساتھ حضرت موسیٰ نے راکھ اور پگھلے ہوئے سونے کو چکی کے پاٹ میں پیش کر سفوف بنا دیا۔ اُنہوں نے اِس سفوف کو ایک تالاب پر چھڑکا اور وہی پانی اسرائیلیوں کو پلوایا۔

حضرت ہارون جو قربان گاہ پر کھڑے کانپ رہے اپنے بھائی کی نفرت سے بھری نظروں کے نیچے کچل کے رہ گئے۔ کیا ہارون اُن کا وہی بھائی تھا جو کبھی فرعون کے پاس اُن کے ساتھ گیا تھا؟ اپنے بھائی کی یہ کیفیت دیکھ کر حضرت موسیٰ کا دل پھٹ کر خون ہو گیا۔ اُنہوں نے اپنے بھائی سے گرج کر کہا، "اِن لوگوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا کہ تم نے اُنہیں ایسے بڑے گناہ میں پھنسا دیا؟"

حضرت ہارون نے سر نیچے لٹکائے ہوئے جواب دیا، ”میرے آقا۔ غصے نہ ہوں۔ آپ خود جانتے ہیں کہ یہ لوگ بدی پر تُلے رہتے ہیں۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا، ’ہمارے لئے دیوتا بنا دیں جو ہمارے آگے آگے چلتے ہوئے ہماری راہنمائی کریں۔ کیونکہ کیا معلوم کہ اُس بندے موسیٰ کو کیا ہوا ہے جو ہمیں مصر سے نکال لایا۔‘ اِس لئے مَیں نے اُن کو بتایا، ’جس کے پاس سونے کے زیورات ہیں وہ اُنہیں اُتار لائے۔‘ جو کچھ اُنہوں نے مجھے دیا اُسے مَیں نے آگ میں پھینک دیا تو ہوتے ہوتے سونے کا یہ بچھڑا نکل آیا۔“[a]

حضرت موسیٰ کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ پھیل گئی۔ کیا بچوں کا سا بہانہ تھا! اُن کے بھائی کا فیصلہ تو رب کے ہاتھ میں تھا۔ سب سے پہلے ایک کام فوری طور پر کرنا تھا۔ اُن کی متلاشی نگاہیں مردوں اورعورتوں کے اُس ہجوم پر ٹھہر گئیں جو میدان میں جا بجا بکھرا ہوا تھا۔ بہتوں نے تو مستی میں ناچتے ناچتے کپڑے بھی اتار پھینکے تھے۔ کتنا شرم ناک منظر تھا!

---

[a] خُروج 32:22-24

کیا یہی وہ لوگ تھے جن کے لئے خود رب آسمان سے نیچے اتر آیا تھا ؟ حضرت موسیٰ کو کتنا افسوس تھا! سابق غلاموں کی اِس بھیڑ نے رب کی کتنی توہین کی تھی! اپنے دشمنوں کے سامنے وہ کیسا تماشا بنے رہے تھے!

حضرت موسیٰ لمبے لمبے ڈگ بھرتے ہوئے لشکرگاہ کے دروازے تک آئے اور نرسنگے کی سی گرج دار آواز سے پکار کر کہا، "جو بھی رب کا بندہ ہے وہ میرے پاس آئے۔" جواب میں لاوی کے قبیلے کے تمام لوگ اُن کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر موسیٰ نے اُن سے کہا، "رب اسرائیل کا خدا فرماتا ہے، 'ہر ایک اپنی تلوار لے کر خیمہ گاہ میں سے گزرے۔ ایک سرے کے دروازے سے شروع کر کے دوسرے سرے کے دروازے تک چلتے چلتے ہر ملنے والے کو جان سے مار دو، چاہے وہ تمہارا بھائی، دوست یا رشتے دار ہی کیوں نہ ہو۔ پھر مُڑ کر مارتے مارتے پہلے دروازے پر واپس آ جاؤ۔'"[a]

---

[a] خُروج 32:26-27

بنی لاوی مجرموں کو اچھی طرح جانتے تھے۔ اُنہوں نے بے رحمی سے مردوں، عورتوں اور بوڑھوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر مارا۔ ہر طرف لشکرگاہ میں آہ و بکا کا شور بلند ہوا۔ دن غروب ہونے تک 3000 مرد خواتین مارے جا چکے تھے۔

اِس قتلِ عام کے بعد حضرت موسیٰ نے بنی لاوی سے کہا، "آج اپنے آپ کو مَقدِس میں رب کی خدمت کرنے کے لئے مخصوص و مُقدّس کرو، کیونکہ تم اپنے بیٹوں اور بھائیوں کے خلاف لڑنے کے لئے تیار تھے۔ اِس لئے رب تم کو آج برکت دے گا۔"[a]

اُس رات حضرت موسیٰ کی آنکھوں سے نیند کوسوں دُور رہی۔ وہ بے چین تھے کہ کیا رب اسرائیلیوں کو زندہ چھوڑے گا کہ نہیں۔ پہاڑ پر گزارے ہوئے 40 دنوں میں رب نے اپنے خادم سے کفارے کے بارے میں بہت سی باتیں کی تھیں۔ اُس وقت اپنی اُمت سے اُن کی والہانہ محبت نے اُن کے خیالات کے دھارے کا رُخ صرف ایک طرف ہی موڑ دیا۔ "مَیں اُن کے گناہوں کا خود کفارہ دوں گا۔"

---

[a] خُروج 32:29

اگلی صبح روانہ ہونے سے پہلے حضرت موسیٰ نے اسرائیلیوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا، ”تم نے نہایت سنگین گناہ کیا ہے۔ توبھی مَیں اب رب کے پاس پہاڑ پر جا رہا ہوں۔ شاید مَیں تمہارے گناہ کا کفارہ دے سکوں۔“[a] یہ بات بڑی محبت سے کہی گئی تھی لیکن کوئی بھی اُن کے ارادے سے واقف نہ تھا۔ حضرت موسیٰ فیصلہ کر چکے تھے۔ سوال صرف یہ تھا کہ آیا اللہ اِس خطاکار قوم کی جگہ اُن کو قبول کرے گا بھی کہ نہیں۔

جب وہ دوبارہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوئے تو بڑے دکھ کے ساتھ کہنے لگے، ”ہائے، اِس قوم نے نہایت سنگین گناہ کیا ہے۔ اُنہوں نے اپنے لئے سونے کا دیوتا بنا لیا۔ مہربانی کر کے اُنہیں معاف کر ...“ اُن سے جملہ پورا نہ ہو سکا۔ اُن کے دل میں جذبات کا طوفان اُمڈ رہا تھا اور پھر اپنی امت کے لئے محبت چھلک ہی پڑی، ”لیکن اگر تُو اُنہیں معاف نہ کرے تو پھر مجھے بھی اپنی اُس کتاب میں سے مٹا دے جس میں تُو نے اپنے لوگوں کے نام درج کئے ہیں۔“[b]

---

[a] خُروج 30:32
[b] خُروج 32-31:32

اپنی اُمت سے ایسی والہانہ محبت کو دیکھ کر رب کو حضرت موسیٰ پر بہت پیار آ گیا۔ تو بھی اُس نے جواب دیا، ”مَیں صرف اُس کو اپنی کتاب میں سے مٹاتا ہوں جو میرا گناہ کرتا ہے۔“[a] اور پھر کہا، ”اِس جگہ سے روانہ ہو جا۔ اُن لوگوں کو لے کر جن کو تُو مصر سے نکال لایا ہے اُس ملک کو جا جس کا وعدہ مَیں نے ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے کیا ہے۔ اُن ہی سے مَیں نے قَسم کھا کر کہا تھا، 'مَیں یہ ملک تمہاری اولاد کو دوں گا۔' مَیں تیرے آگے آگے فرشتہ بھیج کر کنعانی، اموری، حِتّی، فرِزّی، حِوّی اور یبوسی اقوام کو اُس ملک سے نکال دوں گا۔ ... تم اِتنے ہٹ دھرم ہو کہ اگر مَیں ساتھ جاؤں تو خطرہ ہے کہ تمہیں وہاں پہنچنے سے پہلے ہی برباد کر دوں۔“[b]

مطلب تھا کہ اللہ اسرائیلیوں میں کام کرتا رہے گا۔ پھر بھی حضرت موسیٰ کو سخت پریشانی ہوئی، کیونکہ اللہ نے اسرائیل کو ”تیرے لوگ“ کہہ کر پکارا تھا۔ اِس سے بھی پریشان کن بات یہ تھی کہ خدا مزید

---

[a] خُروج 33:32

[b] خُروج 33:1-3

اُن کے ساتھ چلنے پر راضی نہ تھا۔ بھلا ایک فرشتہ اللہ کی حضوری کا بدل کیونکر ہو سکتا تھا؟ لوگ اِس افسوس ناک خبر کو سن کر نہایت غمگین ہوئے۔ سبھوں نے اپنے زیور اُتارے۔ کیونکہ رب نے موسیٰ سے کہا تھا، "اسرائیلیوں کو بتا کہ تم ہٹ دھرم ہو۔ اگر مَیں ایک لمحہ بھی تمہارے ساتھ چلوں تو خطرہ ہے کہ مَیں تمہیں تباہ کر دوں۔ اب اپنے زیورات اُتار ڈالو۔ پھر مَیں فیصلہ کروں گا کہ تمہارے ساتھ کیا کِیا جائے۔"[a]

اُس وقت موسیٰ نے خیمہ لے کر اُسے کچھ فاصلے پر خیمہ گاہ کے باہر لگا دیا۔ اُنہوں نے اُس کا نام 'ملاقات کا خیمہ' رکھا۔ اُنہیں یقین تھا کہ صرف دعا ہی سے سزا کو روکا جا سکتا ہے۔ اُن کا خیمہ پہاڑ کی چوٹی پر اللہ کے ساتھ ملاقات کرنے کا عارضی متبادل تھا۔ اب لشکرگاہ کو اُن کی نگرانی کی ضرورت تھی۔ جب وہ باہر خیمے کی طرف جاتے تو سب لوگ اُٹھ کر اپنے اپنے ڈیرے کے دروازے پر کھڑے ہو جاتے اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگتے کہ حضرت موسیٰ ہماری شفاعت کرنے جا رہے ہیں۔

---

[a] خُروج 5:33

جب حضرت موسیٰ خیمے کے اندر داخل ہو جاتے اور پردہ گر جاتا تو بادل کا ستون اتر کر خیمے کے دروازے پر کھڑا رہتا اور رب اپنے بندے سے باتیں کرنے لگتا جیسے کوئی اپنے دوست سے بات کرتا ہے۔ جو بھی اللہ کا طالب ہوتا اُس جگہ آ جاتا تھا۔ لوگ حضرت موسیٰ کو خیمے اور لشکرگاہ کے درمیان آتے جاتے دیکھتے رہتے تھے۔ لیکن حضرت یشوع خیمے ہی میں رہتے تھے۔

اللہ سے ایک ملاقات میں حضرت موسیٰ نے اُس بات کا ذکر کر ہی دیا جو اُن کے ذہن پر بڑا بوجھ تھا۔ وہ کہنے لگے، "دیکھ، تُو مجھ سے کہتا آیا ہے کہ اِس قوم کو کنعان لے چل۔ لیکن تُو میرے ساتھ کس کو بھیجے گا؟ تُو نے اب تک یہ بات مجھے نہیں بتائی حالانکہ تُو نے کہا ہے، 'مَیں تجھے بنام جانتا ہوں، تجھے میرا کرم حاصل ہوا ہے۔' اگر مجھے واقعی تیرا کرم حاصل ہے تو مجھے اپنے راستے دکھا تاکہ مَیں تجھے جان لوں اور تیرا کرم مجھے حاصل ہوتا رہے۔ اِس بات کا خیال رکھ کہ یہ قوم تیری ہی اُمّت ہے۔"[a]

---

[a] خُروج 33:12-13

رب نے بڑے پیار سے حضرت موسیٰ کو جواب میں کہا، ”مَیں خود تیرے ساتھ چلوں گا اور تجھے آرام دوں گا۔“[a]

حضرت موسیٰ نے سیدھے کہا، ”اگر تُو خود ساتھ نہیں چلے گا تو پھر ہمیں یہاں سے روانہ نہ کرنا۔ اگر تُو ہمارے ساتھ نہ جائے تو کس طرح پتا چلے گا کہ مجھے اور تیری قوم کو تیرا کرم حاصل ہوا ہے؟ ہم صرف اِسی وجہ سے دنیا کی دیگر قوموں سے الگ اور ممتاز ہیں۔“[b]

اِس پر رب نے جواب دیا، ”مَیں تیری یہ درخواست بھی پوری کروں گا، کیونکہ تجھے میرا کرم حاصل ہوا ہے اور مَیں تجھے بنام جانتا ہوں۔“[c]

اب خدا کے بندے کے دل میں اُس پُرجلال ہستی کو دیکھنے کی شدید خواہش پیدا ہوئی۔ گو رب حضرت موسیٰ سے رُوبرُو ہم کلام ہوتا تھا تو بھی

[a] خُروج 14:33
[b] خُروج 15:33-16
[c] خُروج 17:33

اُنہوں نے ابھی تک خدا کا چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ پس اُنہوں نے رب سے منت کرتے ہوئے کہا، "براہِ کرم مجھے اپنا جلال دکھا۔"[a]

رب نے بڑی شفقت سے جواب دیا، "مَیں اپنی پوری بھلائی تیرے سامنے سے گزرنے دوں گا اور تیرے سامنے ہی اپنے نام رب کا اعلان کروں گا۔ ... لیکن تُو میرا چہرہ نہیں دیکھ سکتا، کیونکہ جو بھی میرا چہرہ دیکھے وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔"[b]

---

[a] خُروج 18:33

[b] خُروج 20-19:33

خیمہ بستی میں اللہ کی حضوری

روشنی کی پہلی کرن کے ساتھ ہی حضرت موسیٰ نے مشہور پہاڑی راستے پر چڑھنا شروع کر دیا۔ اسرائیلیوں کی نظریں اُن کا تعاقب کرتی رہیں۔ کاش حضرت موسیٰ توڑے ہوئے عہد کی پھر سے تجدید کر پائیں! اپنے ایک ہاتھ سے اُنہوں نے دو پتھر کی لوحیں تھام رکھی تھیں جبکہ دوسرا برکت دینے کے انداز میں اُوپر اُٹھا ہوا تھا۔ پھر وہ اِسی طرح نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حضرت موسیٰ نے وہ دونوں لوحیں خود اپنے ہاتھوں سے تراشی تھیں۔ اللہ نئے سرے سے 10 احکام لکھنے کو راضی ہوا تھا۔

صبح کی روشنی سے پہاڑوں کی سرمئی چوٹیاں مُنوّر ہو رہی تھیں۔ اب سورج پہاڑ کی چوٹی پر سے پوری طرح دکھائی دینے لگا، گویا وہ یہ پیغام لے کر طلوع ہوا کہ "اللہ کتنا بھلا ہے کہ وہ اپنا سورج بد اور نیک دونوں پر چمکاتا ہے۔" دِل میں خدا کا جلال دیکھنے کی شدید خواہش لئے حضرت موسیٰ اپنے راستے پر چلتے رہے۔ کاش وہ اِس ملاقات کی معرفت رب کو اَور بھی بہتر طور سے جان جائیں۔ جتنا زیادہ وہ اللہ کو جان جاتا اُتنا زیادہ اُس کے ساتھ زیادہ گہری رفاقت کی آرزو بڑھ جاتی۔ اُن کے ساتھ کوئی بھی نہ تھا۔ نہ ہی پہاڑ کے قریب کوئی تھا، نہ انسان نہ حیوان۔ خیمہ بستی کو حضرت یشوع کے سپرد کر کے حضرت موسیٰ کے دل کا بوجھ اتر گیا تھا۔

آخر وہ گھڑی بھی آ پہنچی جس کا اُنہیں شدت سے انتظار تھا۔ جب اُنہوں نے بادل کو اترتے ہوئے دیکھا تو وہ جان گئے کہ اُس بادل میں سے رب مجھ پر ظاہر ہو گا۔ پھر اُن کو اپنے پاس اُس پاک ہستی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ اللہ نے حضرت موسیٰ کو چٹان کے شگاف میں پناہ دے رکھی تا کہ وہ بغیر کسی نقصان کے اُس کے قریب کھڑے ہو

سکیں۔ پھر وہ اُن کے سامنے سے یہ پکارتا ہوا گزرا، ”رب، رب، رحیم اور مہربان خدا۔ تحمل، شفقت اور وفا سے بھرپور۔ وہ ہزاروں پر اپنی شفقت قائم رکھتا اور لوگوں کا قصور، نافرمانی اور گناہ معاف کرتا ہے۔ لیکن وہ ہر ایک کو اُس کی مناسب سزا بھی دیتا ہے۔“[a]

موسیٰ نے جلدی سے جھک کر سجدہ کیا۔ اُس نے کہا، ”اے رب، اگر مجھ پر تیرا کرم ہو تو ہمارے ساتھ چل۔ بے شک یہ قوم ہٹ دھرم ہے، توبھی ہمارا قصور اور گناہ معاف کر اور بخش دے کہ ہم دوبارہ تیرے ہی بن جائیں۔“[b]

اللہ نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا تھا اُس کو ثابت بھی کر دیا۔ اُس نے اپنے عہد کو جو اسرائیلیوں نے توڑ دیا تھا پھر سے باندھا۔ ایک طرف تو اُس نے اپنے آپ کو اپنے عہد کا پابند کر لیا جبکہ دوسری طرف اسرائیلیوں کا فرض تھا کہ وہ اُس پر بھروسا رکھیں اور اُس کا حکم مانیں۔

---

[a] خُروج 34:6-7
[b] خُروج 34:8-9

جب حضرت موسیٰ نے رب کی رفاقت میں 40 دن اور 40 راتیں گزاریں تو اِس دوران اُن کو کھانے پینے کی حاجت نہ ہوئی۔ اِس کے بجائے رب اور حضرت موسیٰ کے درمیان اُن آئین کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی جن کے مطابق اسرائیلیوں کو زندگی گزارنی تھی۔ اِس قریبی رفاقت کے دوران حضرت موسیٰ کو بہت سے سوالوں کے جواب بھی ملے۔ رب نے اپنی پوری تسلی کر لی کہ اُس کی شریعت سمجھ میں آ گئی ہے۔ اور حضرت موسیٰ نے بھی جان لیا کہ یہ شریعت لوگوں پر بوجھ بنا کر لادی نہیں گئی بلکہ اُن کو محفوظ راستے پر چلانے کے لئے ایک مددگار کی حیثیت رکھتی ہے۔ شریعت کے یہ اصول اُنہیں ایک دوسرے کے ساتھ نپٹنے میں مدد دیں گے۔ ہاں، اِس سے پوری دنیا کو برکت ملے گی۔ حضرت موسیٰ رب کی حضوری سے اِس قدر مغلوب ہوئے کہ اُن کا چہرہ پاک خدا کی موجودگی میں چمکنے لگا۔

آخرکار یہ الٰہی رفاقت انجام کو پہنچی اور حضرت موسیٰ بڑے خوش باش پہاڑ سے نیچے اُترنے لگے۔ اِس بار وہ اپنے لوگوں کے لئے ایک نئی امید لے کر آ رہے تھے۔ اُن کے ہاتھوں میں پتھر کی دو سلیں تھیں جن

پر رب نے نئے سرے سے 10 احکام لکھے تھے۔ اِس کے علاوہ وہ اپنے ساتھ اللہ کے آئین بھی لائے تھے۔ اُن کے ذہن میں ملاقات کے خیمے کا نقشہ بھی تھا جس میں اسرائیلیوں کی خدا کے ساتھ ملاقات ہو سکتی تھی۔

اِس بار حضرت موسیٰ کی واپسی کتنی مختلف تھی۔ آج وہ خوش خبری کے پیامبر بن کر آ رہے تھے۔ اِتنی بلندی سے خیمہ بستی کے لوگ ننھی ننھی چیونٹیوں کی طرح دکھائی دے رہے تھے۔ حضرت موسیٰ نے ٹھنڈی آہ بھر کر سوچا اگر خود میری نظر میں وہ اِتنے چھوٹے ہیں تو پھر اللہ کی نظر میں وہ کیا ہوں گے۔ لیکن یہ کتنی عظیم بات ہے کہ خدا کی نظر میں نسلِ آدم بہت ہی گراں قدر ہے۔ کیونکہ اُس نے اُس کو اپنی شبیہ پر بنایا تاکہ وہ اُس سے محبت کرنے اور اُس کے ساتھ رفاقت رکھنے کے قابل ہو۔ نیچے خیمہ بستی میں جب حضرت موسیٰ پہنچے تو آن کی آن میں تمام اسرائیلی جمع ہو گئے۔ اللہ کے بندے کے چہرے پر ایک پدرانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اچانک ساری جماعت ڈر کے مارے چیختے ہوئے دُور دُور تک بکھر گئی، یہاں تک کہ وہ 70 بزرگ بھی کانپتے ہوئے پیچھے ہٹ گئے۔

اُن میں سے کسی نے پکار کر کہا، "ہم پر افسوس، اُن کے چہرے سے تو خدا کے جلال کا نُور پھوٹ رہا ہے۔"

اب حضرت موسیٰ کی سمجھ میں آنے لگا کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ اللہ کے بندے نے اُن کو واپس بلاتے ہوئے کہا، "ڈرو نہیں میرے پاس آؤ۔" پہلے بزرگ جھجکتے جھجکتے واپس لوٹے پھر آہستہ آہستہ باقی لوگ بھی اُن کے پیچھے پیچھے آ گئے جب اُنہیں معلوم ہوا کہ ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہے۔ خدا نے ہمیں معاف کر کے عہد کی تجدید کر دی ہے۔ اِس خوش خبری سے اُن کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُنہیں یوں محسوس ہوا جیسے کندھوں سے بھاری بوجھ اُتر گیا ہے۔ حضرت موسیٰ قوم کو اللہ کے آئین بتانے لگے تو سب بڑے غور سے سنتے گئے۔

"اب سنو کہ ہمارے بادشاہ نے کیا فیصلہ کیا ہے،" حضرت موسیٰ نے مسکرا کر کہا۔ گو لوگوں میں اُن کی طرف دیکھنے کی ہمت نہ ہوئی تو بھی وہ اُن کی باتوں کی طرف اَور زیادہ متوجہ ہو گئے۔ جماعت میں حیرت پھیل گئی — اللہ چاہتا ہے کہ ہم اُس کے لئے ایک خیمہ بنائیں تاکہ وہ ہمارے درمیان سکونت کرے۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا، "رب نے

نوجوان بضلی ایل کو اِس کام کا مختار ٹھہرایا ہے۔ اُس کا معاون اہلیاب ہو گا۔" یہ سن کر جماعت نے لمحے بھر کے لئے نظریں اُٹھا کر دیکھنے کی جرأت کی۔ سب نے اِس بات کو منظور کرتے ہوئے ہاں میں سر ہلا دیا۔ بضلی ایل کو مصر کے بہترین زرگروں اور جواہرات کے ماہرین نے تربیت دی تھی۔ اہلیاب قرمزی کپڑوں میں نقش بُننے میں ماہر تھا۔ دونوں کو اختیار دیا گیا کہ ملاقات کے خیمے کے لئے مزید دست کاروں کا انتخاب کریں۔ لوگوں کو بتایا گیا کہ تمام نذرانے اُن کے حوالے کریں۔ دونوں نے بڑی خوشی سے اپنی صلاحیتوں کو اِس خدمت کے لئے وقف کر دیا۔

حضرت موسیٰ نے لوگوں کو اُن ضروری چیزوں کی فہرست دی جو وہ لا سکتے تھے۔ لیکن ضروری تھا کہ وہ قادرِ مطلق کے حضور ہر چیز کو کمال رضامندی سے پیش کریں۔ جب سب چھوٹے بڑے اپنے نذرانے لانے لگے تو حضرت موسیٰ اِس گہما گہمی کو بڑی دل چسپی سے دیکھنے لگے۔ لیکن لوگوں کے ساتھ بات کرتے وقت اُن کو اپنے چمکتے چہرے کو

ڈھانپنا پڑا۔ وہ اپنا نقاب صرف اُس وقت اتارتے جب رب کے ساتھ ہم کلام ہوتے تھے۔

اب عورتیں اپنی بیٹیوں کے ساتھ سونے اور چاندی کے زیورات سے بھری ہوئی صندوقچیاں لئے آنے لگیں۔ ایک ننھی بچی جو بڑے پیار سے اپنی انگلی میں پڑی ہوئی انگوٹھی کو سہلا رہی تھی اُسے اتارتے ہوئے بولی، ”امّی جی! مَیں یہ انگوٹھی رب کو دینا چاہتی ہوں۔“ اُس کی ماں نے بڑے پیار سے اُسے تھپتھپایا، اور ارد گرد کھڑے ہوئے لوگوں نے اُسے بھرپور شاباش دی۔ جب نوجوان راخل اپنا سونے کا ہار لے کر آئی تو سب لوگ دم بخود رہ گئے۔ راخل کے شوہر نے چیزوں کے ڈھیر پر اپنا سونے کا کڑا رکھتے ہوئے کہا، ”قیمتی سے قیمتی چیز ہی رب کے لائق ہے۔“

دبورہ اور ملکاہ بھی بابا یعقوب اور جاد کے پیچھے پیچھے چلی آئیں۔ ننھے اسحاق نے گول مٹول سے ہاتھ میں ایک تھیلی پکڑی ہوئی تھی جو اُس کی ماں اُس سے لینے کی کوشش کر رہی تھی۔ جب اُس کے باپ نے ایک چڑیا کی طرف اشارہ کیا تو اُس کی توجہ بٹ گئی اور ننھا سا ہاتھ ڈھیلا پڑ

گیا۔ جب اُس خاندان نے تھیلی میں سے ایک ایک کرکے سونے کی قیمتی چیزیں اُس ڈھیر پر رکھنے کے لئے نکالیں تو اُن کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ایک ہار تھا جس میں قیمتی پتھر بڑی خوب صورتی سے جڑے ہوئے تھے، اصلی موتیوں کے آویزے اور سونے کے بھاری کنگن بھی تھے۔ اُن کے پاس دوسروں کے مقابلے میں زیادہ زیور نہ تھا، لیکن اِس ناقابلِ یقین خیال نے اُنہیں اپنا سب کچھ دینے پر اُکسایا تھا کہ قادرِ مطلق ہمارے درمیان سکونت کرنا چاہتا ہے۔

کئی دن تک لوگوں کا ریلا سونا چاندی، تانبا، آسمانی، ارغوانی اور سرخ رنگ کے کپڑے، باریک بُنا ہوا کتان، بکریوں کا اون، مینڈھوں کی سرخ رنگی ہوئی کھالیں اور تخس کی کھالیں، کیکر کی لکڑی، شمع دانوں کے لئے تیل، مسح کرنے کے تیل کے لئے مسالا، خوشبودار بخور اور اماموں کے لباس اور سینہ بند کے لئے جواہر لے کر آتا رہا۔ آخر کار حضرت موسیٰ نے تمام لشکر گاہ میں اعلان کروایا کہ "ضرورت سے کہیں زیادہ سامان اور دست کار جمع ہو گئے ہیں۔" تب لوگوں نے نذرانے لانے بند کر دیئے۔

خیمہ بستی میں پہلے کبھی اِتنی مسرت سے معمور فضا نہیں دیکھی گئی تھی۔ اُن کی باتیں، اُن کا کام، اُن کے خیالات سب کا محور صرف رب ہی تھا۔ اُن کے بہت سے جھگڑے ختم ہو چکے تھے۔ جو لوگ ایک دوسرے سے کترا کر گزر جایا کرتے تھے وہ اب شانہ بہ شانہ کام کر کے آپس کی کارکردگی کو سراہ رہے تھے۔

کھجور کی ٹہنیوں سے بنے ہوئے سائبانوں کے نیچے جوان اور بزرگ عورتیں بکریوں کا اون کات رہی تھیں اور ملاقات کے خیمے کے لئے پردے بُن رہی تھیں۔ چونکہ اِس خیمے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا تھا اِس لئے پردے گیارہ ٹکڑوں کے تھے جنہیں تانبے کے کُنڈوں کے ساتھ جوڑا جاتا تھا۔

عورتیں بیٹھ کر اپنے گزرے وقت کے قصے دُہرایا کر رہی تھیں جب مصر میں اُن سے سخت کام کروایا جاتا اور سارا دن اُن پر کوڑے کا خوف چھایا رہتا تھا۔ اِس کے مقابلے میں رب کا کام گیت گاتے، باتیں کرتے اور رب کے عظیم کاموں کو یاد کرتے ہوئے ہو رہا تھا۔ ایک عورت اپنی ساتھی کو کام سکھاتی یا اُس کی مدد کر دیتی تھی۔ بہت سے

لوگ کام میں ہاتھ بٹانا چاہتے تھے اِس لئے اُن کی باری لگی ہوئی تھی۔ ملکاہ بھی رب کا کام کرنے کے لئے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر اپنی باری سے کام کر رہی تھی۔

اُسی دوران دبورہ بچے کی دیکھ بھال میں مصروف تھی۔ اُس کی آنکھیں یہ دیکھ کر خوشی سے چمک اٹھیں کہ خیمہ بستی میں یک جہتی کی پُرمسرت فضا چھائی ہوئی ہے۔ یقیناً رب خود اپنے فرزندوں سے خوش ہو گا۔

ہر شعبے کے کاری گروں سے ٹھنٹھنانے، ہتھوڑے چلنے اور محنت مشقت کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

بضلی ایل مسلسل حضرت موسیٰ سے مشورہ کرتا رہا تاکہ ہر چیز رب کی ہدایت کے مطابق بنائی جائے۔ لازم تھا کہ ہر چیز اللہ کی عین ہدایت کے مطابق ہو، کیونکہ مَقدِس کی ہر چیز کسی روحانی حقیقت کی عکاسی کرتی تھی۔

آخرکار یہ عظیم کام انجام کو پہنچا۔ تمام اسرائیلیوں کو کتنی خوشی ہوئی، کیونکہ اِس کام میں سب نے حصہ لیا تھا۔ حضرت موسیٰ کو ملاقات کے خیمے کو کھڑا کرتے دیکھ کر اُن کی آنکھیں فخر سے چمک اُٹھیں۔ اللہ کے بندے

کے لیے بھی یہ فخر کا مقام تھا کہ ملاقات کا خیمہ پوری طرح سے تیار کھڑا ہے۔ اُنہوں نے رب کے حکم کے عین مطابق اُسے بنوایا تھا۔ یہ بیش قیمت اور خوب صورت خیمہ رب کے لئے اسرائیلیوں کی محبت کا شاہکار تھا۔

پھر لوگوں کے دیکھتے ہی ملاقات کا خیمہ رب کے جلال سے معمور ہوا۔ حضرت موسیٰ بھی خیمے میں داخل نہ ہو سکے۔ اُس وقت سے بادل کا ستون ملاقات کے خیمے پر چھایا رہا جو کہ رب کی حضوری کا نشان تھا۔

یہ ولولہ خیز دن بیت گیا، اور خیمہ گاہ میں خاموشی چھا گئی۔ جب لوگ سو گئے تو بادل کا ستون ملاقات کے خیمے پر ٹھہرا رہا۔ خیمہ بستی اُس کی روشنی میں ڈوبی رہی — رب اپنے لوگوں کی رکھوالی کرتا رہا۔ وہ اُن کے قریب آ کر اُن کی زندگی میں شریک ہونا چاہتا تھا۔ ملاقات کا خیمہ اور اُس کی ہر چیز سے وہ اپنے بارے میں کچھ گہرے خیالات سکھانا چاہتا تھا۔

پھر وہ یادگار دن بھی آیا جب حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون اور اُن کے دونوں بیٹوں کو امام کی خدمت کے لئے مخصوص کیا۔ اِس موقع

پر ساری جماعت ملاقات کے خیمے کے دروازے پر جمع ہو گئی۔ سب نے بڑی سنجیدگی سے دیکھا جب حضرت موسیٰ نے حضرت ہارون کو غسل دیا، مسح کیا اور پھر امام کے مخصوص کپڑے پہنائے۔ حضرت ہارون کے بیٹوں کے ساتھ بھی ایسا ہی کیا گیا۔ اسرائیلی کتنے متاثر ہوئے جب حضرت ہارون نے کہانت کے لباس میں آگے قدم بڑھایا اور اپنے ہاتھ اوپر اُٹھا کر کہنے لگے، "رب تجھے برکت دے اور تیری حفاظت کرے۔ رب اپنے چہرے کا مہربان نور تجھ پر چمکائے اور تجھ پر رحم کرے۔ رب کی نظرِ کرم تجھ پر ہو، اور وہ تجھے سلامتی بخشے۔[a]

لوگوں نے احترام سے سر جھکا دیا، اور اُن کے دل رب کے اطمینان سے معمور ہوئے۔

---

[a] گنتی 6:24-26

شدید مایُوسی

اسرائیلیوں کو دشتِ سینا میں رہتے ہوئے پورا ایک سال ہو چکا تھا۔ اُنہیں اِس جگہ سے پیار ہو گیا تھا بلکہ وہ تو اب اُن کا گھر ہی بن چکا تھا۔ اُس روز دوپہر کے وقت عورتیں معمول کے مطابق کھجور کے درخت کے سائے میں خوش گپیوں میں مصروف اپنے سُہانے سپنوں میں کھوئی ہوئی تھیں۔ جاد کی دادی دبورہ جو چرخہ کاتنے میں مگن تھی بڑی ہی حیرت سے سر جھٹکتے ہوئے بولی، "مجھے تو ابھی تک یقین ہی نہیں آتا۔ اِتنا عرصہ گزر جانے کے بعد بھی ہمارے جوتے، ہمارے کپڑے بالکل ویسے کے ویسے ہی ہیں۔ یہ معجزہ نہیں ہے کیا ؟"

جاد کی بیوی ملکاہ اپنی چھوٹی بہن سارہ کے پاس بیٹھی تھی جو اپنی چھوٹی بیٹی کے لئے کپڑے سی رہی تھی۔ اُس نے اپنی سلائی گود میں رکھ لی اور کہنے لگی، "ملکاہ، کاش رب ہمیں اِس وقت اُس سرزمین میں لے جائے جس کا اُس نے وعدہ کیا ہے۔ مجھے تو صرف اپنے ذاتی گھر کی دیکھ بھال کرنے سے ہی پوری خوشی ملے گی۔ چھوٹا سا باغیچہ ہو جس کی مَیں باغ بانی کروں۔ گھر میں مرغیاں کڑکڑاتی پھریں۔" پھر ٹھنڈی سانس بھر کر کہنے لگی، "نہ تو یُوں نہ ختم ہونے والا بھٹکنا ہو نہ ہی پُرہجوم خیمہ بستی ہو۔ بس زندگی معمول کے مطابق آرام سے گزر رہی ہو۔"

دبورہ ہنستے ہوئے کہنے لگی، "میرے شوہر یعقوب تو خیالوں میں اپنے آپ کو اپنے پوتے کے ساتھ اپنے تاکستانوں اور کھیتوں میں کام کرتا ہی دیکھتے رہتے ہیں۔ اُنہوں نے کئی بار انجیر کے درخت کا ذکر بھی کیا ہے جس کے سائے میں وہ آرام کیا کریں گے۔" پھر اُس نے بڑے اعتماد سے بات جاری رکھتے ہوئے بتایا، "اب اَور زیادہ دیر نہیں لگے گی۔"

عمر رسیدہ راخل تائید میں سر ہلائے جا رہی تھی۔ اُس کے جھریوں بھرے چہرے میں دھنسی دُھندلائی ہوئی آنکھیں بہت اداس لگ

رہی تھیں۔ وہ سورج کی تمازت سے بچنے کے لئے ایک ہاتھ سے اپنی آنکھوں کو بچا رہی تھی۔ "آہ! حضرت ہارون کے بیٹوں کی بیواؤں کے لئے یہ جگہ چھوڑنا اچھا ہی ہو گا۔ کتنا خوف ناک انجام ہوا اُن کا!"

کچھ دیر کے لئے فضا میں بوجھل سی خاموشی چھا گئی۔ اُنہوں نے بڑے دکھ سے اُس دن کو یاد کیا جب رب کی آگ نے اُن دونوں اماموں کو بھسم کر دیا۔ وہ عورتیں دکھ بھری آہیں بھرنے لگیں۔ آخر اُن اماموں نے رب کی خدمت میں اِتنی بے پروائی کیوں برتی؟

نیک فطرت دینہ جو بزرگ راخل کی پوتی تھی اپنے بچے کو چھاتی سے لگائے دودھ پلا رہی تھی۔ وہ کہنے لگی، "اِس بار روانہ ہوتے وقت بہت سی تبدیلیاں ہوں گی۔ ایسا ہی ہے نا مریم باجی؟" اُس کی نظریں حضرت موسیٰ کی بہن بی بی مریم کو تلاش کر رہی تھیں۔

ہر ایک محسوس کر رہی تھی کہ بی بی مریم اب کچھ بدلی بدلی سی ہے۔ اُن کی طبیعت بوجھل بوجھل لگ رہی تھی۔ ساری نظریں پیاری مریم کی طرف اُٹھ گئیں جو اُن سے اچھی طرح مانوس تھی اور اُن کے دکھ تکلیفوں سے بھی خوب واقف تھی۔ اُن کا چاق و چوبند جسم اِتنا عرصہ گزر جانے پر

بھی ڈھلکا نہیں تھا۔ ابھی بھی وہ کافی مضبوط تھیں۔ تو بھی وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حضرت موسیٰ کا سب پر مکمل اختیار دیکھ کر وہ پریشان سی ہونے لگیں۔ آخر وہ اپنے اِس منصب میں اُسے اور ہارون کو شامل کیوں نہیں کر لیتے؟

لمحے بھر کے لئے یوں لگا جیسے مریم بی بی اپنی ناخوشی کو یکسر بھول چکی ہیں لیکن پھر اُنہوں نے بڑے اختیار سے جواب دیتے ہوئے کہا، ”جب ہم سینا میں آئے تھے تو محض غلاموں کا ایک جتھا تھے۔ لیکن یہاں سے کوچ کے وقت ہم ایک منظم قوم ہوں گے۔ رب کے حکم کے مطابق ہمارے نوجوان سخت فوجی ترتیب میں آگے بڑھیں گے۔“

بزرگ دبورہ نے مریم بی بی کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا، ”آپ کو اپنے بھائی موسیٰ کے بوجھ کا بڑا احساس ہو گا۔ یہاں تو اُنہیں پہلے سے بھی زیادہ مصروفیت نے گھیر رکھا ہے۔ ہمت کرو اچھی بہنا۔ اِس پہاڑ کی چڑھائیاں اب جلد ہی ختم ہو جائیں گی۔“

"ہاں، ہاں، موسیٰ تو بہت ہی خوش ہو گا۔" مریم بی بی نے ذرا طنزاً کہا اور چلی گئیں۔ عورتیں اُنہیں جاتے ہوئے دیکھتی رہ گئیں۔ تو کیا وہ حضرت موسیٰ کے بارے میں ناخوش تھیں؟

بزرگ راخل اپنے پوپلے منہ کو بھینچتے ہوئے بولی، "ہائے، ہائے۔ حضرت موسیٰ کو کتنے دکھ سے گزرنا پڑا۔ بچہ ہی تھے کہ گھرانے سے بچھڑ گئے اور محل میں پرورش پائی۔ شاید ابھی تک وہ اپنے گھر میں اجنبیت محسوس کرتے ہوں۔ یقیناً ابھی تک اُن کا دل اپنی مصری ماں میں ہی اٹکا ہوا ہے۔" بلاشبہ وہ اچھی طرح سے جانتی تھیں کہ حضرت موسیٰ کو اپنی بہن سے بہت محبت تھی اور ایک طرح سے وہ ماں کی کمی پوری کر رہی تھیں۔

دبورہ نے اپنا چرخہ ایک طرف رکھ دیا۔ "بعض اوقات تو مجھے حضرت موسیٰ پر ترس آتا تھا۔ اُن کی نظر میں اسرائیل کی سرداری ہی سب کچھ ہے خواہ اُن کی ازدواجی زندگی اِس سے کتنی ہی متاثر کیوں نہ ہو۔ اُنہیں ہر حال میں اللہ کی بلاہٹ کے تیار رہنا ہوتا ہے۔ اِسی لئے وہ حضرت یشوع کے ساتھ علیحدہ خیمے میں رہتے ہیں۔ بے شک وہ اپنے گھر والوں

سے بھی ملنے جاتے ہیں اورصفورہ حیرت انگیز طور پر اُن سے مفاہمت رکھتی ہے ....پھر بھی۔"

ٹھیک دوسرے سال کے دوسرے مہینے کے بیسویں دن بادل کا ستون ملاقات کے خیمے پر سے اٹھ گیا۔ یہ اُن کے کوچ کا اشارہ تھا۔

دو نقیبوں نے سانس باندھ کر لمبا نرسنگا پھونکا جس کو سنتے ہی سب سردار اور بزرگ جمع ہو گئے۔ حضرت موسیٰ نے اُن کو کوچ سے متعلق ہدایات دیں۔ اب نرسنگے کی آواز ایک مسلسل زور دار آواز میں بدل گئی جس پر سارا لشکر اجتماع کے مقام پر آ گیا۔ جب وہ سب اکٹھے ہو گئے تو نرسنگے کی آخری آواز نے کوچ کا اعلان کر دیا۔

ملاقات کے خیمے کو سمیٹتے وقت امام نے عہد کے صندوق کو بھی سفر کے لئے تیار کیا۔ عہد کے صندوق میں احکام کی دو لوحیں اور عہد کی کتاب رکھی ہوئی تھی۔ اماموں نے عہد کے صندوق کو آسمانی سرپوش سے ڈھانپ کر اُسے لاوی کے قبیلے کے حوالے کر دیا۔

بوڑھی راخل اپنی دُکھتی ہوئی آنکھیں ملتے ہوئے بولی، "دبورہ! ہائے ہائے، جب سے ہم سینا پہاڑ کی ڈھلانوں سے اترے ہیں یہ باریک

سرخ مٹی نے تو ہمارا بُرا حال کر دیا ہے۔ مجھے تو یوں لگ رہا ہے جیسے مسلسل آندھی میں گھرے ہوئے ہیں۔ ذرا دیکھو تو ہمارے سامنے حدِ نگاہ تک سرخ سمندر سا پھیلا ہوا ہے، اور ریت کی لہریں ایک سرے سے دوسرے سرے تک اٹھ رہی ہیں۔" وہ کھانسنے لگی۔

دبورہ نے ایک چادر سے اپنے چہرے کو لپیٹ رکھا تھا۔ صرف آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ وہ بولی، "اپنا منہ بند رکھنا ہی بہتر ہے۔ توبہ، اِتنے سارے قدموں سے اُٹھنے والی گرد نے تو سورج کو بھی چھپا دیا ہے۔ ہا ہا! ہا ہا! اخ تھو۔"

چادر کے پیچھے سے ملکاہ کی آواز بڑی عجیب سی لگ رہی تھی۔ "یہ مٹی! آہ!" اُس نے پھر بولنے کے لئے اپنا منہ باہر نکالتے ہوئے کہا، "مَیں کہتی ہوں ہر روز مَن کے ساتھ ساتھ لال مٹی کا راشن بھی پیٹ میں جاتا ہے۔ بے چارہ ننھا اسحاق بھی بڑا پریشان ہو رہا ہے۔ ذرا دیکھو تو میری چادر کے نیچے وہ کیسے بلک رہا ہے۔" پھر جلدی سے مزید کہنے لگی، "نہیں، مجھے شکایت نہیں کرنی چاہئے ورنہ رب پھر سے ناراض ہو جائے گا۔ جو کچھ ہو چکا ہے اُسے یاد کر کے تو میرا سارا وجود کانپ جاتا

ہے۔ ابھی بھی وہ منظر میری آنکھوں کے سامنے بالکل ویسے ہی گھوم رہا ہے۔ خیمے گاڑ دیئے گئے تھے۔ ہم سب آرام کرنے کے لئے لیٹ چکے تھے کہ اچانک خوف ناک آگ بھڑک اُٹھی جس کی خیمہ بستی کے کنارے کے خیمے لپیٹ میں آ گئے۔ تب ہم نے جانا کہ کچھ لوگ پھر سے بڑبڑانے لگے تھے۔ مَیں سوچتی ہوں حضرت موسیٰ اگر ہماری طرف سے رب کی منت نہ کرتے تو شاید ہم سب ہلاک ہو جاتے۔ ہو سکتا ہے یہ ہمارے لئے سبق ہو کہ اپنے درمیان قدوس خدا کے ہوتے ہوئے ہم کسی قِسم کی شرارت نہ کریں۔"

حضرت موسیٰ راستے کی طوالت کے لئے ذرا فکرمند تھے، کیونکہ وہ اِس جگہ سے واقف نہیں تھے۔ اُنہیں بس اِتنا ہی علم تھا کہ سینا اور دریائے یردن کے راستے میں بہت سی رکاوٹیں ہیں۔ اسرائیلی فوج پر یہاں حملے بھی ہو سکتے تھے۔ اللہ نے اپنے لوگوں کے لئے جو حیرت انگیز کام کئے تھے اُس کا چرچا چاروں طرف پھیل گیا تھا۔ لہٰذا کھلے بندوں یا درپردہ دشمنی عین ممکن تھی۔ حضرت موسیٰ اپنے خیالات میں اِتنے کھوئے

ہوئے تھے کہ ہر طرف بڑبڑاہٹ کی شروعات کی طرف اُن کا دھیان ہی نہیں گیا۔

تو بھی بی بی مریم سب باتوں سے باخبر تھیں۔ اُن کے کان اور آنکھیں ہر طرف لگی رہتی تھیں۔ اُنھوں نے جلد ہی بھانپ لیا کہ یہ بغاوت سفر کی تکلیف کے بارے میں نہیں ہے بلکہ اُس پورے شرعی نظام کے خلاف ہے جسے اُن کے بھائی نے اللّٰہ کے حکم سے نافذ کیا ہے۔

اگلے پڑاؤ پر غیر اسرائیلی گروہ جو اُن کے ساتھ مصر سے آیا تھا شریعت پر بڑی بحث کرنے لگا۔ ایک چوڑے چکلے کاٹھ کے حبشی نے جماعت میں موجود لوگوں کو گھور کر کہا، "اِس موسیٰ سے اَور کیا مل سکتا ہے؟ یہ نہ کھاؤ، وہ نہ کھاؤ۔ یہ ہمیں دیتے ہی کیا ہیں۔ روز روز وہی من۔ اگر کبھی کبھار اِس خوف ناک بیابان میں اچھی سی لذیذ چھپکلی یا اَور جانور مل بھی جائیں تو کہا جاتا ہے کہ اُسے چھونا مت، یہ ناپاک ہے۔"

پھر وہ ایک زور دار مکا ہَوا میں لہراتے ہوئے پکارنے لگا، ”ہارون، موسیٰ اور وہ ڈھیروں امام آسانی سے شریعت کی بات کر سکتے ہیں۔ وہ تو قربانی کے گوشت پر پل رہے ہیں۔ اُونہہ۔“ اُس نے چٹخارے بھرے۔ ”ایک اچھے سے گوشت کے ٹکڑے کے لئے مَیں کیا نہیں دوں گا۔“

دیکھتے ہی دیکھتے ساری خیمہ گاہ پر اُس کا اثر چھا گیا۔ ہر طرف کہرام مچ گیا، ”کون ہمیں گوشت کھلائے گا؟ مصر میں ہم مچھلی مفت کھا سکتے تھے۔ ہائے، وہاں کے کھیرے، تربوز، گندنے، پیاز اور لہسن کتنے اچھے تھے! لیکن اب تو ہماری جان سوکھ گئی ہے۔ یہاں بس مَن ہی مَن نظر آتا رہتا ہے۔“[a]

حضرت موسیٰ نے ہر خیمے میں سے اُٹھنے والے اِس کہرام کو سُنا۔ وہ کسی سبزی جیسے پیاز یا گوشت کے لئے اُن کی تڑپ کو اچھی طرح سمجھتے تھے۔ تو بھی وہ اپنی شدید خواہش پر قابو پا سکتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ آسمان سے اُترنے والے کھانے کا اِنتظام عارضی ہے۔ تو کیا

---

[a] گنتی 11:4-6

لوگ بھول گئے تھے کہ رب نے اُن کے لئے کیا کچھ کیا ہے اور اب بھی کیا کچھ کر رہا ہے؟ رب کے خادم کو احساس ہو گیا تھا کہ رب کا قہر بھڑک اُٹھا ہے۔ اُن کی اپنی اُمت اُن کے لئے کتنی تکلیف کا باعث بنتی تھی۔ ایک دن تو اِتنے تنگ آ گئے کہ وہ اللہ کے آگے شکوہ کرنے لگے، "تُو نے اپنے خادم کے ساتھ اِتنا بُرا سلوک کیوں کیا؟ مَیں نے کس کام سے تجھے اِتنا ناراض کیا کہ تُو نے اِن تمام لوگوں کا بوجھ مجھ پر ڈال دیا؟ کیا مَیں نے حاملہ ہو کر اِس پوری قوم کو جنم دیا کہ تُو مجھ سے کہتا ہے، 'اِسے اُس طرح اُٹھا کر لے چلنا جس طرح آیا شیرخوار بچے کو اُٹھا کر ہر جگہ ساتھ لئے پھرتی ہے۔ اِسی طرح اِسے اُس ملک میں لے جانا جس کا وعدہ مَیں نے قسم کھا کر اِن کے باپ دادا سے کیا ہے۔' اے اللہ، مَیں اِن تمام لوگوں کو کہاں سے گوشت مہیا کروں؟ وہ میرے سامنے روتے رہتے ہیں کہ ہمیں کھانے کے لئے گوشت دو۔ مَیں اکیلا اِن تمام لوگوں کی ذمہ داری نہیں اُٹھا سکتا۔ یہ بوجھ میرے لئے حد

سے زیادہ بھاری ہے۔ اگر تُو اِس پر اصرار کرے تو پھر بہتر ہے کہ ابھی مجھے مار دے تاکہ مَیں اپنی تباہی نہ دیکھوں۔“[a]

اگلے ہی لمحے حضرت موسیٰ نے اپنے آپ کو اللہ کی محبت کی لپیٹ میں محسوس کیا اور رب کی مسرورکن آواز سنی۔ ”میرے پاس اسرائیل کے 70 بزرگ جمع کر۔ صرف ایسے لوگ چن جن کے بارے میں تجھے معلوم ہے کہ وہ لوگوں کے بزرگ اورنگہبان ہیں۔ اُنہیں ملاقات کے خیمے کے پاس لے آ۔ وہاں وہ تیرے ساتھ کھڑے ہو جائیں، تو مَیں اُتر کر تیرے ساتھ ہم کلام ہوں گا۔ اُس وقت مَیں اُس روح میں سے کچھ لوں گا جو مَیں نے تجھ پر نازل کیا تھا اور اُسے اُن پر نازل کروں گا۔ تب وہ قوم کا بوجھ اُٹھانے میں تیری مدد کریں گے اور تُو اِس میں اکیلا نہیں رہے گا۔ لوگوں کو بتانا، ’اپنے آپ کومخصوص و مُقدّس کرو، کیونکہ کل تم گوشت کھاؤ گے۔ رب نے تمہاری سنی جب تم رو پڑے کہ کون ہمیں گوشت کھلائے گا، مصر میں ہماری حالت بہتر تھی۔ اب رب تمہیں گوشت مہیا کرے گا اور تم اُسے کھاؤ گے۔ تم اُسے نہ صرف ایک، دو یا

---

[a] گنتی 11:11-15

پانچ دن کھاؤ گے بلکہ 10 یا 20 دن سے بھی زیادہ عرصے تک۔ تم ایک پورا مہینہ خوب گوشت کھاؤ گے، یہاں تک کہ وہ تمہاری ناک سے نکلے گا اور تمہیں اُس سے گھن آئے گی۔ اور یہ اِس سبب سے ہو گا کہ تم نے رب کو جو تمہارے درمیان ہے رد کیا اور روتے روتے اُس کے سامنے کہا کہ ہم کیوں مصر سے نکلے۔'"[a]

حضرت موسیٰ اِتنے دل برداشتہ اور شکستہ خاطر تھے کہ وہ یہ بھی بھول گئے کہ جو اُن سے ہم کلام ہے وہ قادرِ مطلق ہے۔ لہٰذا اُنہوں نے جواب دیا، "اگر قوم کے پیدل چلنے والے گنے جائیں تو چھ لاکھ ہیں۔ تُو کس طرح ہمیں ایک ماہ تک گوشت مہیا کرے گا؟ کیا گائے بَیلوں یا بھیڑ بکریوں کو اِتنی مقدار میں ذبح کیا جا سکتا ہے کہ کافی ہو؟ اگر سمندر کی تمام مچھلیاں اُن کے لئے پکڑی جائیں تو کیا کافی ہوں گی؟"[b]

---

[a] گِنتی 11:11-20

[b] گِنتی 11:21-22

رب نے بڑی شفقت سے جواب دیا، ”کیا رب کا اختیار کم ہے؟ اب تُو خود دیکھ لے گا کہ میری باتیں درست ہیں کہ نہیں۔“[a]

اگلے روز اسرائیلیوں کو آسمان پر بے شمار پرندے سیاہ بادل کی طرح چھائے ہوئے دکھائی دیئے۔ جیسے پہلے بھی ہوا تھا یہ بٹیر تھے جو سمندر سے اُڑ کر ریگستان کے دوسرے سرے تک پھیل گئے تھے۔ اب وہ بڑی تعداد میں خیمے کے گرد گر پڑے۔ جن لوگوں نے اُن پرندوں کو آتے دیکھا اُنہوں نے چلّا چلّا کر خیمے کے سارے مکینوں کو خبر دی، ”ہمارے لئے رب نے گوشت بھیجا ہے۔“ یک دم خیمہ گاہ میں ہل چل مچ گئی۔

بوڑھی دبورہ جس کا سفر کے باعث جسم تھک کر چور ہو چکا تھا اپنے خیمے سے نکل کر بھونچکی رہ گئی۔ اُس کی ایک پڑوسن گرتے ہوئے بٹیر کو دبوچ رہی تھی۔ اُس کے منہ میں پانی بھر آیا۔ اُس نے بٹیر کی گردن مروڑی اور اُس کے پر نوچ ڈالے، پھر اپنی حرص سے مغلوب ہو کر اُس کو دانتوں سے نوچ نوچ کر کھاتے ہوئے نگل لیا۔

---

[a] گنتی 23:11

"فیحہ! فیحہ!" دبورہ چیخ اُٹھی، "رک جاؤ۔ تمہارا معدہ اِتنی ثقیل خوراک برداشت نہیں کرسکتا۔ تم مر جاؤ گی۔ بٹیر کو صاف کرو اور پکا کر کھاؤ۔ فیحہ، مَیں کہتی ہوں۔ وہ تو سب کچھ ہڑپ کرگئی ہے۔" جب دبورہ بٹیر اکٹھے کرنے کے لئے برتن لینے اندر گئی تو فیحہ کے ہنسنے کی آواز آرہی تھی۔ لیکن جیسے ہی وہ واپس آئی وہ اپنا پیٹ پکڑے زمین پر لوٹ رہی تھی۔ اُس کے پیٹ میں شدید درد اُٹھا تھا۔ وہ اِتنا ٹھوس کھانا ہضم نہیں کرسکی تھی۔ بہت سے دوسرے لوگوں کے ساتھ وہ بھی مرگئی۔ چنانچہ اُنہوں نے اُس جگہ کا نام "قبروت ہتاوہ" یعنی 'لالچ کی قبریں' رکھا کیونکہ اُنہوں نے اُن لوگوں کو جنہوں نے حرص کی تھی وہیں دفن کیا۔

موعودہ سرزمین کی سرحد پر

خیمہ بستی اکھاڑ لی گئی تھی، اور اب حضرت موسیٰ نے تاروں بھرے آسمان تلے کھڑے کھڑے پلٹ کر بحیرۂ مردار کی طرف نظر ڈالی۔ نیچے وادی میں پانی چمک رہا تھا۔ جس سرزمین کو دینے کی قَسم رب نے کھائی تھی وہاں تک پہنچنے میں توقع سے کہیں زیادہ عرصہ لگا تھا۔ 40 برس سے وہ اِس عظیم واقعے کی آس لگائے بیٹھے تھے۔ اُس وقت جب وہ پار جانے کے لئے تیار تھے تو اُس سرزمین کا حال دریافت کرنے کے لئے آدمی بھیجے گئے تھے۔ بدقسمتی سے جب وہ واپس آئے تو اُن کے دل میں یہ بے یقینی جڑ پکڑ چکی تھی کہ وہ اُس سرزمین کے شہروں کو فتح

نہیں کرسکیں گے۔ وہاں کے طاقت ور شہریوں نے اُن کو بہت خوف زدہ کر دیا تھا۔ صرف یشوع اور کالب نے تسلی دی تھی کہ اللہ کی مدد سے ہم اُن پرضرور غالب آئیں گے۔ بہر حال اُن بددل آدمیوں نے لشکر کو اِس حد تک خوف زدہ کر لیا کہ وہ بھی رب کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہو گیا۔ اسرائیلیوں کا ایمان بُری طرح ڈگمگا گیا۔ یہ دیکھ کر رب نے غضب ناک ہو کر اعلان کر دیا کہ حضرت یشوع اور کالب کے سوا اِن سب آدمیوں میں کوئی بھی اُس سرزمین میں داخل نہیں ہو گا جس کا اُنہیں دینے کی قسم اُس نے کھائی تھی۔ بغاوت کے باعث 20 برس کے اوپر کے سب اسرائیلی بھی اِس ملک میں داخل نہیں ہو پائیں گے۔ اُن کے مرنے تک اسرائیل کی باقی جماعت بیابان میں ہی بھٹکتی رہی۔

حضرت موسیٰ نے سرد آہ بھری۔ اُن برسوں میں اُن کی بہن مریم بھی وفات پا گئی۔ بی بی مریم جو اسرائیلیوں کی ماں تھی اُن کے لئے بھی ماں کا سا درجہ رکھتی تھی۔ حضرت موسیٰ کو اپنی بہن کی یاد بہت ستاتی تھی۔ اُنہیں ابھی تک اِس بات کا صدمہ تھا کہ اُن کی پیاری بہن نے

بھی ہارون بھائی کے ساتھ مل کر اُن کے خلاف بغاوت کی تھی۔ وہ دونوں حضرت موسیٰ کے ممتاز منصب سے حسد کرنے لگے تھے۔ تو بھی رب نے حضرت موسیٰ کی طرف سے اُن کے ساتھ فوری کارروائی کی۔ اُس نے اُن تینوں کو ملاقات کے خیمے کے پاس بلا لیا جہاں اُس نے بڑی سختی سے اُن دونوں کے ساتھ کلام کیا۔

”میری بات سنو۔ جب تمہارے درمیان نبی ہوتا ہے تو مَیں اپنے آپ کو رویا میں اُس پر ظاہر کرتا ہوں یا خواب میں اُس سے مخاطب ہوتا ہوں۔ لیکن میرے خادم موسیٰ کی اَور بات ہے۔ اُسے مَیں نے اپنے پورے گھرانے پر مقرر کیا ہے۔ اُس سے مَیں رُوبرُو ہم کلام ہوتا ہوں۔ اُس سے مَیں معموں کے ذریعے نہیں بلکہ صاف صاف بات کرتا ہوں۔ وہ رب کی صورت دیکھتا ہے تو پھر تم میرے خادم کے خلاف باتیں کرنے سے کیوں نہ ڈرے؟“[a]

تب رب نے بی بی مریم کو کوڑھی بنا دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ کو اپنی بہن پر کتنا ترس آیا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے رب سے فریاد کی جس

---

[a] گنتی 12:6-8

کے جواب میں رب نے مریم بی بی کو شفا دی۔ تو بھی اُنہیں خیمہ سے باہر 7 دن تک بند کر دیا گیا۔ رب کے نزدیک اُن کی بغاوت معمولی بات نہ تھی اور نہ اُس نے حضرت ہارون کی لغزش سے ہی درگزر کیا جو کہ بعد میں وقوع پذیر ہوئی تھی اور جس کے نتیجے میں وہ کوہِ حورب پر وفات پا گئے تھے۔ حضرت موسیٰ کی اپنی لغزش بھی اِتنی چھوٹی بات نہ تھی۔ نتیجے میں حضرت موسیٰ کو بھی فلسطین میں داخل ہونے کی اجازت نہ ملی۔

یہ واقعہ قادس برنیع میں پیش آیا تھا۔ نخلستان سے اُنہیں دھچکا لگا تھا۔ سارا سبزہ ریگستانی ریت سے ڈھکا ہوا تھا اور کھجور کے درخت مرجھا چکے تھے۔ پانی کا ایک قطرہ بھی نہ تھا۔ پیاس سے تڑپتے ہوئے لوگ یہاں وہاں زمین کھودتے پھر رہے تھے لیکن سب بے سود۔ اچانک سوال ابھرا کہ رب نے ایسا کیوں ہونے دیا؟ اب وہ ہماری مدد کیوں نہیں کرتا؟ اچانک عوام کے نعرے بلند ہونے لگے،

"پانی دو! پانی دو! ایمانداروں کو پانی دو
پانی! پانی! پانی!"

حضرت موسیٰ پسینے سے شرابور ہجوم کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھتے رہے۔ اُن کے اوپر اٹھے ہوئے بازو گھنے جنگل لگ رہے تھے۔ وہ اُن کے خشک حلق سے نکلنے والی رُندھی ہوئی آوازیں سنتے رہے۔ اُنہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ اُنہوں نے سوچا، ’کیا میری ساری قربانیاں اکارت گئی ہیں؟ چالیس برس کی جلاوطنی کے دوران بیابان میں مَیں اُن کے ساتھ رہا ہوں۔ اِس نئی نسل کو جو تربیت مَیں نے دی ہے اُس میں میرا ایمان بڑا پختہ تھا۔ اِن نوجوانوں کا رب پر ایمان ڈگمگانا نہیں چاہئے۔ اور پھر یہ حقیقت کہ ہم فلسطین کے قریب آ رہے ہیں۔ صرف یہی اُن کو ہَوا کے پَر لگا کر اُڑا لے جانے کا کافی ہونا چاہئے۔‘ لیکن ہجوم کو دیکھ کر وہ سخت مایوس ہوئے۔ جب غصے سے بپھرے ہوئے لوگوں کی قطاروں پر قطاریں لگ گئیں تو حضرت موسیٰ سمجھ گئے کہ اُن کا رویہ بالکل اپنی پرانی نسل جیسا ہی تھا۔ اُن کی نفرت بھری نگاہیں حضرت موسیٰ پر جم گئیں، ”آپ رب کی جماعت کو کیوں اِس ریگستان میں لے آئے؟ کیا اِس لئے کہ ہم یہاں اپنے مویشیوں سمیت مر جائیں؟ آپ ہمیں مصر

سے نکال کر اِس ناخوش گوار جگہ پر کیوں لے آئے ہیں؟ یہاں نہ تو اناج، نہ انجیر، انگور یا انار دست یاب ہیں۔ پانی بھی نہیں ہے!"[a]

پھر ایک دم حضرت موسیٰ غصے سے بے قابو ہو گئے۔ وہی پرانا غصہ اُن پر غالب آ گیا جس کے باعث اُنہوں نے مصری کو جان سے مار ڈالا تھا۔ یہ کس طرح ممکن ہوا کہ آزادی کے فرزند جنہوں نے غلامی کی شرم ناک روٹی کو چکھا تک نہ تھا یوں اُس کو کھانے کے لئے مچل رہے ہوں؟ کیا یہ وہی نسل تھی جس سے اُنہوں نے اِتنی بڑی امیدیں باندھ رکھی تھیں؟ یقیناً اب اُن کے لئے خدا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا۔ یقیناً بیابان کی تمام تر اذیتوں کو سہنے کا کچھ فائدہ نہ تھا۔ اُنہوں نے کچھ بھی نہ سیکھا تھا۔

حضرت موسیٰ کا دل بُری طرح سے ڈوب گیا۔ ایسے نازک موقعے پر معمول کے مطابق وہ اور ہارون ملاقات کے خیمے کے دروازے پر جا کر اوندھے منہ گرے اور رب سے فریاد کرنے لگے۔ رب اُسی وقت اُن کو بچانے کے لئے آ موجود ہوا۔ غضب کے سیاہ بادل میں نہیں جیسا

---

[a] گنتی 20:4-5

کہ حضرت موسیٰ کو توقع تھی بلکہ اپنے جلالی فضل میں۔ اُس نے حضرت موسیٰ سے بڑی شفقت اور محبت سے کلام کیا۔

”عہد کے صندوق کے سامنے پڑی لاٹھی پکڑ کر ہارون کے ساتھ جماعت کو اکٹھا کر۔ اُن کے سامنے چٹان سے بات کرو تو وہ اپنا پانی دے گی۔ یوں تُو چٹان میں سے جماعت کے لئے پانی نکال کر اُنہیں اُن کے مویشیوں سمیت پانی پلائے گا۔“[a]

چنانچہ حضرت موسیٰ رب کے حضور سے ہاتھ میں لاٹھی تھامے روانہ ہوئے، اور وہ اور حضرت ہارون بڑی چٹان کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔ اسرائیلی اُن کے گرد جمع ہو گئے۔ اُن کی عورتیں، بچے، بوڑھے، جوان سب معجزہ دیکھنے کے لئے آ پہنچے۔ لیکن اِس بار اللہ کی شفقت حضرت موسیٰ کے دل کو موم نہ کر سکی۔

اُن کی غصیلی آنکھیں اُس بے اعتقاد نسل پر شعلے برسانے لگیں۔ کیا اُن کو اِس بات کا ثبوت دینا پڑے گا کہ اللہ کی قوت میری معرفت کام کر رہی ہے؟ حضرت موسیٰ کے غصے کا موٹا پردہ خدا کی مرضی اور اُن کے

---

[a] گنتی 8:20

درمیان حائل ہو گیا اور اُن کی سوچ اور عمل کو دھندلا دیا۔ وہی خدا کا بندہ جو ہمیشہ ہر بات میں اپنے آقا کی فرماں برداری کے معاملے میں محتاط رہتا تھا اُس وقت رب کی ہدایات پر عمل کرنے سے قاصر رہا۔ اُنہوں نے رب کے فرمان کے مطابق چٹان کو پانی دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ بڑی خوف ناک آواز میں پکار کر کہا، ”اے بغاوت کرنے والو، سنو! کیا ہم اِس چٹان میں سے تمہارے لئے پانی نکالیں؟“[a]

یہ بات کرتے وقت اُن کو اِس کا احساس نہ ہوا کہ مَیں خود بھی رب کے حکم کی تعمیل نہیں کر رہا۔ وہ اللہ کو اِس معجزے کا جلال دینے سے قاصر رہے بلکہ اُنہوں نے بات اِس انداز میں کی تھی جیسے پانی کے پھوٹ بہنے کا انحصار اُن پر اور حضرت ہارون پر ہو۔ کیا حضرت موسیٰ کو اچانک ہی یہ گمان گزرا تھا کہ صرف الفاظ ہی سے چٹان سے پانی پھوٹ کر نہیں بہ نکلے گا؟ بہر حال اُنہوں نے اپنی لاٹھی کو ہَوا میں لہرا کر بڑے زور سے چٹان پر ایک بار اور پھر دوسری بار مارا۔

---

[a] گنتی 10:20

تب کیا ہوا ؟ چٹان سے کثرت سے شیشے سا شفاف پانی بہہ نکلا۔ باپ اپنے بچوں کو کندھوں پر اٹھا کر معجزہ دکھانے لگے۔ جو قریب تھے وہ لپک کر میٹھے پانی سے پیاس بجھانے لگے۔ سب پانی پیتے رہے، خوشی سے قہقہے لگاتے رہے اور رب کی تعریف کرتے گئے جس نے اُن پر رحم کیا تھا۔ بے شمار چوپائیوں اور ریوڑوں نے بھی سیر ہو کر پانی پیا لیکن پانی تھا کہ بہتا چلا آتا تھا۔ لوگوں کو اپنے سردار کی لغزش کی سزا نہیں ملی۔ اللہ اپنی امت کے ساتھ وفاداری سے پیش آ رہا تھا۔ لیکن وہ اپنے خادم کی غلطی کو نظر انداز نہیں کر سکتا تھا جس نے اسرائیلیوں کے سامنے غلط نمونہ قائم کیا تھا۔

اُدھر حضرت موسیٰ خوشی نہ منا سکے۔ اُن کو واضح طور پر اِس بات کا احساس ہو گیا تھا کہ کوئی چیز میرے اور رب کے درمیان حائل ہو گئی ہے۔ رب نے بھی حضرت موسیٰ اور ہارون سے کلام کرنے میں دیر نہ کی۔ "تمہارا مجھ پر اِتنا ایمان نہیں تھا کہ میری قدوسیت کو اسرائیلیوں

کے سامنے قائم رکھتے۔ اِس لئے تم اِس جماعت کو اُس ملک میں نہیں لے جاؤ گے جو مَیں اُنہیں دوں گا۔“[a]

حضرت موسیٰ کو سخت جھٹکا لگا۔ خدا کی بات نے تیر کی طرح اُن کے دل کو چھیدا۔ اُنہیں اِس بات کا فوراً احساس ہوا کہ مَیں نے وفادار رب کا وعدہ پورا کرنے پر اعتماد نہیں کیا تھا۔ اُن کے چہرے پر گرم گرم آنسو ڈھلک گئے۔ ہچکیوں سے اُن کا سارا جسم بُری طرح جھٹکے کھا رہا تھا۔ اُنہیں سخت افسوس تھا کہ اُس وقت میرے قول اور فعل میں خدائے قدوس کا روح کام نہیں کر رہا تھا۔ وہ شخص جسے رب کی خاص قربت کا شرف حاصل تھا اُس کا رویہ رب کی مرضی کے بالکل برعکس تھا۔ اُس نے رب پر بھروسا نہیں کیا تھا۔

”اے رب، مجھے معاف کر۔“ اُن کو اِس بات کا شدید صدمہ تھا کہ جو خدا ہر وقت اپنے وعدے میں سچا اور وفادار رہا ہے اُسی کو مَیں نے مایوس کیا تھا۔ اُنہیں اُس وقت تک چین نہ آیا جب تک کہ اُنہیں یقین نہ ہو گیا کہ اُن کے اور رب کے درمیان تعلقات بحال ہو چکے

---

[a] گنتی 12:20

ہیں۔ تو بھی رب کی سزا اُن کے لئے شدید صدمہ تھا۔ وہ فلسطین میں داخل ہونے کے شرف سے محروم ہو گئے تھے بلکہ وہ اُس ملک کے قریب پہنچ کر ہی اللہ کو پیارے ہونے کو تھے۔

اُس خاموش تماشائی کی پُراشتیاق نظریں دریائے یردن کے پار بڑے شہر یریحو پر ٹھہر گئیں۔ کاش رب مجھے اُس مبارک سرزمین میں داخل ہونے کی اجازت دے دیتا! حال ہی میں یہ انکشاف ہوا تھا کہ اسرائیلی ابھی تک ناپختہ ہیں۔ ہوا یوں کہ موآب نے ارنون کی وادی میں اُن کے لئے دام پھیلا رکھے تھے اور اپنی بیٹیوں کو بھیجا کہ وہ اسرائیلیوں کو بہکا کر بعل دیوتا کی پوجا کے لئے لے کر آئیں۔ اُن کی یہ ترکیب بڑی کام یاب رہی کیونکہ اسرائیلی بزرگ اور سردار بھی اُن کے ساتھ کھانے پینے اور بعل کو سجدہ کرنے لگ گئے تھے۔

حضرت موسیٰ نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا اور کراہ اٹھے۔ رب کے حکم سے شہزادوں کو مارا گیا تھا اور عبرت کے طور پر

اُن کی لاشیں تپتی دھوپ میں لٹکا دی گئی تھیں۔ یوں لوگوں کو خبردار کیا گیا تھا کہ اسرائیل کو رب کے لئے پاک رہنے کی خاطر علیحدہ رکھا گیا ہے۔ جو لوگ کبھی اسرائیل کے مایہ ناز سردار ہوا کرتے تھے وہ اب رب کے غضب کو ٹھنڈا کرنے کے لئے شرم ناک حالت میں دھوپ میں لٹک رہے تھے۔ جب یہ ناقابلِ یقین واقعہ پیش آیا تو ملاقات کے خیمے کے دروازے پر ساری جماعت ماتم کرنے لگی۔ پھر کیا ہوا۔ اُن کی آنکھوں کے سامنے ایک اسرائیلی بنام زِمری کزبی نامی ایک مدیانی عورت کو لے کر وہاں سے گزرا۔ عورت کے فحش لباس اور رویے سے صاف ظاہر تھا کہ اُسے اسرائیل کی خیمہ بستی میں بُت پرستی اور زنا کاری پھیلانے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ کزبی میں اِتنی جرأت تھی کہ وہ سب کی نظروں کے سامنے اُس کے خیمے میں گئی۔

رب نے فوری طور پر وبا بھیجی۔ اسرائیلیوں نے انتہائی گھبراہٹ اور صدمے کی حالت میں بہت سے لوگوں کو مرتے ہوئے دیکھا۔ خوش قسمتی سے فینحاس امام کو پتہ تھا کہ کیا کرنا ہے۔ اُس نے زناکار عورت اور اُس کے عاشق کو برچھی سے چھید کر وبا کو روک لیا۔ اِس قصے کا خاتمہ

اُس وقت ہوا جب رب نے اِن واقعات کے بعد اُن کو مدیانیوں کے خلاف جنگ کرنے کا حکم دیا۔

جب لشکر فتح مند ہو کر لوٹا تو ایک بار پھر نہایت بُرے واقعات رونما ہوئے۔ مالِ غنیمت کے ساتھ ساتھ وہ اپنے ساتھ بے شمار مدیانی عورتیں بھی لے آئے۔ کیسی ناقابلِ یقین بات ہے! پہلے بھی تو ایسی ہی غیرقوم عورتیں اسرائیل کے لئے پھندا بن چکی تھیں۔ اب تک اسرائیلی کتنے کچے ذہن کے تھے! افسوس یہ عظیم پیشوا اُس تنہا مقام پر ایک ایسی قریب الموت ماں کی طرح اپنے آپ کو محسوس کر رہا تھا جس کے بچے اسرائیل کا ابھی دودھ بھی نہ چھڑایا گیا ہو۔ وہ نئی نسل جس کی سخت نظم و ضبط کے تحت بیابان میں پرورش کی گئی تھی وہ دوسری اقوام کی پُر آسائش زندگی کی طرف بہت زیادہ مائل ہو چکی تھی۔

حضرت موسیٰ کا دل بوجھل ہوا۔ بھلا میرے جانے کے بعد اُن کے ساتھ کیا کیا ہو گا؟ بڑی بے دلی سے وہ سوچنے لگے کہ صرف مَیں ہی اُن کی ڈگمگاتی کشتی کو بحفاظت کنارے تک پہنچا سکتا ہوں۔ اسرائیلیوں

کی محبت سے اُن کا دل بُری طرح مغلوب ہوا جا رہا تھا۔ قادرِ مطلق نے خود یہ محبت اُن کے دل میں اتاری تھی جیسی کہ ماں کے دل میں اُس بچے کے لئے ہوتی ہے جسے اُس نے اپنی کوکھ سے جنم دیا ہو۔ جی ہاں، رب اپنے بچوں کے لئے اُن کی اِس محبت کو جانتا تھا۔ اِس محبت نے حضرت موسیٰ کو خود اِن گنہگاروں کی سزا بھگتنے پر آمادہ کر لیا تھا۔

اُس دیوقامت شخص کے سفید بال اور داڑھی چمک رہے تھے۔ اُن کا سر پریشانی کے عالَم میں ڈھلکا ہوا تھا۔ اب وقت تھا کہ اسرائیل کی سب فکریں اُس واحد ہستی کے پاس لے جائیں جو کہ اُن کے دل کے بوجھ کو سمجھ سکتا تھا۔

پہلے کی طرح حضرت موسیٰ نے ملاقات کے خیمے میں رب کے آگے ہاتھ پھیلا دیئے اور بڑی گرم جوشی سے دعا کرنے لگے، "اے رب قادرِ مطلق، تُو اپنے خادم کو اپنی عظمت اور قدرت دکھانے لگا ہے۔ کیا آسمان یا زمین پر کوئی اَور خدا ہے جو تیری طرح کے عظیم کام کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں! مہربانی کر کے مجھے بھی دریائے یردن کو پار کر کے اُس اچھے ملک یعنی اُس بہترین پہاڑی علاقے کو لبنان تک دیکھنے کی اجازت

دے۔“[a] حضرت موسیٰ بڑی بے تابی سے رب کے جواب کا انتظار کرنے لگے۔

لیکن اُس وقت اُن کی بات سنی نہ گئی۔ گو رب کا لہجہ شفقت بھرا تھا توبھی وہ اپنی بات پر قائم رہا۔ ”بس کر! آئندہ میرے ساتھ اِس کا ذکر نہ کرنا۔ پسگہ کی چوٹی پر چڑھ کر چاروں طرف نظر دوڑا۔ وہاں سے غور سے دیکھ، کیونکہ تُو خود دریائے یردن کو عبور نہیں کرے گا۔“[b]

لمحے بھر کے لئے مایوسی حضرت موسیٰ پر غالب آنے لگی۔ وہ سوچنے لگے، اب جبکہ ہم سارا راستہ طے کر کے آ چکے ہیں کاش مَیں اپنے کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں! لیکن پھر اِن احساسات پر قابو پا کر خدا کے اُس خادم نے جس کے ایمان کے باعث بڑے بڑے معجزے ہوئے تھے اور جس کے ایمان کے وسیلے سے اِتنا بڑا ہجوم بیابان میں سنبھالے رکھا گیا تھا اُس نے بڑی عاجزی کے ساتھ رب کی مرضی کے آگے اپنا سر جھکا دیا۔ توبھی ایک آخری مسئلہ حل ہونا باقی رہ گیا تھا۔ پس حضرت موسیٰ پکار اُٹھے، ”اے رب، تمام جانوں کے خدا، جماعت

---

[a] استثنا 3:24-25

[b] استثنا 3:26-27

پر کسی آدمی کو مقرر کر جو اُن کے آگے آگے جنگ کے لئے نکلے اور اُن کے آگے آگے واپس آ جائے، جو اُنہیں باہر لے جائے اور واپس لے آئے۔ ورنہ رب کی جماعت اُن بھیڑوں کی مانند ہو گی جن کا کوئی چرواہا نہ ہو۔“[a]

”یشوع بن نون کو چن لے جس میں میرا روح ہے، اور اپنا ہاتھ اُس پر رکھ۔ اُسے اِلی عزر امام اور پوری جماعت کے سامنے کھڑا کر کے اُن کے رُوبرُو ہی اُسے راہنمائی کی ذمہ داری دے۔ اپنے اختیار میں سے کچھ اُسے دے تاکہ اسرائیل کی پوری جماعت اُس کی اطاعت کرے۔ رب کی مرضی جاننے کے لئے وہ اِلی عزر امام کے سامنے کھڑا ہو گا تو اِلی عزر رب کے سامنے اُوریم اور تُمیم استعمال کر کے اُس کی مرضی دریافت کرے گا۔ اُسی کے حکم پر یشوع اور اسرائیل کی پوری جماعت خیمہ گاہ سے نکلیں گے اور واپس آئیں گے۔“[b]

---

[a] گنتی 27:16-17

[b] گنتی 27:18-21

یقیناً اپنے آبا و اجداد کی سرزمین کی جتنی شدید خواہش حضرت موسیٰ کے دل میں تھی کسی کے دل میں بھی نہ تھی۔ تو بھی جب اُنہیں یقین ہو گیا کہ میرے لوگ اب محفوظ ہاتھوں میں ہیں تو اُن کی فکر جاتی رہی۔ وہ کتنے خوش تھے کہ اُنہوں نے ایک ایسے شخص کو تربیت دی تھی جو اُن کے کام کو احسن طریقے سے پایۂ تکمیل تک پہنچا دے گا۔ اُنہوں نے تہیہ کرلیا کہ وہ ممکنہ حد تک کوشش کریں گے کہ لوگ حضرت یشوع کو اپنا لیڈر قبول کریں۔ حضرت موسیٰ اٹھ کر بڑے اطمینان سے اپنے خیمے میں چلے گئے۔ اُن کی باطنی کشمکش ختم ہو چکی تھی۔

روزانہ دستور کے مطابق ہر صبح پو پھٹتے ہی امامِ اعظم الی عزر اور اُن کے مددگار امام فجر کی قربانی گزرانا کرتے تھے۔ جیسے ہی بَل کھاتا دھواں ملاقات کے خیمے کے صحن سے اوپر اُٹھتا حضرت یشوع ہاتھ پھیلا کر دُعا کے لئے اپنے خیمے کے دروازے پر دوزانو ہو جاتے۔ وہ اِسی طرح صبح اور شام کو باقی اسرائیلیوں کے ساتھ دُعا کیا کرتے تھے۔ حضرت یشوع ابھی سیدھے کھڑے ہو ہی رہے تھے کہ اُن کی نظر اپنی طرف تیز رفتاری

سے آتے ہوئے حضرت موسیٰ پر پڑی، "میرے بیٹے! تم پر سلامتی ہو۔ مَیں تم سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔"

جب حضرت موسیٰ حضرت یشوع کو اپنے خیمے کے اندرونی کمرے میں لے کر گئے تو وہ گھبرانے لگے۔ وہ حضرت موسیٰ کے بالکل سامنے والی کرسی پر بیٹھ گئے۔ یشوع کو اُن کے جانے کی دہشت ناک خبر سننے کا یقین ہو گیا تھا۔ اپنے آقا کے رویے کو دیکھ کر اب کسی اَور وضاحت کی ضرورت نہیں تھی۔ اُن کی بامعنی نگاہیں اور اُن کی آواز کا بھاری پن یہ بات صاف بتا رہا تھا۔ آخر اُنہوں نے کہہ ہی دیا، "بیٹا! میرے جانے کا وقت قریب آ گیا ہے۔"

حضرت یشوع کو اپنے دل کی دھڑکن تیز ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ حضرت موسیٰ کے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ اپنے آقا کے بغیر کس طرح چل سکتے تھے جو کہ اُن کے لئے باپ اور سردار کا درجہ رکھتے تھے۔ یشوع اب نوجوان نہیں رہے تھے بلکہ فوج کے ایک تجربہ کار سالار تھے۔ اُن کی ہچکی بندھ گئی۔ حضرت موسیٰ تو اللہ اور انسان کے درمیانی تھے، اور اب تک اسرائیلیوں کی حالت بڑی تشویش ناک

بلکہ مایوس کن تھی۔ حضرت یشوع کی روح تک کانپ اُٹھی۔ وہ اپنے روحانی باپ کے قدموں پر گر گئے۔ "اے میرے آقا، ہمارے پیشوا، ابھی ہمیں چھوڑ کر نہ جائیں۔ خاص کر اِس وقت جب ہم دریائے یردن کو پار کرنے والے ہیں۔ اصل جنگیں تو ابھی ہونے والی ہیں،" وہ چلّا اُٹھے۔

"بیٹے، اُٹھ۔ تیرا مجھ ایسے انسان کے آگے یوں منہ کے بل گرنا مناسب نہیں۔" حضرت موسیٰ نے رنجیدہ خاطر حضرت یشوع کو سہارا دے کر اٹھایا۔ جب وہ رُوبرُو کھڑے تھے تو اُنہوں نے بڑی سنجیدگی سے بتایا، "یشوع، خدا نے تجھے اسرائیل کا سردار بننے کے لئے چن لیا ہے۔"

"مجھے؟ ناممکن!" حضرت یشوع بھونچکے رہ گئے۔ بے یقینی کی کیفیت میں اُن کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ "مَیں ... مَیں آپ کی جگہ کبھی نہیں لے سکتا۔" حضرت یشوع نے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ ڈھانپتے ہوئے کہا، "ارے ... نہیں! ... نہیں ... نہیں۔ مجھے لوگ کبھی بھی قبول نہیں کریں گے۔ جب مَیں آپ کی بے پناہ محبت کا خیال

کرتا ہوں اور یہ بھی کہ اِس محبت کی بِنا پر آپ نے کتنی بار رب کے قہر سے اسرائیلیوں کو بچایا ہے تو مَیں تسلیم کرتا ہوں کہ میرا دل اُتنا بڑا نہیں جتنا کہ آپ کا ہے۔ اُن کے لئے میری محبت تو بس ٹمٹماتی لَو کی مانند ہے۔ اے میرے باپ موسیٰ! آپ کے بغیر تو ہمارا منزل پر پہنچنے کا کوئی امکان نہیں ہے۔"

حضرت موسیٰ کے مقدّس چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ "یشوع، یہاں تک اسرائیل کو مَیں نہیں بلکہ رب لایا ہے۔ جب اُس نے مجھے جلتی ہوئی جھاڑی کے پاس بلایا تھا تو مَیں نے اُس کی خدمت کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ اُس وقت مَیں رب کو نہیں جانتا تھا۔ لیکن مَیں اِن تمام مشکلات سے اچھی طرح باخبر تھا جو اِس بلاہٹ میں درپیش تھیں۔" اُنھوں نے حوصلہ افزا مسکراہٹ کے ساتھ بیان جاری رکھتے ہوئے کہا، "لیکن ہر مشکل اور ہر ناممکن کام سے مَیں اُس کو مزید بہتر طور پر جانتا گیا جس کے لئے کوئی بھی بات ناممکن نہیں ہوتی۔"

حضرت موسیٰ نے یقین دلاتے ہوئے حضرت یشوع کا بازو چھو کر کہا، ”اُس وقت سے مَیں رب کی خدمت کرتا آیا ہوں۔ وہ مجھے اپنے قریب سے قریب تر کرتا رہا ہے۔“

لمحے بھر کے لئے کمرے میں گہری خاموشی طاری رہی۔ پھر حضرت موسیٰ نے پدرانہ حکمت سے ہمت بڑھاتے ہوئے کہا، ”میرے بیٹے، خوف نہ کر۔ رب تیرے ساتھ ہے۔ ہر مشکل سے گزر کر تُو رب کو بہتر طور پر جان پائے گا اور اُس پر مزید بھروسا کرنا سیکھے گا۔“

حضرت یشوع کی آنکھوں میں ابھی بھی اندیشے جھلک رہے تھے۔ ”مَیں ہی کیوں؟ مَیں ایک سپاہی ہوں، مُنصف نہیں۔ اِن تمام جھگڑوں سے نپٹنے کے لئے مجھ میں صبر و تحمل نہیں ہے۔ اِتنے بڑے کام کے لئے میرا انتخاب غلط ہے۔“

”تجھے اللہ نے چنا ہے۔ اُس نے تجھے اِس کام کے لئے لیس بھی کیا ہو گا۔ صرف اِتنا یاد رہے کہ تُو خدا سے اپنے سارے دل سے محبت رکھ اور اپنے ہم سائے سے بھی۔ بیٹے، یہی اصول تیری کام یابی کی ضمانت ہے۔“

خیمہ بستی کے لوگ یہ خبر سنتے ہی ششدر رہ گئے۔ سارہ دوڑ کر ملکاہ کے پاس جا پہنچی۔ اُس کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ وہ چلّا اُٹھی، "اب ہم نہیں بچیں گے۔ ذرا سوچو تو اپنے پیشوا موسیٰ کے بغیر دشمنوں میں گھرے ہونے کا انجام کیا ہو گا؟"

ملکاہ کے آنسو بہنے لگے، "ہماری اولاد کس سہارے پر جیئے گی؟ جیسے ہی ہمارے دشمنوں کو ہمارے نقصان کی خبر ملے گی تو وہ ضرور ہر طرف سے ہم پر حملہ کریں گے۔ حضرت موسیٰ کا تو نام ہی مصر میں ہوئے عظیم معجزوں کی واضح علامت ہے۔"

اِس خبر کو سنتے ہی 70 بزرگ، مشیر اور امام بھی حیران رہ گئے۔ یہاں تک کہ امامِ اعظم الی عزر بھی سب ذمے داریوں کو خود نبھانے کے خیال سے دل برداشتہ ہو گیا۔ "رب اِس انتہائی نازک وقت میں حضرت موسیٰ کو ہمارے پاس سے لے جانے کا فیصلہ کیسے کر سکتا ہے؟" وہ کراہ اٹھا۔ "اِس میں شک نہیں کہ یشوع لشکر کا ایک مستعد اور بہادر سالار ہے۔ لیکن اُس میں موسیٰ جیسی صلاحیتیں نہیں ہیں۔ اگر ہر قبیلے کو

میراث بانٹنے کا کام یشوع کو کرنا پڑا تو کیا معلوم کہ کیسے کیسے جھگڑے کھڑے ہو جائیں گے۔“

خوش قسمتی سے حضرت موسیٰ کو لے جانے اور اُن کی جگہ حضرت یشوع کو پیشوا بنانے کا فیصلہ رب ہی کا تھا۔ اُسے ہی اِن تمام کاموں کو سنبھالنا تھا۔ حضرت یشوع کے تقرر کے وقت نقیبوں نے نقارہ بجا کر ساری جماعت کو مقررہ جگہ پر فراہم ہونے کا اعلان کیا۔ امامِ اعظم اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔ ایسے مقدّس موقعوں پر وہ مکمل منصبی لباس پہنتا تھا۔ اُس کے پہلو میں حضرت موسیٰ کی انصاف کی کرسی نئے پیشوا بیٹھنے کی منتظر تھی۔

جب حضرت موسیٰ معززین کے ساتھ نئے پیشوا کو لینے کے لئے گئے تو جماعت پر ایسی غم انگیز خاموشی طاری ہوئی جیسے کسی کا جنازہ اُٹھنے والا ہو۔ اور پھر آخرکار جب نئے پیشوا کی آمد کا نرسنگا پھونکا گیا تو کسی چہرے پر مسرت کا کوئی تاثر نہ تھا، نہ کوئی خوشی ہی منائی گئی۔ لیکن جب حضرت موسیٰ نے یشوع کو انصاف کی اُس کرسی پر بٹھایا جس پر کبھی وہ خود بیٹھا کرتے تھے تو بہت سے لوگ دہاڑیں مار مار رونے لگے۔ اِس

نئے منصب پر حضرت یشوع کی مضطرب کیفیت واضح تھی، لیکن کسی کو بھی اِس کا احساس تک نہ ہوا۔ سسکیاں بھرتے ہوئے لوگوں نے اپنے سفید بالوں والے باپ کو دیکھا جس نے کمال وقار کے ساتھ کھڑے ہو کر اُنہیں مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"اب مَیں 120 سال کا ہو چکا ہوں۔ میرا چلنا پھرنا مشکل ہو گیا ہے۔" اُن کی بلند آواز کی بازگشت گونجنے لگی۔ "اور ویسے بھی رب نے مجھے بتایا ہے، 'تُو دریائے یردن کو پار نہیں کرے گا۔' رب تیرا خدا خود تیرے آگے آگے جا کر یردن کو پار کرے گا۔ وہی تیرے آگے آگے اِن قوموں کو تباہ کرے گا تاکہ تُو اُن کے ملک پر قبضہ کر سکے۔ دریا کو پار کرتے وقت یشوع تیرے آگے چلے گا جس طرح رب نے فرمایا ہے۔ ... مضبوط اور دلیر ہو۔ اُن سے خوف نہ کھاؤ، کیونکہ رب تیرا خدا تیرے ساتھ چلتا ہے۔ وہ تجھے کبھی نہیں چھوڑے گا، تجھے کبھی ترک نہیں کرے گا۔"[a]

---

[a] استثنا 31:2، 3، 6

پھر حضرت موسیٰ نے نئے پیشوا کو بلا کر تمام جماعت کے سامنے اُس سے مخاطب ہو کر کہا، ”مضبوط اور دلیر ہو، کیونکہ تُو اِس قوم کو اُس ملک میں لے جائے گا جس کا وعدہ رب نے قَسم کھا کر اُن کے باپ دادا سے کیا تھا۔ لازم ہے کہ تُو ہی اُسے تقسیم کر کے ہر قبیلے کو اُس کا موروثی علاقہ دے۔ رب خود تیرے آگے آگے چلتے ہوئے تیرے ساتھ ہو گا۔ وہ تجھے کبھی نہیں چھوڑے گا، تجھے کبھی نہیں ترک کرے گا۔ خوف نہ کھانا، نہ گھبرانا۔“[a]

حضرت موسیٰ نے حضرت یشوع کو دوزانو ہونے کو کہا اور اپنے ہاتھ اُن پر رکھ کر اُن کو وفا دار رب کے سپرد کر دیا۔ دبی دبی سسکیوں کی آوازوں کے درمیان ہی حضرت موسیٰ نے آخرکار حضرت یشوع کو جماعت کے سامنے پیش کرتے ہوئے کہا، ”اپنے نئے پیشوا کی خوشی کرو۔ اپنے نئے پیشوا یشوع کا خیرمقدم کرو! آج سے تم سب اُس کا حکم مانو گے۔“

[a]استثنا 31:7-8

کچھ عرصے بعد رب نے حضرت موسیٰ اور یشوع کو ملاقات کے خیمے میں بلایا۔ رب بادل کے ستون میں نمودار ہوا جو خیمے کے دروازے پر ٹھہر گیا۔ پہلے رب نے حضرت موسیٰ سے مخاطب ہو کر کہا، ”تُو جلد ہی مر کر اپنے باپ دادا سے جا ملے گا۔ لیکن یہ قوم ملک میں داخل ہونے پر زنا کر کے اُس کے اجنبی دیوتاؤں کی پیروی کرنے لگ جائے گی۔ وہ مجھے ترک کر کے وہ عہد توڑ دے گی جو مَیں نے اُن کے ساتھ باندھا ہے۔“[a] حضرت موسیٰ کو لوگوں کو خبردار کرنا تھا کہ وہ اُس آنے والی آزمائش سے بچ سکیں۔

پھر رب کی پوری توجہ حضرت یشوع کی طرف مبذول ہو گئی۔ جیسے ہی نئے پیشوا نے رب کی آواز سنی اُس کے وجود میں نئی دلیری موج زن ہو گئی۔ ”مضبوط اور دلیر ہو، کیونکہ تُو اسرائیلیوں کو اُس ملک میں لے جائے گا جس کا وعدہ مَیں نے قَسم کھا کر اُن سے کیا تھا۔ مَیں خود تیرے ساتھ ہوں گا۔“[b]

---

[a] استثنا 16:31
[b] استثنا 23:31

رب کی حکمت کی روح کو حضرت یشوع میں کام کرتے دیکھ کر اسرائیلیوں کے حوصلے جلد بلند ہو گئے۔ حضرت موسیٰ کے دل میں اُس شخص کے لئے ذرا بھی حسد نہ تھا جو کبھی اُن کا خادم ہوا کرتا تھا بلکہ اُنہوں نے صرف رب کی شکر گزاری محسوس کی جو سب کچھ بہترین طریقے سے انجام دے رہا تھا۔

اور پھر آخری بار حضرت موسیٰ اُن لوگوں کے سامنے کھڑے ہو گئے جن سے وہ بے انتہا محبت رکھتے تھے۔ اُنہوں نے اُنہیں خبردار کیا کہ وہ اپنے رب، اپنے خالق، اپنے باپ اور اپنی چٹان کو ہرگز نہ بھولیں جس پر وہ بھروسا کر سکتے ہیں۔ اور اُنہوں نے پیش گوئی کرتے ہوئے کہا، ”رب تیرا خدا تیرے واسطے تیرے بھائیوں میں سے مجھ جیسے نبی کو برپا کرے گا۔ اُس کی سننا۔ کیونکہ حورب یعنی سینا پہاڑ پر جمع ہوتے وقت تُو نے خود رب اپنے خدا سے درخواست کی، ’نہ مَیں مزید رب اپنے خدا کی آواز سننا چاہتا، نہ یہ بھڑکتی ہوئی آگ دیکھنا چاہتا ہوں، ورنہ مر جاؤں گا۔‘ تب رب نے مجھ سے کہا، ’جو کچھ وہ کہتے ہیں وہ ٹھیک ہے۔ آئندہ مَیں اُن میں سے تجھ جیسا نبی کھڑا کروں گا۔ مَیں اپنے

الفاظ اُس کے منہ میں ڈال دوں گا، اور وہ میری ہر بات اُن تک پہنچائے گا۔ جب وہ نبی میرے نام میں کچھ کہے تو لازم ہے کہ تُو اُس کی سن۔ جو نہیں سنے گا اُس سے مَیں خود جواب طلب کروں گا۔'' [a]

پھر حضرت موسیٰ نے اسرائیلیوں اور اپنے گھرانے سے اجازت چاہی اور پسگہ کی چوٹی پر جو یریحو کے مقابل ہے چڑھ گئے۔ لوگ حدِ نگاہ تک سفید چادر میں لپٹے ہوئے اپنے محبوب پیشوا کو دیکھتے رہے۔ حضرت موسیٰ تنہا نہیں تھے اور نہ وہ بد دل ہی تھے، کیونکہ رب اُن کے ساتھ تھا۔ جلد ہی وہ رب کو رُوبرُو دیکھنے والے تھے۔ بے چینی کے حال میں وہ جلدی جلدی پہاڑ پر چڑھتے گئے۔ رب کی قربت کا خیال اُن پر بُری طرح غالب آ چکا تھا۔

اچانک اُنہیں یاد آئی کہ سینا پہاڑ پر لوگ اللّٰہ کے حضور کس طرح کانپ اُٹھے تھے اور چلّا چلّا کر پکارنے لگے تھے کہ ہم رب کی آواز کو برداشت نہیں کر سکتے۔ اُسی وقت اللّٰہ نے ایک نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا

[a] استثنا 18:15-19

جو کہ اللہ اور انسان کا درمیانی ہو گا۔ اگرچہ وہ جلالی آسمان میں سے آئے گا تو بھی وہ نہیں ڈریں گے۔

حضرت موسیٰ کے چہرے پر مسکراہٹ دوڑ گئی۔ آخر کار بزرگ ابراہیم کی یہ باغی اولاد بدل جائے گی۔ جو لوگ اِس نئے نبی کی بات سنیں گے اللہ اُن کو ایک نیا دل عطا کرے گا۔ اور پیارے بچوں کی طرح وہ خدا کے حکموں کو مانیں گے۔

آخر وہ عظیم لمحہ بھی آ پہنچا جب اللہ نے پہاڑ کی بلندی سے حضرت موسیٰ کو وہ ملک دکھایا جس کا وعدہ اُس نے اسرائیلیوں سے کیا تھا۔ پھر اپنے خادم کو مخاطب کر کے فرمایا، "یہ وہ ملک ہے جس کا وعدہ مَیں نے قَسم کھا کر ابراہیم، اسحاق اور یعقوب سے کیا۔ مَیں نے اُن سے کہا تھا کہ اُن کی اولاد کو یہ ملک ملے گا۔ تُو اُس میں داخل نہیں ہو گا، لیکن مَیں تجھے یہاں لے آیا ہوں تاکہ تُو اُسے اپنی آنکھوں سے دیکھ سکے۔"[a]

پھر اللہ کے خادم حضرت موسیٰ نے موآب کے ملک میں وفات پائی اور خدا نے اُن کو ملکِ موآب کی ایک وادی میں دفن کیا۔ انتقال کے

---

[a] استثنا 4:34

وقت اُن کی عمر 120 برس تھی۔ آخری ایام تک نہ تو اُن کی بینائی کمزور ہوئی اور نہ اُن کی جسمانی طاقت کم ہوئی تھی۔ آج تک اُن کی قبر کے بارے میں کسی کو کچھ علم نہیں۔